میو قوم اور میوات

مختصر تاریخ و جغرافیہ

مرتبہ

محمد اسحاق چوہدری

میو قوم اور میوات

مختصر تاریخ و جغرافیہ

مرتبہ

محمد اسحاق چوہدری (میوڈمیرٹ وجمبیری)

انتساب

برین میو ہائی سکول نوح کے معمار

فخر میوات چوہدری محمد یاسین خاں صاحب مرحوم

کے نام

محمد اسحاق چوہدری میو ڈیمر وت بیسروی کا تعلق بیسرو کی ذیلدار فیملی سے ہے۔

پاکستان میں تحصیل دار کے عہدے پر تعینات رہے۔ابتدائی تعلیم نوح ہائی سکول میوات سے حاصل کی۔چوہدری صاحب مرحوم میرے نانا سسر بھی ہیں۔ہماری نئی نسل میواتی سے دور ہوتی جارہی ہے کیونکہ ہم نے انہیں نہیں بتایا کہ ہم کتنی عظیم قوم میں پیدا ہوئے ہیں۔ جب تک ان کو میو راجپوت ہونے پر فخر نہیں ہوگا ان کے لیے میواتی زبان اور رواج پر کار بند رہنا آسان نہ رہے گا۔میواتی لٹریچر قوم کو اپنے آپ کو پہچاننے میں مدد کرے گا۔

زیر نظر کتاب کو اسی مقصد کے پیشِ نظر ڈھونڈا گیا۔میرے برادر ان لا محترم راؤ عامر خورشید ذیلدار نے اسے ڈھونڈ کر کینیڈا پہنچایا۔اور آج میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قابل ہوا ہوں آپ کے لئے اس کی پی ڈی ایف فائل تیار کردوں۔اب آپ سے یہی گذارش ہے کہ جو میواتی بھائی میرے رابطے میں نہیں اور کسی طرح سے آپکے رابطے میں ہیں ان تک اس کتاب کو فرض سمجھ کر پہنچائیں۔اس کتاب کو محفوظ اور مستقل ویب سائیٹس پر عنقریب اپ لوڈ کردیا جائے گا ۔فی الحال مجھ سے رابطہ کے لیے میں آپکو اپنا ای میل ایڈریس دے رہا ہوں۔آپ میری فیس بک پر بھی میسیج کرسکتے ہیں مجھے پیغام بھیج دیں۔انشا اللہ میں آپ سے خود رابطہ کرلوں گا۔

دعاؤں کا طالب

انجینئر حبیب احمد میو آف کینیڈا

mayohabib@yahoo.com

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

تاریخ تہذیب و تمدن کا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں انسانیت کے خدوخال اپنی تمام خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ بڑی وضاحت سے اجاگر ہوتے ہیں۔ انسانی تہذیب نے خوب سے خوب تر کی تلاش میں جو ارتقائی سفر طے کیا اور جن وادیوں اور منزلوں سے یہ کاروان رنگ و بو گزرا ہے ان کی روداد جب الفاظ کا پیکر اختیار کرتی ہے تو تاریخ بن جاتی ہے لیکن تاریخ ماضی کے واقعات کو صرف دہرا دینے ہی کا نام نہیں بلکہ ماضی کی بازیافت کا فن ہے۔ ظاہر ہے کچھ مخصوص افراد کے نام گنوا کر یا کچھ چیدہ شخصیتوں کے حالات لکھ کر عہد گذشتہ کو زندہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ واقعات کے اسباب و نتائج کو گہری نظر سے دیکھا جائے اور اجتماعی زندگی کی ان قدروں کا جائزہ لیا جائے جو اقوام و ملل کے عروج و زوال سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔

تاریخ کے بارے میں بے شمار نظریات ہیں ہر مورخ نے اپنا نظریہ تاریخ جداگانہ طور پر بیان کیا ہے لیکن ایک حقیقت ان تمام نظریات کے پس پردہ کار فرما ہے کہ اگر تاریخ سچائی کے رخ سے نقاب نہیں اٹھاتی تو یہ محض داستان طرازی ہے یعنی حقیقت کو تلاش کرنے کا جذبہ ہی تاریخ اور قصص و حکایات میں فرق پیدا کرتا ہے۔

علم تاریخ سے ہر دور میں دلچسپی رہی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ اپنے ماضی سے لگاؤ رہا ہے اور اپنے پیچھے پھیلے ہوئے لامتناہی ارتقائی راستوں کی طرف مڑ کر دیکھنا پسند کرتا ہے کیونکہ ہر گزرا ہوا لمحہ اور اس سے وابستہ یادیں عزیز ہی نہیں ہوتیں بلکہ متاع حیات کا درجہ رکھتی ہیں۔ ماضی کا مطالعہ حال کو سمجھنے اور مستقبل کو بہتر بنانے میں بڑی مدد دیتا ہے گزرے ہوئے زمانے کو فراموش کرکے حال و مستقبل کو سازگار بنانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

تاریخ کا مطالعہ ہر باشعور شہری کے لئے ضروری ہے اس سے نگاہ میں وسعت اور ذہن میں کشادگی پیدا ہوتی ہے ایک شہری اور علم تاریخ کے درمیان شاگرد اور استاد کا رشتہ ہوتا ہے تاریخ بہت کچھ سکھاتی ہے یہ قوموں کے عروج و زوال کی داستان بھی ہوتی ہے اور انسانیت کے کاروان کی روداد سفر یہ ثقافتی اور تہذیبی عوامل کو بے نقاب کرکے ماضی، حال اور مستقبل کے

تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بناتی ہے۔

کتاب ہذا تاریخ و جغرافیہ میو قوم اور میوات کی تیاری کے سلسلہ میں مجھے برصغیر کی قدیم اور دور جدید کی تاریخ ہائے جو کہ مختلف ادوار میں مختلف مورخین جن میں ملکی اور غیر ملکی مسلم و غیر مسلم شامل ہیں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مورخین کی ایک قلیل تعداد ہی تعصب سے مبرا ہے علاوہ ازیں عام مورخ لکیر کے فقیر ہیں۔ اکثر تواریخ میں تو میو قوم کا ذکر تک موجود نہیں ہے البتہ بعض مورخین نے علاقہ میوات کا سرسری ذکر تو کیا ہے مگر اس علاقہ میں آباد قوم کو نظر انداز کر دیا ہے۔

ٹاڈ راجستھان کے مصنف کرنل جیمز ٹاڈ جنہوں نے راجپوتانہ کی تاریخ انگریزی دور حکومت میں مرتب کی تھی اپنی ضخیم کتاب جو متعدد جلدوں پر مشتمل ہے میں صرف ایک یا دو جگہ پر میوات کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ راجپوتانہ کی قدیم تاریخ سے میو قوم کا گہرا تعلق رہا ہے۔ اس قوم کے ذکر کے بغیر یہ تاریخ ادھوری ہے۔

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے قبل سندھ کا علاقہ اپنی وسعت کے لحاظ سے بہت وسیع تھا۔ جس میں موجودہ صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان، ملتان ڈویژن، بہاول پور ڈویژن، جنوبی ہند اور راجپوتانہ کا کچھ حصہ تھا اس علاقہ میں میو اور جٹ قوموں کی اکثریت تھی اس زمانہ میں میو قوم مید کے نام سے منسوب تھی۔ سندھ کے علاوہ دوآبہ گنگ جمن میں بھی یہ قوم آباد تھی۔

میو قوم ایک بہادر اور دلیر قوم ہے اور نہایت ہی غیرت مند ہے اس قوم نے ہمیشہ جابر سلطان کے خلاف کلمہ حق بلند کیا اور کبھی بھی ناجائز دباؤ قبول نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے بھی اسے متعدد بار کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ ناجائز دباؤ قبول کرنا اس قوم کی فطرت میں شامل نہیں ہے۔ البتہ شریفانہ اور مشفقانہ رویہ کو باسانی قبول کر لیتی ہے۔

محمد بن قاسم کے حملہ سندھ کے وقت اولاً" اس کے خلاف جنگ میں شامل رہی مگر بعد میں اس کے شریفانہ اور مشفقانہ رویہ سے متاثر ہو کر اس کی ساتھی بن گئی۔ اسی طرح مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے جب اس قوم کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار کیا تو اس قوم نے عالمگیر کا ہر طرح سے ساتھ دیا۔ بلکہ جب شہنشاہ عالمگیر نے دکن پر حملہ کیا اس کی فوج میں میوؤں کی ایک بڑی تعداد شامل تھی۔ جس کی غمازی میواتی زبان کے ایک دوہا سے ہوتی ہے۔

سب کے کنتھ ٹٹول کرلے گینو عالمگیر

کتنی تار ساگن ہووگی جاون بگڑے عالمگیر

مالوہ (جنوبی ہند) کے علاقہ میں آزادی ملک پاک و ہند سے قبل میو قوم کی ایک بڑی تعداد آباد تھی جس کو چھوٹی میوات کہا جاتا تھا کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ وہی لوگ تھے جو عالمگیر کی فوج کا حصہ تھے اور وہیں آباد ہوگئے تھے۔

میو قوم کا آبائی پیشہ کاشتکاری ہے۔ اس وجہ سے ان کی بیشتر آبادی دیہات میں ہے پاکستان کے چاروں صوبوں میں اس قوم کی آبادی کسی نہ کسی تعداد میں موجود ہے مگر بیشتر آبادی صوبہ پنجاب میں خاص کر اضلاع لاہور، قصور، سیالکوٹ اور بہاول پور میں نسبتاً" زیادہ ہے۔

مغلیہ دور حکومت اور اس کے بعد انگریزی دور میں جس طرح علاقہ میوات کو مختلف اضلاع اور ریاستوں میں تقسیم کرکے میو قوم کی یک جہتی کو ختم کردیا گیا تھا بالکل اسی نہج پر پاکستان میں بھی اس قوم کے ساتھ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت وہی سلوک کیا گیا اور سیالکوٹ کے بارڈر سے لے کر بہاول پور تک اس قوم کو بکھیر دیا گیا اور ظاہر یہ کیا گیا یہ قوم بہادر اور جنگجو ہے ملکی حفاظت کے لئے اس کا بارڈر پر آباد ہونا ملکی مفاد کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ ایک ایسا قانون بھی بنایا گیا جس کے تحت یہ لالچ دیا گیا کہ انڈو پاکستان بارڈر کے پانچ میل اندر آباد ہونے والے میو قوم کے ایسے خاندانوں کو جن کو متروکہ رقبہ کے بدلہ ملنے والا رقبہ آدھا مربعہ سے کم ہوگا ان کو آدھا مربعہ رقبہ پورا کردیا جائے گا اور زائد رقبہ کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جائے گا۔ جس وجہ سے بہت سے خاندانوں نے بارڈر کا رخ کیا۔

مگر یہ خواب زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکا۔ جنرل محمد ایوب خان کے مارشلائی دور میں مارشل لاء ریگولیشن نمبر 9 جاری کرکے میو قوم کے الاٹ شدہ بیشتر رقبے خارج کرکے فوجیوں کو تقسیم کردیئے گئے اور جو خاندان اس طرح سے الاٹ شدہ رقبہ سے محروم ہوئے ان کو کوئی متبادل رقبہ بھی نہیں دیا گیا۔ جس کی وجہ سے ایسے خاندان در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے اور آخر کار مجبوراً" اپنے کلیم نارم یا یونٹ بہت ہی معمولی قیمت پر فروخت کردیئے۔ جس سے غیر مالکان کا ایک کافی بڑا طبقہ نہ صرف مالک اراضی بن گیا بلکہ اس طرح سے انہوں نے اپنی قومیت بھی سرکاری طور پر تبدیل کرلی۔ جن فوجیوں کو مارشل لاء اور ریگولیشن نمبر 9 کے تحت اراضیات دی گئی ان کی بیشتر تعداد کبھی بھی الاٹ شدہ رقبوں پر آباد نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی اکثریت تو اپنے الاٹ شدہ رقبوں کو فروخت بھی کرچکی ہے۔

آزادی ملک پاک و ہند سے قبل میو قوم کی بیشتر آبادی علاقہ میوات میں آباد تھی موضع گور گانوہ' ریاست الور' ریاست بھرت لور اور ضلع متھرا (اتر پردیش) کی تحصیل چھاتہ پر مشتمل تھی۔ علاقہ میوات کے علاوہ میو قوم کی آبادی برصغیر کے مختلف صوبہ جات' یو پی سی پی' جنوبی ہند (مالوہ) وغیرہ میں بھی کافی تعداد میں تھی ان علاقوں سے پاکستان آنے والے عموما" شہروں میں آباد ہیں کیونکہ یہ لوگ عام طور پر ملازمت پیشہ ہیں یا تجارت پیشہ ہیں۔

آزادی پاک و ہند سے کافی عرصہ قبل 1940ء کے قریب چودھری محمد یعقوب صاحب قیصری بیسروی مرحوم نے تاریخ میو لکھی تھی مگر یہ مسودہ کی حد تک محدود رہی اور چھپ نہ سکی۔ البتہ آزادی ملک کے بعد بھارتی میوات میں تاریخ میو چھتری مرتبہ مولوی عبدالشکور صاحب مرحوم نیم کا تاریخ میو قوم اور میوات مرتبہ چودھری محمد اشرف صاحب پچانکا چھپ کر مارکیٹ میں آ چکی ہیں مگر پاکستان میں مذکورہ کتابیں ماسوائے چند افراد کے پاکستان مارکیٹ میں دستیاب نہ ہیں راؤ امرت خان صاحب ملہا کا حال خوشاب نے تاریخ میو کے نام سے حصہ اول مرتب کر کے چھپوایا تھا مگر وہ بھی عام نہ ہوسکا۔ حصہ دوئم کی تیاری کے سلسلہ میں ان کی تگ و دو جاری ہے۔

پاکستان میں آباد میو قوم کی نئی نسل عام طور پر اپنے سابقہ آباؤ اجداد کے کارناموں' قومی روایات' رسم و رواج' گوت پال وغیرہ کو عموما" بھولتی جارہی ہے۔ کیونکہ ان کی رہنمائی کے لئے کتاب کی صورت میں کوئی ایسا مواد موجود نہ ہے جس سے ان کی رہنمائی ہوسکے ار نہ ہی بھاٹ جگا وغیرہ ہیں بلکہ اب تو میراثی بھی خال خال ہی دستیاب ہیں۔ جو یہ فریضہ انجام دے سکیں۔

راقم کو ابتداء ہی سے اپنی قوم کی تاریخ کو معلوم کرنے کا شوق رہا ہے مذکورہ حالات کے پیش نظر اس شوق نے مزید شدت اختیار کرلی۔ چنانچہ اپنی بساط کے مطابق اس بارہ میں تگ و دو میں مصروف رہا۔ برصغیر کی قدم تاریخوں کا بھی مطالعہ کرتا رہا مگر ان کتابوں سے تشفی نہ ہوسکی۔ کیونکہ ایک ایسی قوم جس کے بارے میں اگرچہ مورخوں نے یہ تو تسلیم کیا ہے کہ اس قوم کا تعلق آریائی نسل چھتری گروہ سے ہے مگر تاریخوں میں اس کا ذکر سرسری طور پر کیا گیا ہے حالانکہ اس قوم کی آبادی نہ صرف ہندو پاکستان بلکہ براعظم یورپ' امریکہ' افریقہ اور ایشیا کے دیگر ممالک میں زمانہ قدیم سے موجود ہے۔

انگریزی دور حکومت میں وائسرے ہند لارڈ میو جو 1869ء تا 1872ء اس عہدہ پر فائز رہا۔ آئرلینڈ کا باشندہ تھا اور میو قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ہومیو پیتھک علاج کے موجد ڈاکٹر ہانمن کا

تعلق میو قبیلے سے تھا امریکہ کے نائب وزیر خارجہ بار تھیلو میو جس نے 1991 میں بطور نائب وزیر خارجہ پاکستان کا دورہ کیا تھا میو ہے آئرلینڈ کی ایک مشہور شخصیت سر پیٹرک میو جو سال 1993ء میں شمالی آئرلینڈ کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ میو قبیلہ سے ہے۔ ویت نام کی جنگ کے دوران تباہ ہونے والے میو قبائل کا ذکر پاکستانی اخبارات میں کافی عرصہ تک ہوتا رہا۔ جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ میو قوم ایک بین الاقوامی قوم ہے اور سابقہ قوموں میں شاید ہی یہ شرف کسی دوسری قوم کو حاصل ہو۔

اب تک کی معلومات سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ ساری دنیا میں آباد قوموں کا تعلق ملک عرب سے ہے اس لئے اس سلسلہ میں معلومات حاصل کرنے کے لئے عربوں کی سابقہ تاریخوں کا مطالعہ ضروری تھا چنانچہ عربوں کی سابقہ تاریخی معلومات' دیگر تاریخ کی دستیاب کتابوں (جن کی فہرست اخیر پر درج کی گئی ہے) سے حاصل شدہ مواد اور اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے تاکہ نئی نسل کی واقفیت میں اضافہ کا باعث ہوسکے۔ حتی الامکان صحیح واقعات کو مستند کتابوں کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

یہاں پر عزیز القدر شوکت حیات چوہدری کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں یہ کتاب آپ کی خدمت تک پہنچ سکی۔

مولف محمد اسحاق میئو

ڈیروٹ بیسروی

کرشنا نگر قصور (پاکستان)

پہلا باب

میو قوم آریہ چھتری نسل ہے

میو قوم کا تعلق قدیم آریہ چھتری نسل سے ہے جو زمانہ قدیم میں گروہوں کی شکل میں مختلف ادوار میں وسط ایشیاء سے ترک سکونت کرکے براعظم ایشیا یورپ کے مختلف ممالک میں وارد ہوتی رہیں۔ آریہ کسی ایک قوم یا کسی مذہبی جماعت کا نام نہ تھا بلکہ اس کی مثال بعینہٖ اسی طرح ہے جیسا کہ آزادی پاک و ہند کے وقت ہندوستان سے ترک سکونت کرکے پاکستان میں آنے والوں کو بلا لحاظ ذات و قوم مہاجرین اور پاکستان سے ہندوستان جانے والوں کو شرنارتھی کے ناموں سے موسوم کیا گیا تھا۔ جہاں تک آریوں کو آریہ کے نام سے موسوم کرنے کا تعلق ہے اس بارہ میں مورخین کی مختلف رائے ہے۔ مورخین کا ایک طبقہ ایران کی نسبت سے آریہ کہتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ شہر آر اور اس کے گرد و نواح میں آباد قوموں کو آریہ کہتا ہے۔

جس زمانہ میں آریاؤں نے پہلی مرتبہ اپنے آبائی وطن سے ترک سکونت کرکے مختلف ممالک کا رخ کیا تھا یہ ڈھائی ہزار سال قبل مسیح کا زمانہ بتلایا جاتا ہے اس وقت ملک ایران کا کوئی وجود نہ تھا بلکہ اس وقت اس ملک کا نام فارس تھا اس لئے ایران کی نسبت سے آریہ کہنا درست نہ ہے البتہ شہر آر کی نسبت سے آریہ کہنے کی وجہ درست معلوم ہوتی ہے۔

اس بارہ میں مولوی نعمت اللہ نے اپنی کتاب **اختلاف** الاقوام و امم میں تحریر کیا ہے کہ آریاؤں کے آباؤ اجداد ساڑھے تین ہزار سال پہلے شہر آر واقعہ ساحل مشرقی بحیرہ مردار میں آباد تھے یونانیوں نے اس شہر کو آریو پولیس کہا ہے۔ یعنی آریوں کا شہر اور بائبل میں اس کا نام موابیوں کا آر ہے باشندہ آر ہونے کی وجہ سے ان کا نام پہلے آری اور بعد میں غلط العام کے طور پر آریہ مشہور ہوا۔ آریہ اقوام کے آباؤ اجداد موابی قوم سے تعلق رکھتے تھے موابی قوم اودمی قوم کی ایک شاخ ہے۔ جیسا کہ سادات قریشیوں کی ایک شاخ ہے موابی اور اودمی قوم عیسو بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں لہٰذا آریہ قوم کا ابراہیمی ذریت ہونا اظہر من الشمس ہے۔

سامی اور آریہ اقوام میں نسلی اعتبار سے فرق نہیں ہے آریہ قوم کا جد اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہے جس کو ہندو آج بھی پرہماجی کے نام سے یاد کرتے ہیں، ہندوؤں میں ہولی کے تہوار کی ابتداء حضرت ابراہیم کی یادگار کے طور پر ہوئی جو اب تک جاری ہے آریہ اقوام کے آباؤ

اجداد اپنے وطن اولین میں عربی و عبرانی بولتے تھے یورپ فارس اور ہندوستان میں آکر صدیوں تک ان کی یہی زبان تھی ہندوستان اور فارس کے آریہ 800 قبل مسیح تک عربی و عبرانی بولتے رہے پھر زبان میں یک لخت تغیر ہوا۔ اس بدلی ہوئی زبان کا نام پہلوی مشہور ہوا۔ جو بحیرہ کیپن سے لے کر وسط ہند تک کالی گھٹا کی طرح چھا گئی اس زبان میں اوستا اور وید تصنیف ہوئے سنسکرت بعد کی پیداوار ہے۔

وید دراصل الوداد ہے جو صحف ابراہیمی میں سے ایک صحیفہ تھا اس کی تدوین اول 600 قبل مسیح میں بیاس جی کے ہاتھ سے ہوئی۔ اسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ بدھ مت کے دور میں ان ویدوں پر سخت مصیبت آئی اور قریب قریب دنیا سے مفقود ہوگئے تھے لیکن بدھ مت کے زوال کے وقت عوام الناس نے جن میں عورتیں بھی شامل تھیں نئے نئے وید بنانے شروع کئے جن کی تعداد 1131 تک پہنچ گئی۔ تاریخ عالم مصنفہ سعید کانپوری کے مطابق آریہ قوم جب فارس میں آباد ہوئی تو اس ملک کا نام پہلے امیرانیہ پڑا اور پھر آہستہ آہستہ ایران ہوگیا جس سے ظاہر ہے فارس کا نام آریہ قوم کی وجہ سے ایران ہوا تھا۔

تاریخ اہل ہند مصنف ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے مطابق نہایت قدیم زمانے ہی سے ایک اعلیٰ درجہ کی قوم شمال و مغرب کی جانب سے اہل باشندوں کو زک دے کر ہند میں داخل ہونا شروع ہوئی یہ قوم آریہ نسل سے تھی برہمن کشتری نیز انگریز انہیں کی اولاد سے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصل میں وسط ایشیا سے آئی تھی اور اسی مرکز سے چند شاخیں مشرق اور چند مغرب کو روانہ ہوئیں جنوب کی جانب روانہ ہونے والوں میں سے ایک شاخ نے فارس کی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ یونانیوں' رومیوں' انگریزوں اور ہندوؤں کے آباو اجداو ایشیا میں ایک ہی جگہ رہتے تھے ایک ہی زبان بولتے تھے ایک ہی دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے اگرچہ بادی النظر میں یورپ و ہند کی زبانوں میں بہت فرق معلوم ہوتا ہے مگر وہ ایک ہی ماخذ یعنی آریہ زبان سے مشتق ہیں۔

(ترجمان ا مولانا ابو الکلام آزاد)

انہیں قبائل کا ایک ابتدائی گروہ وہ تھا جو آریہ نسل کے نام سے پکارا گیا۔ اس کا ایک حصہ وسط ایشیا سے یورپ کی طرف گیا ایک مغرب کی طرف بڑھا جو فارس میڈیا اور اناطولیا میں بس گیا جس کو انڈو یورپین کے نام سے شناخت کیا گیا۔ کیونکہ یہ ہندوستان و یورپ دونوں کی آریہ اقوام کے مورث اعلیٰ تھے ان کا جو حصہ شمالی ہند میں بس گیا اس نے اپنے نسلی خطاب سے

برابر رشتہ رکھا اور اپنے آپ کو آریہ ورت تھا جو فارس اور میڈیا میں بسا اس نے اپنی ابتدائی قیام گاہ کو اریانہ کے نام سے موسوم کیا جسے اوستا میں ایرانہ کہا گیا اور یہی ایرانہ 'ایران بن گیا۔

ڈاکٹر سید محمود کے تاثرات :۔ عراق' فارس (ایران) اور ہندوستان کا بہت پرانا تعلق ہے تینوں ملکوں کی تہذیب و تمدن کا دنیا کی بہت پرانی تہذیبوں میں شمار ہے کابل کا تعلق موہن جوڈارو سے کیا جاتا ہے اور موہن جوڈارو کی تہذیب کابل کی تہذیب کی ایک کڑی کہی جاتی ہے قصر جمشید جو شیراز سے قریباً" ایک میل کے فاصلے پر ہے اسے دیکھ کر یونانی تہذیب کی غارت گری کا قصہ یاد آجاتا ہے۔ قصر جمشید سکندر کی غارت گری سے اگر محفوظ رہتا تو دنیا ایرانی تہذیب و تمدن کا آج بھی تماشہ دیکھ کر حیران رہ جاتی۔ قصر جمشید کے درو دیوار پر فارسی زبان میں یہ عبارت کندہ ہے۔

"خدا اس قصر کو تباہی و خشک سالی اور جھوٹ سے محفوظ رکھے"

بعض اہل تاریخ کا بیان ہے کہ جو گروہ پہلے پہل شہر آر سے اٹھا تھا اور وارد ہندوستان ہوا تھا اس نے اپنے قدیم شہر آر کے نام پر ہندوستان میں ایک شہر ارور نامی آباد کیا تھا۔ جو صوبہ سندھ میں قریباً" چودہ سو سال قبل موجود تھا جس کو 93 ہجری میں سندھ کے مشہور اور نامور فاتح محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو شکست دے کر فتح کیا تھا۔

قرائن بتاتے ہیں کہ میوات کے مشہور شہر الور کا نام بھی ارور تھا۔ پس یہ تحقیق شدہ امر ہے کہ آریہ' آرین' ایرین وغیرہ الفاظ سے پکاری جانے والی تمام اقوام دراصل شہر آر ہی کے نام کی طرف منسوب ہیں۔

ساری علمی دنیا کی معلومات اور توریت کی کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی موجودہ آبادی حضرت نوحؑ کے تین بیٹوں حام' سام اور یافث سے وجود میں آئی جس مقام پر حضرت نوحؑ کی کشتی ٹھہری تھی وہ مقام و آبادی اس جگہ سے جہاں شہر آر کا محل وقوع ہے بالکل قریب ہے۔ یہ بات بھی قطعی طور پر اس امر کی شاہد ہے کہ تقریباً" ساری دنیا کا یہ مسلمہ مسئلہ بن گیا ہے کہ روئے زمین کی ابتدائی آبادی وسط ایشیا رہی ہے۔ یورپ' افریقہ کی چند اقوام اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد ایشیا کوچک سے نقل مکانی کر کے آئے تھے اور ان نقل مکانی کرنے والوں میں کلدانی' ارامی' بنی ابراہیم' بنی اسماعیل' بنی اسرائیل اور بنی مدین وغیرہ اقوام تھیں جو 2500 قبل مسیح سے لے کر عہد سکندر تک آتی ہیں۔

زمانہ حال کی جدید تحقیقات جو علم الآثار کی روشنی میں کی جا چکی ہیں ان سے یہ بات اہل تاریخ پر منکشف ہو چکی ہے کہ تمام عرب ارم بن سام کی اولاد ہیں اور عاد و ثمود اسلاف عرب تھے۔

دوسرا باب

میو قوم ایک نہایت قدیم قوم ہے

میو قوم اور اسکی تاریخ نہ صرف قدیم ہے بلکہ نہایت ہی قدیم ہے اور اس قوم کا تعلق ان قوموں سے ہے جن کا ذکر کلام پاک میں بیان ہوتا ہے طوفان نوح کی زندگی ثانی کے بعد توریت دنیا کی تمام قوموں کو تین خاندانوں میں تقسیم کرتی ہے۔ حضرت نوح کے تین بیٹے حام' سام اور یافث تھے۔ تمام دنیا ان ہی تین نسلوں کی یادگار ہے توریت کی ان تمام خاندانوں میں بنو سام سے تعلق ہے اور بنو سام میں سے بھی وہ صرف دو کی اولادوں کا ذکر کرتی ہے ارام اور ارفحش۔

(i) ارام کے بیٹے عوض' حول' حشراور مس تھے۔

(ii) ارفحش کے بیٹے کا نام سلح تھا سلح سے عبد پیدا ہوا جو تمام بنی عبد یعنی بنو قحطان' بنو ابراہیم' بنو اسماعیل' بنو اسرائیل کا باپ تھا عبد کے دو بیٹے تھے یقطان یعنی قحطان جو قحطانی عربوں کا جد اعلیٰ تھا۔

حضرت ابراہیم کے تین بیٹے تھے۔ (i) اسماعیل جو عرب کے اسماعیلی عربوں کے باپ ہیں۔ (ii) اسحاق جن سے اسرائیل کا گھرانا چلتا ہے اور (iii) بنی قطورا جن میں ایک مدین ہے۔

امم سامیہ کے مسکن کے بارہ میں مورخین عرب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان کا مسکن اول عرب تھا۔ جسکی تائید یورپ اور امریکہ کے علماء کی ایک جماعت نے کی ہے۔

عرب کے ملک میں پانی کا دریا نہیں ہے مگر وہاں انسانوں کا دریا ہے تاریخ نے چار بار اس دریا میں طوفان آتے دیکھا ہے پہلا طوفان ولادت مسیح سے قریباً" ڈھائی ہزار برس پہلے جب یہاں سے قبائل کا سیلاب موجیں مارتا ہوا۔ بابل' اسیریا' مصر' فنیشیا (کنعان)' یورپ اور ہندوستان میں پھیل گیا۔ اس سیلاب کا زور کم ہو رہا تھا کہ پانچ سو قبل مسیح کے قریب ایک اور طوفان اودی' موابی اور مدیانی قبائل کا اٹھا اور پاس کے ملکوں میں پھیل گیا لیکن اس کا دائرہ پہلے سے کم تھا تیسری بار معینی سبائی وغیرہ اٹھے اور پھیلے لیکن سب سے آخری طوفان جو پہلی صدی ہجری میں مسیح سے چھ صد برس بعد اٹھا وہ سب سے زیادہ وسیع الاثر تھا جو ایک طرف دریائے گنگا سے مل گیا اور دوسری طرف بحر محیط سے۔

قوم نوح کی بربادی کے بعد عرب میں جو سب سے پہلی مقتدر اور حکمران جماعت ظہور پذیر ہوئی قرآن حکیم کی زبان میں اسکا نام عاد ہے قرآن حکیم نے عاد کی حقیقت یہ بیان کی ہے۔

الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہوا کہ عاد ارم ہی کا حصہ تھا۔ دوسری جگہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

و اذکر اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح (سورۃ اعراف)

اے عاد کے لوگوں خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے قوم نوح کے بعد تم کو اپنی خلافت عطاء کی (یعنی حکومت دی)

عاد کی مرکزی حکومت عرب کے بہترین حصہ یعنی یمن اور حضر موت میں ساحل خلیج فارس سے حدود عراق تک تھی۔ دراصل حکومت کا مرکز یمن تھا لیکن خلیج فارس کے کنارے کنارے وہ عراق تک وسیع تھی جس سے نہایت آسانی سے وہ راہ معلوم ہوسکتی ہے جدھر سے یہ قوم عرب سے عراق میں اور عراق سے دیگر ممالک میں پھیلی اور یہی جدید تحقیقات کی رو سے امم سامیہ کا راستہ سمجھا جاتا ہے۔

قوم عاد کی عذاب الہی کے باعث تباہی ہوئی۔ حضرت ہود نے اپنے متبعین و صالحین کے عاد کے عذاب سے نجات پائی روایات عرب میں ہے کہ وہ عذاب الہی سے پہلے عاد کی آبادی سے نکل کر حجاز چلے گئے تھے حجاز میں آباد ہونے کے بعد صالحین عاد نے اپنے آپکو قوم ثمود میں مدغم کر لیا تھا۔

قوم ثمود نے بھی قوم عاد کی طرح بڑی شہرت حاصل کی جس کا ذکر کلام پاک میں اسطرح کیا گیا ہے۔

واذ کنا اذ جعلکم خلفاء لمن بعد عاد۔

(ثمود) یاد کرو کہ خدا نے تم کو عاد کے بعد جانشین بنایا۔

ثمود جنوبی و شمالی عرب پر قابض تھے جس کو اس زمانہ میں وادی القریٰ کہتے تھے۔ وادی القریٰ اس لیے کہتے تھے کہ اس عہد قدیم میں یہ وادی چھوٹی چھوٹی آبادیوں سے جا بجا آباد تھی ان آبادیوں کے سنگی کھنڈر اور آثار و جغرافین اسلام نے دیکھے اور اب بھی باقی ہیں۔ قرآن پاک میں سورۃ حجر میں وادی سے مراد اسی وادی القریٰ ہے۔ ثمود کے ملک کا دار الحکومت حجر تھا یہ شہر اس قدیم راستہ پر واقعہ ہے جو حجاز سے شام کو جاتا ہے۔ اب اس شہر کو مدین صالح کہتے

ہیں۔

قوم ثمود کے سیاسی حالات بالکل معلوم نہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ شمالی عرب میں ایک زبردست قوم تھی فن تعمیر میں قوم عاد کی طرح اسکو بھی کمال حاصل تھا پہاڑوں کو کاٹ کر مکان بنانا' پتھروں کی عمارات و مقابر تیار کرنا اس قوم کا خاص فن تھا۔ یہ یادگاریں اب بھی باقی ہیں۔ ان پر ارامی و ثمودی رسم الخط میں کتبے منقوش ہیں۔

صالحین عاد کا قوم ثمود میں مدغم ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ قوم ثمود نے بھی فن تعمیر میں عاد کی طرح کمال حاصل کر لیا تھا' پہاڑوں کو کاٹ کر مکان بنانا' پتھروں کے عمارات و مقابر تیار کرنا اس قوم کا خاص پیشہ تھا۔

قوم کی آخری زندگی میں جو مرض پیدا ہوتا ہے ثمود بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔ خدائے واحد کی پرستش چھوڑ کر انہوں نے ستاروں کے مادی ہیکلوں کے سامنے سر جھکایا۔ حسبِ سنت الٰہی ایک پیغمبر صالح نام مبعوث ہوا۔ خدا کے پیغمبر نے خدا کی دعوت دی لیکن بدبخت قوم نے یہ دعوت قبول نہ کی اور بالآخر عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئی مگر وہ لوگ جو حضرت صالح کے پیروکار تھے انکو اللہ تعالیٰ نے اس عذاب سے بچا لیا جن کو قرآن پاک میں صالحین ثمود کہا گیا ہے بعد میں ان لوگوں نے اپنی قوم کی عذاب الٰہی سے تباہی کی بدنامی سے بچنے کے لیے اپنی قومیت کو تبدیل کر کے قوم مید سے منسوب کر لیا۔

تیسرا باب

مید قوم کا وطن

قوم مید کا وطن میسو پوٹامیہ (عراق عرب) کے مشرق میں ایک نہایت قابل یادگار ملک تھا جسے گذشتہ زمانہ میڈیا کہتے تھے اس ملک کے شمال میں بحرہ کیسپین' شمال مغرب میں آرمینیا' مغرب میں اسیریا اور جنوب میں فارس واقعہ تھا۔ جمشید نامی حکمران مید قوم سے تھا اور سامی النسل عرب تھا اس نے ایک عرصہ تک حکمرانی کی تھی۔ اس کے دور حکمرانی میں بابل اور نینوئی نے بڑی ترقی کی۔ یہ وہی جمشید تھا جو تاریخ میں جام جمشید' چاہ جمشید اور بابل و نینوئی کے باغات کی بنا پر مشہور ہے۔

ٹاڈ راجستھان کے مصنف کرنل جیمز ٹاڈ نے شجرہ نسب خاندان چندر نبسی میں راجہ ججات کو مید قوم کا مورث اعلیٰ قرار دیا ہے اور راجہ ججات کے دادا ایو کی نسبت تحریر کیا ہے کہ اس نے شہر آر بسایا تھا جس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ ٹاڈ راجستھان کے راجہ ججات اور بابل کا جمشید ایک ہی شخصیت تھی۔

مید خاندان سے تعلق رکھنے والے آٹھ بادشاہوں نے 224 سال حکومت کی تھی ان کی حکومت ضحاک بن کوش بن حام کے ہاتھوں ختم ہوتی تھی۔ ضحاک ہی نمرود تھا جس نے حضرت ابراہیم کو آگ میں جلانیکا فیصلہ کیا تھا جس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ مید قوم حضرت ابراہیم سے کافی عرصہ قبل سے میڈیا کے علاقہ میں آباد تھی۔ نمرود کے خاندان نے ایک ہزار سال تک حکومت کی۔ نمرود جمشید اور حضرت ابراہیم کا زمانہ ایک ہی تھا۔ تحقیقات اکمل کے مصنف مسٹر ضیاء الدین اکمل نے تحریر کیا ہے کہ قوم آریہ کے چند فرقوں کو دیکھ کر جو کہ وسط ایشیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے شاید ہی کوئی انکی ترقی کا اندازہ لگا سکتا۔ آریاؤں کا وہ فرقہ جس نے اول ایشیائی میدان کے اندر قدم رکھا قوم مید کے نام سے مشہور تھا اور اسیریا کے شمال مشرق کے سنگلاخ میدانوں میں مسکن گزین تھا۔

مید قوم ایرانیوں کی طرح آریہ نسل سے تھے۔ آریہ لوگ جو تشابہ زبان تھے انکے خدوخال بھی قریباً" یکساں تھے اس قوم کے عروج کے وقت دریائے سیموں سے لیکر ستلج تک پھیلے ہوئے تھے۔ فارسی مید' میگار تھین' خورسمین' ہمگرین' سوگرین' برکاتین' سالمکین' گندھارین

اور سنسکرت کے ہندوستانی سب ایک ہی تھے۔

مید قوم کے بارہ میں توریت میں لکھا ہے کہ کفار میں سب سے طاقتور اور سارے کافروں میں زیادہ خطرناک تھے۔ غالباً" اسی نسبت سے میو قوم کے بارہ میں ایک ضرب المثل ہے۔ "میو دھرتی کے دیو"

آبائی وطن سے ترک سکونت

آبائی وطن سے ترک سکونت کی عموماً" دو بڑی وجوہات ہیں۔

1- متواتر قحط سالی کی وجہ سے گزر اوقات کے ذرائع نہ صرف محدود ہو جاویں بلکہ جان و تن کا رشتہ برقرار رکھنا مشکل ہو جاوے۔

2- حکومت وقت کی ناراضگی خواہ وہ سیاسی بنیاد پر ہو خواہ مذہبی بنیاد پر جس کا عملی تجربہ 1947ء میں آزادی پاک و ہند کے موقعہ پر ہو چکا ہے۔

وسط ایشیاء سے ترک سکونت کر کے مختلف ممالک میں جانیوالے قبائل کو مذکورہ بالا وجوہات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ حضرت ابراہیم اور نمرود کی مذہبی کشمکش کے دوران اس علاقہ میں آباد مختلف قبائل کا رجحان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظاہر ہونے والے معجزات حضرت ابراہیم کی جانب سے پیش کردہ تعلیمات کے مطابق عملی اقدامات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا جس کے نتیجہ میں آبادی کے بیشتر حصہ نے نمرود کو رب اعلیٰ ماننے سے انکار کر دیا تھا جس کی وجہ سے نمرود کی حکومت نے ایسے لوگوں کے خلاف سخت ترین تادیبی اقدامات اختیار کئے جو ان لوگوں کی اپنے وطن سے ترک سکونت کا باعث بنے۔

چنانچہ ان لوگوں نے جو مختلف قبائل پر مشتمل تھے اپنے آبائی وطن کو خیرباد کہہ کر مختلف ممالک کا رخ کیا اور غالباً" یہ پہلا موقعہ تھا جبکہ وسط ایشیا کے مختلف قبائل نے ایک طرف ہندوستان کا اور دوسری طرف یورپین ممالک کا رخ کیا اور اپنے قدیمی مسکن شہر آر اور اس کے گردو نواح پر آباد ہو جانے کی نسبت سے اپنے آپ کو آریہ کے نام سے موسوم کیا یہ غالباً" دو ہزار قبل مسیح کا زمانہ تھا۔ ان قبائل میں سے مذہبی رجحان رکھنے والے اور جنگجو قبیلوں کے بیشتر لوگوں نے ہندوستان کا رخ کیا۔ مذہبی رجحان رکھنے والے صحف ابراہیم میں سے ایک گرامی صحیفہ جس کا نام الوداد تھا اپنے ہمراہ لے آئے جو بعد میں چار حصوں میں تقسیم کردیا گیا اور ان کا نام الوداد کی بجائے وید رکھ دیا گیا جو رگ وید، سام وید، یجروید اور اتھروید کے ناموں سے منسوب

کیے گئے۔

مذہبی رجحان رکھنے والوں نے ہندوستان میں آکر اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کی نسبت سے برہمن کا اعلیٰ ترین طبقہ قرار دے کر شادی، غمی، قربانی اور مذہبی رسومات کی انجام دہی کا منصب سنبھال لیا اور جنگجو قبیلوں کو کشتری یا چھتری کا طبقہ قرار دیا۔ اس چھتری طبقہ میں سب سے زیادہ حصہ مید قوم کا تھا جو شمالی ہند میں دوآبہ گنگ و جمن، پنجاب کے غربی حصہ اور سندھ کے بیشتر حصہ میں اپنے قدم جما چکی تھی بلکہ حکمران بھی بن چکی تھی۔ دوآبہ گنگ و جمن میں آباد ہونے والوں میں سری رام چندر جی، سری کرشن جی اور کورو پانڈو کے آباؤ اجداد کا تعلق مید قوم سے تھا۔

سری رام چندر جی اس کے بھائی لکشمن اور دھرم پتنی سیتا نے اپنے بن باس کا سارا عرصہ جنوبی ہند جو کہ اس زمانہ میں سندھ کہلاتا تھا میں گذرا تھا۔ جس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اس علاقہ میں ان کے آبائی وطن وسط ایشیا سے تعلق رکھنے والے قبیلہ مید سے تعلق رکھنے والے لوگ نہ صرف آباد تھے بلکہ ان کی حکومت بھی تھی جس کی وجہ سے انہیں ہر قسم کی آسانی میسر تھی۔ بن باس کی مدت میں ابھی ایک سال باقی تھا کہ ایک دن لنکا کے راجہ راون کی بہن سروپ نکھا راستہ بھٹک کر اس جنگل میں آ نکلی۔ اس کی ملاقات رام چندر جی اور لکشمن سے ہوئی۔ اس نے رام چندر جی اور لکشمن سے کہا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک اس سے شادی کرلے ہر دو نے انکار کردیا۔ مزید اصرار پر لکشمن نے سروپ نکھا کی ناک کاٹ ڈالی۔ سروپ نکھا نے اپنی بے حرمتی کا تذکرہ نمک مرچ لگا کر اپنے بھائی راون سے کیا۔

راون ایک لشکر جرار لے کر ڈنڈک کے جنگل میں وارد ہوا۔ رام چندر جی اور لکشمن کو نہ پا کر سیتا کو اٹھا کر لے گیا۔ رام چندر اور لکشمن نے واپسی پر سیتا کو نہ پا کر جستجو کی۔ بالاخر کافی تلاش و جستجو کے بعد جب انہیں پتہ چلا کہ سیتا کو راون لے گیا ہے تو انہوں نے جنوبی ہند کے راجہ سگریو جو کہ ان کا ہم قوم اور ہم قبیلہ تھا سے سیتا کی واپسی کے لئے امداد طلب کی جس نے اپنے سپہ سالار ہنومان کو فوج دے کر رام کے ساتھ بھیجا۔ اس لشکر نے لنکا پر دھاوا بول دیا اور خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں راون کو شکست ہوئی اور مارا گیا۔ رام اور لکشمن سیتا کو لے کر واپس ہوئے۔ لنکا کا راج رام چندر نے راون کے بھائی ببھکشن کو دے دیا۔ اس واقعہ کی یاد میں ہندو دسہرہ کا تہوار ہر سال بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ اس عرصہ میں بن باس کی مدت

ختم ہوگئی۔ اس لئے تینوں بن باسی واپس اجودھیا ہوئے۔ لوگوں نے ان کا شاہانہ استقبال کیا اور راجہ رام چندر جی کو گدی سونپ دی گئی۔ رام چندر جی کی اجودھیا کی واپسی کی یاد' دیوالی کے تہوار کی صورت میں ہر سال منائی جاتی ہے جس میں چراغاں ہوتا ہے اور دولت کی دیوی لکشمی کی پوجا ہوتی ہے۔ میو قوم کی **دھنگل** پال کا تعلق سری رام چندر جی کے خاندان سے ہے۔

رامائین

رام چندر جی اور راون کی لڑائی کا مفصل حال منظوم صورت میں رامائن میں درج ہے جس کو والمیک رشی نے قلمبند کیا تھا۔ اس کتاب میں کوئی چوبیس ہزار کے قریب اشلوک ہیں جن کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے پانچ کے متعلق ہندو مورخین کا قطعی فیصلہ ہے کہ والمیک کی تصنیف' میں پہلا اور آخری حصہ بعد کے اضافے معلوم ہوتے ہیں۔ اکبر اعظم کے زمانہ میں تلسی داس نے والمیکی رامائن کا ترجمہ ہندی زبان میں کیا تھا۔ اصل کتاب ناپید ہے آج کل یہی ترجمہ دستیاب ہے اور تلسی رامائن کہلاتا ہے ہندوؤں کے نزدیک ویدوں کے بعد رامائن مقدس ترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔

جنگ مہابھارت

مید قبائل کی ایک بڑی جنگ آپس میں ہوئی تھی۔ یہ جنگ مہابھارت کے نام سے مشہور ہے اس جنگ میں مید قبائل کے علاوہ دوسرے قبائل نے بھی فریقین کے امدادی کے طور پر حصہ لیا تھا۔ یہ جنگ 1100 قبل مسیح کے زمانہ میں ہوئی بیان کی گئی۔ ہے اس جنگ کا پس منظر اس طرح ہے۔

مہابھارت کی کہانی کا مرکز ہستناپور کی ریاست ہے یہ شہر دہلی سے تقریباً" ساٹھ میل کے فاصلہ پر آباد تھا یہاں پر مید قوم کے چندر بنسی خاندان کی حکومت تھی وچتر وریا حکمران تھا اس کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام دھرت راشٹر اور چھوٹے کا نام پانڈو تھا۔ بڑا بیٹا پیدائشی اندھا تھا جس کی وجہ سے چھوٹا بیٹا پانڈو گدی پر بٹھایا گیا۔ اندھے بیٹے دھرت راشٹر کے تقریباً" ایک سو بیٹے تھے جن میں سب سے بڑا دریودھن تھا یہ سب کورو کہلاتے تھے۔ پانڈو کے پانچ بیٹے یدھشٹر' بھیم' نکل' سہدیو اور ارجن تھے۔

پانڈو کے انتقال کے بعد دھرت راشٹر اپنے خورد سالہ بھتیجوں کی جانب سے حکومت کرنے لگا۔ دھرت راشٹر کو اپنے بھتیجوں میں سب سے زیادہ محبت یدھشٹر سے تھی چنانچہ جب وہ جوان

ہوا گدی اس کو سونپ دی۔ جس سے کوروؤں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے اس کو قتل کرنے کی سازش کی۔ لیکن پانڈوؤں کو اس سازش کی بروقت خبر ہو گئی۔ یدھشٹر اپنے چاروں بھائیوں سمیت جان بچا کر بھاگ نکلا۔ اس زمانہ میں پانچال کے راجہ دروپد نے اپنی لڑکی کرشنا (درویدی) کی سوئمبر کی رسم منعقد کی۔ جس میں دور دراز کے راجے مہاراجے شامل ہوئے اور سب نے قسمت آزمائی کی لیکن ناکام رہے۔ ارجن نے سوئمبر کی رسم جیت کر درویدی سے شادی کرلی۔

پانچال کی حکومت کے سہارے پانڈوؤں نے ہستناپور کی حکومت کو بزور شمشیر حاصل کرنا چاہا چنانچہ معمولی لڑائی کے بعد باہمی معاہدہ کے مطابق ریاست کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ اپنے علاقہ میں پانڈوؤں نے اندر پرست کے نام سے ایک شہر آباد کیا جہاں آج کل دہلی ہے۔ کورو، پانڈوؤں کی بربادی کے درپے رہے چنانچہ کوروؤں کے لیڈر دریودھن نے ایک دن یدھشٹر سے جوا کھیلتے ہوئے اس کی حکومت، مال و دولت حتیٰ کہ درویدی بھی جیت لی اور پانڈوؤں کو تیرہ برس کے لئے بن باس بھیج دیا۔ جب پانڈو بن باس سے واپس آئے تو کوروؤں سے اپنی سلطنت واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔ اسی اثنا میں ارجن کے لڑکے جو سری کرشن جی کا بھانجہ تھا کی شادی ہو گئی۔ سری کرشن جی نے دریودھن اور اس کے بھائیوں کو ہرچند سمجھایا کہ وہ پانڈوؤں کا حق انہیں دے دیں مگر ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ جس کی بنا پر کورو کیشتر کے میدان میں ایک خونریز لڑائی ہوئی جس میں ہندوستان کے تمام راجہ، مہاراجہ شریک ہوئے۔ اٹھارہ دن تک خوب اینٹ سے اینٹ بجی۔ بالآخر پانڈوؤں کو فتح ہوئی اور تمام کورو مارے گئے۔ ہستناپور اور اندرپرست دونوں پر پانڈوؤں کا قبضہ ہوگیا۔ مہابھارت کی جنگ کو مہاکوی میو شاعر سعد اللہ نے میواتی زبان میں منظوم کیا ہے۔

بھگوت گیتا

بیان کیا جاتا ہے کہ مہابھارت کی جنگ میں سری کرشن نے ارجن کے رتھ بان کے فرائض انجام دیئے تھے جب ارجن نے میدان جنگ میں اپنے مخالفوں کی صف میں اپنے عزیزوں (بھیشم پتاما) دوستوں، استادوں (دروں اچاریہ) کو دیکھ کر لڑنے سے انکار کردیا تو سری کرشن مہاراج نے اسے جنگجو کے فرائض بتا کر حق و صداقت کے لئے لڑنے پر آمادہ کیا۔ انہوں نے فرمایا "جو فرض ذاتی خواہشات کے لئے نہیں بلکہ دھرم کے لئے ادا کیا جارہا ہو اس کے راستہ

میں کوئی ذاتی تعلق یا شخصی میلان رکاوٹ نہ بننا چاہیے" اسی لئے ارجن کو بھی بلا روک ٹوک اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا کہ آتما یعنی روح (غیر فانی) ہے اسے تلوار کاٹ نہیں سکتی اور نہ ہی آگ جلا سکتی ہے یہ ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں چلی جاتی ہے اس لئے انسان کو موت سے ذرا نہیں ڈرنا چاہیے بلکہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر اپنے دھرم اور فرض پر چلنا چاہیے۔ سری کرشن مہاراج کے اس اپدیش کو بھگوت گیتا کا نام دیا گیا ہے یہ ہندوؤں کی بڑی مقدس کتاب ہے۔ اسے ہندوؤں کی بنیادی کتب میں شمار کیا جاتا ہے دنیا بھر میں اس کتاب کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس کا ترجمہ اکثر زبانوں میں ہو چکا ہے سری کرشن مہاراج ہندوؤں کے عظیم ترین اوتاروں میں سے ہیں ان سے بہت سی دیو مالائی داستانیں منسوب ہیں۔ میو قوم کی جادوپالوں' ڈیمروت' چھرکلوت' دولوت' یونگلوت اور نائی کا تعلق سری کرشن جی مہاراج سے ہے۔

سری کرشن جی :- اہل ہند اس امر پر پوری طرح متفق ہیں کہ سری کرشن شہر متھرا میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں مختلف عقیدے مروج ہیں بعض انہیں دنیا بھر کے تمام سیاست دانوں کا سردار اور ڈپلومیسی میں اعلیٰ مانتے ہیں جبکہ بعض ان کی پیغمبری کے قائل ہیں۔ بعض ان کو خدا کا اوتار سمجھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ سری کرشن کی ولادت اور پرورش کا قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ متھرا کے والی راجہ کنس کو نجومیوں نے یہ بتایا کہ اس کی موت کرشن کے ہاتھوں واقع ہوگی۔ راجہ نے یہ سن کر حکم دے دیا کہ اس لڑکے کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے۔ لیکن سری کرشن بچ گئے۔ پیدائش سے لے کر گیارہ سال کی عمر تک وہ نند نامی ایک شخص کے گھر پرورش پاتے رہے۔ آخر کار انہوں نے ایک موقعہ پر راجہ کنس کو قتل کیا اور اس کے باپ اگرسین کو تخت پر بٹھایا لیکن اگرسین کی حکومت برائے نام تھی حقیقی اقتدار خود سری کرشن کے ہاتھوں میں تھا۔

سری کرشن نے اپنی زندگی کے ابتدائی بتیس (32) سال بہت عیش و آرام میں گذارے جن کے متعلق بہت سے عجیب و غریب قصے آج تک مشہور ہیں جب عیش و آرام کے بتیس (32) سال گذر گئے تو دوسرے راجاؤں نے سری کرشن کو ستانے کی تجویز سوچی۔ بہار پٹنہ کے راجہ جراسنگھ نے ایک طرف سے متھرا پر حملہ کیا اور دوسری طرف سے ملیچھوں کے راجہ کالیون نے حملہ کر دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ دوسرا راجہ عرب کا فرمانروا تھا۔ بہرحال سری کرشن ان

دونوں راجاؤں کی یورش سے بچنے کے لئے متھرا سے دوارکا چلے گئے۔ جو احمد آباد گجرات سے دو سو میں کے فاصلہ پر دریائے شور کے کنارے آباد تھا۔ دوارکا کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔ سری کرشن نے 78 سال دوارکا کے آس پاس کے علاقوں میں گذارے اور 25 سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہو گئے۔

مولوی محمود خان میسوری نے اپنی کتاب تاریخ جنوبی ہند میں تحریر کیا ہے کہ ہندوؤں کی روایات میں ہے کہ کرشن جی نے دوارکا سے آکر تنی ورم جو کہ مدراس سے تیس میل کے فاصلہ پر تھا کا محاصرہ کیا اور میدوں کی حکومت قائم کی۔ یہ حکومت بارہ ہزار گاؤں پر تھی۔ اس خاندان کا جو کتبہ ملا ہے اس پر 239 ق م لکھا ہے مورخوں نے ان کے گیارہ بادشاہوں کے نام گنائے ہیں۔ مدراس شہر کا قدیم کا نام میدراس تھا یہ شہر مید قوم نے آباد کیا تھا۔ رسالدار رام سروپ جاٹ نے مجمع التواریخ میں اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ جنگ مہا بھارت سے پہلے سندھ میں میدوں اور جاٹوں کی لڑائی ہوئی تھی جس میں ہر دو فریق کا کافی جانی نقصان ہوا تھا۔

مسلمان جب پہلی مرتبہ سندھ میں آئے تو مید اور زط (جٹ) دو بڑی قومیں سندھ میں آباد تھیں مگر مید پہلے پنجاب میں آباد ہوئے تھے پھر سندھ میں البتہ جاٹ شروع میں ہی سندھ میں آباد ہو گئے تھے۔ مید قوم بالائے سندھ میں لڑکانہ (لاڑکانہ) سوال' خیرپور کے صوبہ جات اور وہ حصہ جو سکھر کو کچھ گنڈوا سے جدا کرتا ہے شامل تھے ان علاقوں پر کچھ عرصہ کے لئے سی مید قوم نے حکمرانی کی تھی۔ یہ قوم سمندر سے ملتان تک دریائے سندھ کے کنارے آباد تھی۔ دریائے سندھ اور قاصل کے درمیان ان کی چراگاہیں اور آبادیاں تھیں۔ بدھ کا علاقہ ملتان کی سرحد تک تھا جو سندھ میں شامل تھا۔ سندھ کے شہر بدھ مت کے پیروکاروں کے تھے جن کو مید کہتے تھے یہ طوران' مکران اور ملتان کے درمیان پھیلے ہوئے تھے۔ منصورہ سے جنوبی سندھ کی طرف زیادہ آبادیاں تھیں۔ قیقان (قلات) جو ملک سندھ کے ان شہروں میں سے ایک ہے جو خراساں سے متصل ہیں اس کے گرد و نواح میں مید قوم آباد تھی۔

عہد بنی امیہ کے ابتدائی دور میں مکران کی فتح کے بعد زیاد ابی سفیان نے راشد بن عمرو الجدید الازدی کو حاکم مکران مقرر کیا وہ مکران آئے اور قیقان (قلات) پر حملہ کیا اور کامیاب ہوئے۔ ایک سال کے بعد جب وہ فاتح اور کامیاب ہو کر سیستان کے راستہ واپس ہو رہے تھے مندر اور بھوج کے پہاڑوں کے درمیان وہاں کی پہاڑی قوم مید نے جو تقریباً" پچاس ہزار تھے

اچانک راشد کو گھیر لیا۔ راشد نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی آخر اسی جنگ میں راشد شہید ہوئے۔ راشد کی شہادت کے بعد سلیتان میں مسلمہ نے فوجی کمانڈ سنبھالی اور قوم مید کا جوانمردی سے مقابلہ کیا آخر کار بدھیہ میں جو کہ میدوں کا دارالحکومت تھا دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ریاست بدھ (بدھیہ) ایک بڑا علاقہ تھا جس کی حدود عرض میں سبی سے ساحل دریائے سندھ تک تھی وہاں میدوں کی حکمرانی تھی۔

محتصم باللہ کے زمانہ 221 ہجری میں سندھ کے گورنر موسیٰ برمکی نے وفات پائی۔ مرتے وقت وہ عارضی طور پر اپنے بیٹے عمران کو سندھ کی حکومت سپرد کر گیا خلیفہ نے بھی عمران کو سند حکومت بھیج دی۔ عمران کے زمانہ میں قیقان (قلات) کے جاٹوں نے بغاوت کردی عمران نے اس بغاوت کو فرد کردیا۔

وہ اس سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اسے مید قوم کی بغاوت کی خبر ملی وہ فوراً" موقعہ پر پہنچا اور باغیوں سے جنگ شروع کردی اسی جنگ میں تین ہزار مید قتل ہوئے۔ میدوں کا زور توڑ کر وہ الور پہنچا۔ اس کے بعد پھر اس نے دوبارہ میدوں پر حملہ کیا۔ مید قوم موقعہ پا کر ایک قلعہ میں محصور ہوگئی۔ ان لوگوں کے قریب ایک تالاب تھا جس سے یہ لوگ میٹھا پانی حاصل کرتے تھے۔ عمران کو معلوم ہوا تو اس نے سمندر سے ایک نہر نکال کر اس تالاب میں ملادی جس سے تالاب کا سارا پانی کھارا ہوگیا جس کی وجہ سے مید سخت تکلیف محسوس کرنے لگے۔ عمران نے ان پر پے در پے حملے شروع کر دیئے مگر بدقسمتی سے یمنی اور حجازی قبائل کی چپقلش پھر شروع ہوگئی وہ فوراً" اس فتنے کی طرف متوجہ ہوا۔ حالات کے لحاظ سے اس نے یمنیوں کی طرفداری کی آخر حجازیوں کے ایک سردار عمر بن عبدالعزیز ہباری نے موقعہ پا کر عمران کو قتل کردیا۔ اس کی وفات سے سندھ کو بڑا نقصان پہنچا کیونکہ ابھی پوری طرح میدوں کا قلع قمع نہ ہوا تھا۔

اسلام سے پہلے راجہ داہر کی حکومت کے زمانہ میں جس ملک کو سندھ کے نام سے موسوم کرتے تھے وہ سمت مغرب میں مکران تک۔ جنوب میں بحیرہ عرب اور گجرات تک مشرق میں موجودہ مالوہ کے وسط اور راجپوتانہ تک اور شمال میں ملتان سے گذر کر جنوبی پنجاب کے اندر تک وسیع تھا۔ عرب مورخین اس علاقہ کو سندھ کہتے تھے گویا موجودہ صوبہ سندھ' صوبہ بلوچستان' ملتان ڈویژن' بہاول پور ڈویژن' جنوبی ہند اور راجپوتانہ کا کچھ حصہ ملک سندھ کا حصہ تھے یہ ملک اتنا قدیم ہے کہ اس کے متعلق یہ بھی نہیں بیان کیا جاسکتا کہ یہ کب سے ہے اس کے نام میں کیا کیا

تبدیلیاں ہوئیں۔ تاریخ سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آج سے ہزاروں سال پہلے جب آریہ اس ملک میں آئے تو انہوں نے اس کا نام سندھو رکھا کیونکہ وہ اپنی زبان میں دریا کو سندھو کہتے تھے۔ ابتداء میں وہ اس ملک کو سندھو کہتے رہے مگر آہستہ آہستہ وہ اسے سندھ کہنے لگے۔

راجہ داہر کے عہد حکومت میں دیبل سندھ کی مشہور بندرگاہ اور شہر تھا دیبل کی بیشتر آبادی مید قوم کی تھی خلیفہ ولید بن عبدالملک کی فتوحات نے اسلامی حکومت کی دھاک دور دور تک بٹھا رکھی تھی اس وقت کے فرمانروا اور شاہان وقت ولید سے دوستی کی تمنا رکھتے تھے سراندیپ کے راجہ کی بھی خواہش تھی وہ کسی طرح ولید سے دوستی پیدا کرے۔ چنانچہ اس نے جزیرہ یواقیت سے آٹھ جہازوں کے ذریعہ حجاج بن یوسف کے پاس خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بہت سے تحائف جن میں انواع و اقسام کے موتی و جواہرات' حبشی غلام کنیزیں اور دوسری نادر اشیاء تھیں روانہ کئے۔ ان جہازوں میں کچھ مسلمان عورتیں بھی تھیں جو کعبہ شریف کی زیارت اور دارالخلافہ دیکھنے کی غرض سے جا رہی تھیں جب جہازوں کا یہ بیڑہ ملک قارون کے قریب پہنچا تو مخالف ہواؤں کے طوفان نے ان جہازوں کو بے قابو کرکے ساحل دیبل پر پہنچا دیا۔ یہاں پر ان جہازوں پر قبضہ کرکے ان کو لوٹ لیا گیا۔ مردوں اور عورتوں کو گرفتار کرکے سارے سامان اور جواہرات پر قبضہ کرلیا۔ اگرچہ سراندیپ راجہ کے آدمیوں اود عورتوں نے بتیرا کہا کہ ہم یہ مال خلیفہ وقت کے لئے لے جارہے ہیں مگر لٹیروں نے قطعا" پرواہ نہ کی اس پر ایک عورت نے چیخ کر کہا کہ (اے حجاج' اے حجاج) میری مدد کو پہنچ۔

حجاج کو عراق میں ان جہازوں کے لوٹے جانے کی اطلاع مل گئی۔ حجاج نے فورا راجہ داہر کو ایک خط لکھا کہ وہ ان تحائف کو جو خلیفہ کے لئے لنکا کے راجہ نے بھیجے تھے اور ان بیواؤں' یتیموں اور حاجیوں کو آزاد کردے جنہیں دیبل کی بندرگاہ پر قید کرلیا گیا ہے۔ راجہ داہر نے اس خط کا جواب نہایت لاپرواہی اور فریب سے دیا اور لکھا کہ یہ کام بحری ڈاکوؤں کا ہے جن پر ہمارا بس نہیں چلتا۔ متعدد تاریخ دانوں نے اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ لنکا کے جہازوں کو لوٹنے والوں کا تعلق مید قوم سے تھا جو کہ صریحا" غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ جب محمد بن قاسم نے دیبل اور الور فتح کیا تو ان جہازوں کے مسافر قیدی الور کے جیل خانہ سے برآمد ہوئے تھے۔ محمد بن قاسم نے الور کے داروغہ جیل کو اس کے ان قیدیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وجہ سے انعام واکرام سے نوازا تھا۔

بہر کیف تاریخ کے مطالعہ سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ راجہ داہر کے دور حکومت میں سندھ میں مید قوم کافی تعداد میں آباد تھی اور باوقار تھی۔ اچھوتوں کے مانند نہ تھی کیونکہ متعدد تاریخ ہائے کے مندرجات سے پایا گیا ہے کہ رائے خاندان' چچ خاندان' چچ راجہ داہر حتی کہ محمد بن قاسم کے زمانہ میں بھی جاٹوں پر حسب ذیل پابندیاں عائد تھیں۔

1- مصنوعی تلوار کے سوا وہ کسی قسم کا ہتھیار نہ باندھیں۔

2- رنگین کپڑا نہ پہنیں۔ حتی کہ سر پر پگڑی بھی نہ باندھیں۔

3- گھوڑے کی سواری بغیر زین کے کریں۔

4- ننگے سر اور ننگے پیر رہیں۔

5- جس وقت گھر سے نکلیں اپنے ساتھ کتا رکھیں۔

6- برہمن آباد کے گورنر کے مطبخ کے لئے جلانے کی لکڑیاں مہیا کریں اور اس کے لئے رہبروں اور جاسوسوں کی خدمت انجام دیں۔

ماخوذ از تاریخ سندھ۔ مرتبہ اعجاز الحق قدوسی

محمد بن قاسم کی فتوحات سندھ کے دوران مید قبائل کے چند خاندان مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے مگر بیشتر قبائل اپنے سابقہ مذہب بدھ پر ہی بدستور قائم رہے مگر اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت اور حسن سلوک کی وجہ سے اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہنے کے باوجود محمد بن قاسم کے حلیف بن گئے تھے۔ محمد بن قاسم نے سندھ کا بیشتر علاقہ اسلامی مملکت میں شامل کرلیا تھا اور اب وہ قنوج پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک شوال 95 ہجری میں حجاج بن یوسف نے وفات پائی۔ محمد بن قاسم کو اس کی وفات سے بے حد صدمہ ہوا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ ان کا چچا زاد بھائی تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کو اب اس کی فکر تھی کہ دیکھئے اب مشرقی ممالک کا اعلیٰ حکام کون ہوتا ہے۔

حجاج بن یوسف کی وفات کو ابھی آٹھ مہینے ہی ہوئے تھے کہ جمادی الثانی 95 ہجری (714-15ء) میں خلیفہ ولید بن عبدالملک نے دمشق میں وفات پائی اور ان کی جگہ سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی وہ سیاست بدل گئی جس پر ولید اور حجاج گامزن تھے۔

چنانچہ سلیمان نے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے حجاج کے مقرر کردہ افسروں کو

معزول یا قتل کرکے اپنے خیال میں راستے کے کانٹوں کو ہٹا دیا۔ اس سلسلہ میں محمد بن قاسم کو بھی مجرم قرار دے کر سندھ کی حکومت سے معزول کیا گیا اور ان کی جگہ یزید بن ابی کبشہ سکسکی سندھ کا گورنر مقرر ہوا۔ یزید بن ابی کبشہ کے ساتھ یزید بن مہلب کا بھائی معاویہ بن مہلب بھی محمد بن قاسم کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا گیا۔ یزید بن ابی کبشہ نے سندھ پہنچ کر محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے ٹاٹ کے کپڑے پہنا کر اور ہتھکڑی بیڑی ڈال کر معاویہ بن مہلب کے ساتھ عراق بھجوا دیا۔ سندھ کا یہ فاتح اعظم جب سندھ سے رخصت ہونے لگا تو اس نے رخصت ہوتے وقت یہ شعر پڑھا تھا۔

اضا عونی وای فتی اضاعوا ○ لیوم کریھتہ وسداد ثغر

ترجمہ = انہوں نے مجھے ضائع کردیا اور کیسے جوان کو ضائع کیا جو مرد نبرد آزما اور سرحد کا محافظ تھا۔

محمد بن قاسم کو واسطہ کے جیل خانے میں آل عقیل کے حوالہ کردیا۔ جنہوں نے اس کو اس قدر زدو کوب کیا کہ وہ ان سزاؤں اور تکلیفوں کو بھگتے بھگتے بائیس سال کی عمر میں واسطہ کی جیل میں انتقال کرگئے۔ سندھیوں نے محمد بن قاسم کی وفات کی خبر سن کر بڑا ماتم کیا اور وہ اس کے اخلاق و اوصاف کو یاد کرکے روئے اور شہر کیرج میں ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے انہوں نے محمد بن قاسم کا ایک مجسمہ بنا کر نصب کیا۔

جیسا کہ پیشتر ازیں تحریر کیا گیا ہے کہ مید قوم پنجاب میں آباد ہوئی تھی جبکہ جاٹ قوم ابتدا میں ہی سندھ میں آباد ہوئی تھی مید قوم نے اپنی آمد کے کچھ عرصہ بعد سندھ کا رخ کیا تھا۔ اس وجہ سے ہر دو قوم ایک دوسرے کی حریف بن گئی اور وقتاً" فوقتاً" ان میں جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ غالباً" 242 ہجری (886 ء) میں ایک بڑی لڑائی ہوئی اس لڑائی کے بعد مید قوم کو یہ علاقے ہزاروں سال آباد رہنے کے بعد چھوڑ کر اجمیر' میواڑ' جے پور' الور' بھرت پور' بیراٹھ' ماچا ہیڑی' متھرا' بیانہ' دوآہ گنگ و جمن اور دیبل کھنڈ کی طرف جانا پڑا۔ مید قوم کی آبادی کی وجہ سے اس علاقہ کا نام پہلے میدپات ہوا اور کچھ عرصہ بعد میواڑ کہلایا اور آج کل راجپوتانہ کے نام سے موسوم ہے۔ میدبات یا میواڑ کے علاقہ میں آباد ہو جانے کے بعد مید قوم نے اپنے سابقہ قبیلہ کا نام میو دوبارہ اختیار کرلیا۔ دراصل وسط ایشیا سے ترک سکونت کرتے وقت اس قبیلہ کا نام میو ہی تھا جو عربی زبان کی صرف و نحو کی وجہ سے میو کی بجائے مید بنا دیا گیا تھا اس کے بعد

بحیثیت قوم مید کا نام ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا اب اس نام کی کوئی قوم پاک و ہند میں موجود نہ ہے۔ البتہ اس کی یاد کے طور پر میو قوم میں اکثر نام' مید' میدی' امید' میدا' مید سنگھ' میدو' مدح خاں' مدے سنگھ وغیرہ کافی عرصے تک رائج رہے جو اب معدوم ہوتے جارہے ہیں۔

میدیات (میواڑ) کے علاقہ میں جب راجپوت قوم نے زور پکڑا اور جا بجا ان کی راجدھانیاں قائم ہوگئیں اور آپس کے لڑائی جھگڑے بھی شروع ہوگئے۔ ان واقعات کے پیش نظر میو قوم جو مید سے میو ہوچکی تھی علاقہ میواڑ میں عرصہ قریبا" 700/800 سال گذارنے کے بعد کوہ ارولی پربت کے دامن میں جس کی ابتدا دہلی سے ہوتی ہے اور پورے جنوبی ہند تک پھیلا ہوا ہے آباد ہوگئی۔ اس وقت یہ علاقہ غیر آباد جنگل تھا۔ میو قوم کی آبادی کی وجہ سے اس علاقہ کو میوات کے نام سے موسوم کیا گیا اور یہی نام اب تک بدستور قائم ہے۔ میوات کے علاقہ میں میوؤں کی چھوٹی چھوٹی راجدھانیاں تھیں جن میں اکثر مغل شہنشاہ اکبر کے زمانہ تک برقرار رہیں اور بالاخر ختم ہوگئے۔ اکبری عہد حکومت میں سول ڈیپارٹمنٹ میں ایک جماعت خاص میو ملازمان کی تھی۔ طبقات اکبری' مصنف سید نظام الدین

چوتھا باب

میو اور مید قبائل متحد الاصل ہیں

عرب قبائل کے ابتدائی حالات عرب مورخین نے ہی سب سے پہلے قلمبند کیے ہیں جو عربی زبان میں ہیں انہیں مورخین کے قلمبند کیے گئے واقعات کو ماخذ مانتے ہوئے بعد کی لکھی گئی تاریخ مرتب ہوئی ہیں عربی زبان میں دو حرف علت قائدے کے مطابق جمع نہیں ہوسکتے۔ اور دو ساکن بھی۔ اس لئے میو کے واؤ کو دال سے بدل کر متحرک کرکے مید بنا دیا گیا۔ میو قبیلہ نہایت ہی قدیم قبیلہ ہے۔ اس کا تعلق عرب کے سام النسل قبائل سے ہے جیسا کہ بیشتر ازیں تفصیلاً" بیان کیا جاچکا ہے۔

بلا ذری تیسری صدی کا مصنف ہے اس نے تحریبی قاعدہ کی بنا پر میو کو مد سے تبدیل کرلیا ہے کیونکہ عربوں کے ہاں یہ قاعدہ نہیں کہ میو کی طرح کوئی واؤ یا ہمزہ ان کے ہاں مستعمل ہوتی ہو۔ اس لئے واؤ کو دال مہملہ سے بدل لیا ہے جس طرح اس نے جٹ یا جاٹ کو زط لکھا ہے بعینہ اس نے یہاں تبدیلی کی ہے۔

اپنے آبائی وطن سے ترک سکونت کرنے کے بعد ہندوستان میں آنے والے قبیلہ کا نام میو ہی برقرار رہا البتہ جو قبیلہ یورپ اور ایشیا کے دیگر ممالک میں گیا اس نے اپنے اصل قبیلہ میو کے نام کو ہی برقرار رکھا۔ چنانچہ برطانیہ' آئرلینڈ' جرمنی' امریکہ' چین' ویت نام اور اس سے ملحقہ جزائر میں جہاں میو قوم کثیر تعداد میں موجود ہے میو کے نام سے موسوم ہے۔ برطانیہ' آئرلینڈ' جرمنی اور امریکہ میں تو یہ قبیلہ نہایت ہی متمول شمار ہوتا ہے۔

انگریزی دور حکومت میں وائسرائے ہند لارڈ میو 1869ء تا 1872ء تعینات رہا تھا جنوری 1869ء میں لارڈ لارنس نے وائسرے ہند کے عہدے کو ایک آئرلینڈ کے امیر کے سپرد کیا جس کا نام ارل آف میو تھا اس کی عمر 47 سال تھی۔ وہ عرصہ تک آئرلینڈ کا ایک کامیاب چیف سیکرٹری بھی رہ چکا تھا اگرچہ اس کا تقرر بطور وائسرائے ہند لارڈ ایلی نے کیا تھا لیکن گلیڈ سٹون نے بھی اسے اس عہدہ پر برقرار رکھا۔

لارڈ میو بڑا خوش خلق اور مہربان وائسرے تھا۔ اس نے اپنی تقرری کے عرصہ میں اجمیر میں میو کالج' لاہور میں میو ہسپتال اور میو گارڈنز قائم کیے۔ 1872ء میں جبکہ لارڈ میو جزائر

انڈمان کا دورہ کر رہا تھا ایک مجرم شیر علی نے پورٹ بلیئر پر قتل کر دیا۔ ہومیو پیتھک علاج کے موجد جرمنی کے ڈاکٹر ہانمن میو کا تعلق بھی میئو قبیلہ سے ہے۔

آئر لینڈ کی ایک اور مشہور شخصیت سر پیٹرک میو سال 1993ء میں شمالی آئر لینڈ کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ 1991ء میں امریکہ کے نائب وزیر خارجہ مار تھیلو میو تھے جنہوں نے پاکستان کا دورہ کیا تھا۔ اسی طرح سے ویت نام کی جنگ کے دوران پاکستانی اخبارات میں ویت نام میں آباد میئو قبائل کا ذکر کافی شدومد سے ہوتا رہا تھا۔

مذکورہ واقعات سے اس امر کی بخوبی نشاندہی ہوتی ہے کہ میو قوم ایک بین الاقوامی قوم ہے میرے خیال کے مطابق سابقہ قوموں میں یہ شرف شاید ہی کسی دوسری قوم کو حاصل ہو۔ بہرکیف یہ امر مسلمہ ہے کہ میئو قوم اور میڈ قوم ایک ہی ہیں اور متحد الاصل ہیں۔

ایک زبان سے دوسری زبان میں ناموں' قوموں' شہروں کی تبدیلی کا یہ عالم ہے کہ آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا کہ یہ تبدیلی کس قانون قاعدے یا اصول کے تحت کی گئی ہیں جس کی ہزاروں مثالیں ہمارے روزمرہ کے مشاہدہ میں ہیں مثلاً" حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی زبان میں ابراہام اور کسی زبان میں برہما کہا گیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو انگریزی زبان میں ڈیوڈ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیشاؤ یسوع' سلیمان علیہ السلام کو سولیمن' یوسف علیہ السلام کو جوزف' جمشید کو جمات' یعقوب علیہ السلام کو جیکب' ہندوستان کو انڈیا' اسحاق علیہ السلام کو آئزک اسحاک سندھ' انڈس' سکندر اعظم کو الیگزینڈر وغیرہ وغیرہ

پانچواں باب

علاقہ میوات کی جغرافیائی صورت

آزادی پاک و ہند کے وقت میو قوم کا سب سے بڑا مسکن میوات تھا۔ علاقہ میوات کی جغرافیائی صورت مختلف ادوار میں بدلتی رہی۔ شہاب الدین غوری کے عہد میں میوات کی سرحدیں دلی سے شروع ہو کر اجمیر تک اور اجمیر سے آگرہ تک پھیلی ہوئی تھیں اس کے بعد دوسرا دور آیا اس دور میں سرحدیں دلی سے بیانہ متھرا اور مغرب میں جے پور تک رہ گئیں۔ لیکن اس کے بعد بھی انقلاب آتے رہے۔ مسلمان بادشاہ اور دوسرے راجگان میوات پر حملے کرتے رہے جس کے نتیجہ میں میوات کا جغرافیہ اور بھی محدود ہو تا گیا۔

لودھی عہد حکومت میں کوٹلہ صوبہ میوات کی راجدھانی تھی اس وقت میوات میں دلی کا جنوبی حصہ' ریواڑی' نارنول' تجارہ' الور' بیانہ' بھرت پور اور آگرہ وغیرہ علاقے شامل تھے۔ مغل تاجدار بابر کے عہد میں الور اور بھرت پور میں میوات کی راجدھانیاں تھیں۔ طوائف الملوکی اور سیاسی انتشار کی وجہ سے میوات کا بیشتر حصہ مہاراجہ جے پور کے قبضہ میں چلا گیا۔ مہاراجہ جے پور اور والیان میوات کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھرت پور اور الور کی دو علیحدہ ریاستیں قائم ہو گئیں اور میوات کا بڑا علاقہ ان ریاستوں کے زیر اثر آ گیا۔

انگریز سرکار نے فیروز پور جھرکہ کی ریاست نواب احمد بخش خان کو انعام میں دی تھی لیکن کچھ عرصہ بعد یہ ریاست بھی 1834ء میں ضبط کر لی گئی۔ انگریزی حکومت نے صوبہ جات یو پی پنجاب کی نئی حد بندیاں کیں جس میں ضلع آگرہ کو مختصر کر دیا گیا اور میوات کا وہ حصہ جو ضلع آگرہ میں شامل تھا ضلع گوڑ گانوہ و متھرا کا حصہ بنا دیا گیا۔ اس طرح میوات کے علاقہ کی یک جہتی بارہ بارہ ہو کر مختلف اضلاع اور ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ آج جس علاقہ کو میوات کہا جاتا ہے وہ بہت محدود ہو گیا۔ اس کی سرحدیں اب شمال میں مہولی سے شروع ہو کر موجودہ تحصیل الورنک اور مغرب میں کوٹ قاسم بہروڑ وغیرہ سے شروع ہو کر برج کے علاقہ تک جاتی ہیں موضع بجھور میوات کا آخری گاؤں ہے جو برج کے عین کنارے پر واقعہ ہے تحصیل چھانہ ضلع متھرا' یو پی میں میوؤں کی کافی آبادی ہے لیکن یہ علاقہ اب برج کہلاتا ہے اس طرح سے میوات اب مندرجہ ذیل تحصیلات و پرگنہ جات پر مشتمل ہے۔

ضلع گور گانوہ (ہریانہ) کی تحصیل بلب گڑھ کا مغربی حصہ' گور گانوہ تحصیل کا نہ بلاک تحصیل ہائے نوح و فیروز پور جھرکا

ضلع الور (راجستھان) کی تحصیلات تجارہ' رام گڑھ' کشن گڑھ' الور' گوبند گڑھ' لچھمن گڑھ اور کٹھومر کا کچھ حصہ

ضلع بھرت پور (راجستھان) کی تحصیلات کامنہ' پہاڑی اور نگر کا کچھ حصہ' تحصیل چھاتہ ضلع متھرا (یو پی) کے مغربی دیہات

متحدہ ہندوستان میں میو قوم کے علاوہ کسی بھی قوم کی ایک جگہ پر اتنی بڑی آبادی نہ تھی میو قوم کی ایک بڑی تعداد قریباً" چھ سات لاکھ اس وقت بھی علاقہ میوات میں آباد ہے۔ ضلع گوڑ گانوہ کی تحصیلات فیروز پور جھرکا اور نوح میں تو یہ آبادی اس کثرت سے موجود ہے کہ یہ بھی محسوس نہیں ہوتا کہ اس علاقہ سے کوئی آبادی ترک سکونت کرکے جا چکی ہے البتہ اضلاع الور و بھرت پور میں کافی کمی محسوس ہوتی ہے۔

علاقہ میوات کے علاوہ میو قوم کی آبادی یو پی (اتر پردیش) کے اضلاع ڈیرہ دون' پیلی بھیت' گونڈہ' بلند شہر' ہمیر پور' بلیا' بستی' بنارس' سہارن پور' فتح پور' جون پور' علی گڑھ' سیتا پور' مظفر نگر' کان پور' مرزا پور' میرٹھ' اناؤ' پرتاب گڑھ' بدایوں' کھیری' اناوہ' باندہ' غازی پور' بریلی' الہ آباد' گورکھپور' شاہ جہاں پور' فیض آباد' ایٹہ' رائے بریلی' بارہ بنکی' متھرا' ہردوئی' فرخ آباد' اعظم گڑھ' بہرائچ' بجنور' جھانسی' مراد آباد' للت پور' مین پوری' لکھنؤ' سلطان پورہ' آگرہ اور جالون میں تھی۔

مدھیہ پردیش میں مالوہ میوؤں کا دیس تھا جہاں مختلف اضلاع (قدیم ریاستوں) میں میوؤں کی آبادی تھی یہ عموماً" اجین' بھوپال' گوالیار' اندور' دیواس' چاڈزہ' دھار' نرسنگھ گڑھ' راج گڑھ' شاہ جہاں پور' سارنگ پور اور جھالاوار کے علاقے تھے جہاں میوؤں کے مستقل قصبات آباد تھے۔

راجپوتانہ میں اجمیر' جودھ پور' مارواڑ' اودے پور' سانگانیر' کوٹہ' ٹونک وغیرہ میں بھی میو آباد تھے۔ حیدر آباد دکن میں بھی میوؤں کی آبادیاں تھیں۔ پنجاب کے اضلاع حصار' کرنال اور فیروز پور میں بھی میوؤں کی آبادی تھی۔

عام خیال یہ ہے کہ یو پی' مدھیہ پردیش کی کچھ آبادیاں تو قدیم تھیں جبکہ بیشتر آبادیاں علاقہ

میوات سے مختلف اوقات میں ترک سکونت کر کے جانیوالوں نے آباد کی تھیں جس کی وجہ مختلف تواریخ کے مطالعہ سے یہ پائی گئی ہے کہ علاقہ میوات جو کہ نہایت وسیع و عریض علاقہ تھا۔ اور جہاں پر میوؤں کی چھوٹی چھوٹی راجدھانیاں تھیں۔ پرتھوی راج کے زمانہ سے لیکر مغلیہ خاندان کے آخری زمانہ تک تاجداران دلی کے غیظ و غضب کا شکار رہا تھا۔

میوؤں کی سب سے بڑی تباہی غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت میں ہوئی۔ غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں دلی کی تلپیٹی میں راؤ کاکو رانا کی عملداری تھی جو دلی کی حکومت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا بلکہ باغیانہ رویہ رکھتا تھا چنانچہ کاکو رانا کی سرکوبی کے لئے بلبن نے میوات پر فوج کشی کی۔ کاکو رانا بھی اس لڑائی کے لئے تیار تھا اس نے اپنی امداد کے لیے میوات کے سارے سرداروں کو بمعہ انکی سپاہ کے اکٹھا کر لیا تھا۔ گڑھ دھامیٹ کے مقام پر خون ریز لڑائی ہوئی اس لڑائی میں لاکھوں کی تعداد میں میو مارے گئے باقی بچنے والوں میں سے بیشتر علاقہ میوات سے ترک سکونت کر کے میوات سے باہر مختلف مقامات پر جا کر آباد ہو گئے۔

دوسری بڑی تباہی ظہیر الدین بابر مغل بادشاہ کے زمانہ میں ہوئی جس میں بہت سے میو مارے گئے اور بہت سے میو خاندان علاقہ میوات سے ترک سکونت کر گئے۔

آخری تباہی سال 1947ء میں آزادی پاک و ہند کے موقع پر ہوئی جس میں بہت سے خاندان ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے ختم ہو گئے اور باقی بچنے والوں کی بیشتر تعداد اپنے آبائی وطن میوات جہاں وہ ہزاروں سال سے آباد تھے ترک سکونت کرنے پر مجبور کر دیئے گئے۔

ضلع گوڑگانوہ متحدہ پنجاب کا آخری ضلع تھا جس کی سرحدیں ایک طرف صوبہ دلی سے جانب مشرق کے ضلع متھرا و بلند شہر سے اور جانب جنوب ریاست ہائے الور اور بھرت پور سے ملتی تھیں۔ جس کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے ایک طویل سفر کرنا پڑا اور راستہ میں مختلف مقامات پر ہندو بلوائیوں کے حملوں کی وجہ سے کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

چھٹا باب

میو قوم اور راجپوت

راجپوت کی وجہ تسمیہ : راجپوت سے مراد راجاؤں کی اولاد ہے یہ نام اس حکمران طبقہ کو دیا گیا جو مسلمانوں کی حکومت سے قبل برصغیر کے اکثر و بیشتر علاقوں پر قابض تھا چونکہ یہ لوگ خود کو قدیم کشتری راجاؤں کی اولاد قرار دیتے تھے اس لیے انہیں یہ نام (راجپوت) دیا گیا۔

مہاراجہ ہرش کے بعد کی صورت حال

مہاراجہ ہرش کی وفات کے بعد برصغیر میں کوئی ایسا طاقتور حکمران نہ رہا جو ملک کی سیاسی وحدت کا تحفظ کر سکتا اور اسے برقرار رکھ سکتا۔ ہر طرف انتشار اور بد نظمی کا دور دورہ تھا اس بد نظمی میں سے حکمران خاندانوں کے ایک نئے سلسلے اور ہندوؤں کی معاشرتی تنظیم کے ایک نئے ڈھانچے نے جنم لیا۔ ہنوں کے حملوں کے باعث غیر ملکی لوگ کثیر تعداد میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ ہندوؤں میں ہی جذب ہوتے گئے اس بنیاد پر ذات پات کے کے نظام کی از سر نو تقسیم ضروری ہوگئی ان وجوہات کی بناء پر مہاراجہ ہرش کی وفات کے پچاس سال بعد کے دور کو ایک عہد تغیر قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس عہد کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو راجپوت قبیلوں کا عروج ہے جن کا اس سے پہلے کبھی ذکر تک سننے میں نہ آیا تھا۔ یہ راجپوت خاندان شمال اور مغربی برصغیر کے مختلف علاقوں پر کوئی ساڑھے پانچ سو سال تک حکمران رہے اس دور میں راجپوتوں نے برصغیر کی تاریخ میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ اس لیے اس دور کو راجپوتوں کا دور کہا جا سکتا ہے۔

راجپوتی دور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں طوائف الملوکی کار فرما رہی اور مہاراجہ ہرش کے بعد ہندوستان کوئی غیر مسلم شہنشاہ پیش نہ کر سکا جو تمام ملک یا اس کے بیشتر حصوں کو سیاسی وحدت سے ہم کنار کر سکتا۔ راجپوت اپنی مثالی بہادری اور وطن کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دینے کے جذبہ کے باوجود اپنی باہمی چپقلش کے باعث نہ صرف مملکت کے قیام میں ناکام رہے بلکہ مسلمان حملہ آوروں کے مقابلہ میں شکست یاب ہوئے اس لیے راجپوتی دور کو اگر قبائلی زندگی کے احیا کا زمانہ کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔

راجپوتوں کے بارہ میں سب سے پہلے ذکر آٹھویں صدی عیسوی میں سننے میں آیا اس سے

پہلے سنسکرت ادب میں راجپوت قبیلوں حتیٰ کہ لفظ راجپوت کا ذکر نہ ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ راجپوت سب سے پہلے آٹھویں صدی عیسوی میں ہندو معاشرے میں نمودار ہوئے۔ وہ ذات پات کے قدیم نظام میں شامل نہیں تھے۔ ہندی لفظ راجپوت سے کوئی نسل مراد نہ ہے اس لفظ سے مراد محض ایک جنگجو یا نہ خصلتوں والا قبیلہ' فرقہ' برادری' ذات ہے جس کے ارکان شاہانہ مرتبہ کے دعویدار تھے اور جنہیں برہمنوں نے پرانی کتابوں کے کشتریوں کے نمائندوں کا مرتبہ دیا تھا تاہم انہیں ذات پات کے نظام والے کشتریوں سے خلط ملط نہیں کیا جانا چاہیے۔

پنڈت گوری شنکر اوجھا کا نظریہ

یہ راجپوت کون تھے اور وہ پرانے کشتریوں سے کس لحاظ سے مختلف تھے ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے جس کے بارہ میں جوابات کی حیثیت محض قیاسات ہیں دلچسپ امر یہ ہے کہ تمام خاندان اپنے سلسلے قدیم رزمیہ دور کے سورماؤں مثلاً" کرشن اور رام یا آگ' سورج اور چاند جیسے دیوتاؤں سے ملاتے ہیں لیکن اس کے باوجود درمیانی نسل کے حکمران خاندانوں مثلاً" موریہ' چندر گپت یا وردھن سے اپنا کوئی تعلق ظاہر نہیں کرتے۔ قدیم جنگجو کشتری خاندان یعنی رامائن کے سورج بنسی اور مہا بھارت کے چندر بنسی اور یادو بنسی سے خود کو منسوب کرنے کے سلسلہ میں راجپوتوں کی طرف سے یہ دلیل پیش کی گئی کہ وہ بھی قدیم رزمیہ عہد کے آریہ قبائل کی طرح جنگجو اور مذہب کے پرجوش معاون و محافظ ہیں شکل و شباہت میں ان سے مشابہ ہیں اگر وہ ہندو مذہب کے نئے نئے پیرو کار ہوتے تو ان کے دلوں میں اس مذہب کی اتنی عزت و عظمت نہ ہوتی لیکن یہ دلیل قوی نہیں ہے کیونکہ آریہ صرف برصغیر میں ہی نہ تھے اور بھی بہت سے ممالک میں آباد ہوئے تھے پھر یہ خیال بھی غلط ہے کہ کسی مذہب کے قدیم پیرو کار اس مذہب کے نئے ماننے والوں کی نسبت قربانی اور ایثار کا زیادہ جذبہ رکھتے ہیں بلکہ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ مسلمانوں میں مذہب کے نئے قبول کرنیوالے افراد پیدائشی مسلمانوں کی نسبت اسلام کے فروغ کے لیے سینہ سپر ہوئے اور جان لڑانے میں پیش پیش تھے اس لیے راجپوتوں میں بہادری کا وصف تخصیص نہیں۔

اگنی کل افسانوی حسب نسب

خود ہندو لوگ ایک مختلف داستان سناتے ہیں پرتھوی راج راسو کے مصنف چاند بردائی

نے یہ داستان بیان کی ہے کہ جب پرشوم رام نے **کشتریوں** کو انکی گستاخیوں کی سزا کے طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا تو ملک میں بدامنی اور گناہ کا دور دورہ ہو گیا۔ برہمنوں اور ویدوں کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا۔ برہمنوں نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا اور دھرم کی رکھشا اور ملکی امن و امان کی بحالی کی غرض سے کوہ آبو پر جمع ہو کر بھگوان سے پرارتھنا کی کہ ان کی مشکل حل کر دے برہمنوں کی درخواست پر دیوتا کوہ آبو پر اترے انہوں نے ایک مقدس آگ جلائی اور چالیس دن تک متواتر یہ دعا کی کہ ہندو دھرم کی حفاظت کے لیے **کشتریوں** کی ایک نئی نسل پیدا کی جائے کیونکہ برہمنوں کے دیوتا پرشوم رام کی بددعا کے باعث تمام قدیم **کشتری** ناپید ہوگئے تھے۔ اس آگ میں سے چار سورما نکلے جنہوں نے چار خاندانوں 1' پربھار 2' پرمار 3' چالوکیہ 4' چوہان کی بنیاد رکھی ان دلاوروں اور انکی اولاد کو آگنی کل راجپوت کہا جاتا ہے۔

اس داستان کی حیثیت افسانے سے زیادہ نہیں اور اس کا مقصد ایک ناخوشگوار حقیقت کو چھپانے کے سوا کچھ نہیں۔ برہمن اپنے نیچ ذات یا وحشی سرپرستوں کا حسب نسب قدیم **کشتریوں** سے جوڑنے میں بڑے ماہر تھے پنجاب کے جاٹ جنہیں ایک عرصہ دراز تک شودر سمجھا جاتا رہا۔ اٹھارویں صدی میں پنجاب اور سرہند پر قابض ہو گئے ان برہمن پروہتوں کے خاندانی گویوں یعنی **میراثیوں** کی مدد سے ان کا حسب نصب بکرما جیت یا بیشتر راجپوت قبیلوں سے ملا دیا یہی اعزاز ان لوگوں کو نصیب ہوا ہو گا جو برصغیر میں مہاراجہ ہرش کے بعد برسراقتدار آئے۔ ہندو مت قبول کرنے اور اپنے اقتدا کی بدولت ہندو مت کے سرپرست بننے کے بعد انہیں غیر ملکی حسب نسب کے حامل قرار دینا کچھ مناسب معلوم نہ ہوتا تھا انہیں رام اور کرش جیسے نجات دہندگان کے متعلقین باثراد قرار دیکر ان کے مربیانہ جوش و خروش کو تقویت بہم پہنچائی گئی۔

آگنی کل نظریہ اس لحاظ سے بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ انسان کا آگ سے پیدا ہونا خلاف فطرت ہے اور اگر اسے ناممکن ہوتے ہوئے ایک لمحہ کے لیے مان بھی لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آگ سے کوئی عورت کیوں نہ نمودار ہوئی آخر ان چاروں سورماؤں نے اولاد پیدا کرنے کی غرض سے ملک میں موجود عورتوں سے ہی شادیاں کی ہونگی۔ اب وہ نسلی پاکیزگی کہاں رہی جسے ثابت کرنے کی خاطر یہ بے سروپا داستان وضع کی گئی تھی؟ اصل بات یہ ہے کہ برہمنوں نے غیر ملکی جنگجو قبائل کو ہندو مت کے دائرہ میں داخل کرنیکی غرض سے جو رسوم ادا کی ہونگی ان میں

آگ جلانا اور چالیس دن تک دعا و ریاضت کرنا بھی شامل ہو گا تاہم ان تمام لوگوں کا حسب نسب غیر ملکی نہ تھا جس طرح اس دور میں ویش یا شودر کشتری بن گئے اسی طرح بعض قدیم ہندی نسل بھیل اور گونڈ کو سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا اور وہ خود بخود کشتری یا راجپوت بن گئے۔ مثال کے طور پر چندیل راجپوت برصغیر کے گونڈوں کی نسل ہے۔ اسی طرح قنوج کے گڑھوال جن کی دو شاخیں راٹھو اور سند ھیلے ہیں بھیلوں کی نسل تھے ان خاندانوں نے ہندو مت کی سرپرستی کی اور انہیں راجپوت قرار دیا لیکن راجپوتوں کی ان دو نسلوں اور انکی کل راجپوتوں کے علاوہ بعض ایسے راجپوت بھی موجود ہیں جو پرانے زمانے کے اصل کشتریوں کی اولاد ہیں مشرق اور جنوب کے راجپوت خاص طور پر کشتریوں کی اولاد میں غیر ملکی عنصر کو ان علاقوں تک کوئی خاص رسائی حاصل نہ ہوئی تھی میواڑ کے راجپوتوں کے متعلق مورخین کا یہ متفقہ نظریہ ہے کہ وہ اجودھیا کے رام کی نسل ہیں۔

سارے تارکان وطن کو بھی راجپوتی منصب حاصل نہ ہو سکا ان میں سے نچلے درجے کے لوگوں نے کاشتکاری اور دیگر معمولی پیشوں کو اپنا لیا اور ہندوؤں کی قدیم برتری کی مطابقت میں انہیں شودروں مثلاً" جاٹوں اور گوجروں کی صف میں شمار کیا گیا رفتہ رفتہ جاٹ برسر اقتدار آ گئے حتی کہ ہندوؤں کی حیثیت نے انہیں ویش کہا جانے لگا بعد ازاں انکی اکثریت نے سکھ مت اختیار کر لیا اور وہ شمالی ہند میں ہندو مت کے حمایتی ثابت ہوئے انہیں کشتریوں کی ایک نئی شاخ قرار دیا گیا۔

راجپوتوں کے بارہ میں مورخین کا متفقہ نظریہ ہے کہ یہ قوم آٹھویں صدی عیسوی میں پہلی مرتبہ معرض وجود میں آئی تھی اور بعد میں کسی مفاد کے لئے قائم کی گئی تھی جبکہ میو قوم ایک نہایت قدیم قوم ہے جس نے اپنے حسب نسب کو برقرار رکھا ہوا ہے اور خلط ملط نہیں ہونے دیا دوسری قوموں سے بھائی چارہ کی حد تک تعلقات رکھے ہیں مگر رشتے ناطے ہمیشہ اپنی ہی برادری میں کرتے ہیں راجپوتوں سے کسی قسم کے رشتہ داری تعلقات نہ ہیں۔ البتہ چھتری نسل راجپوت بمقابلہ دیگر اقوام کے چھتری نسل ہونیکی وجہ سے میو قوم کے زیادہ قریب ہیں۔

بقول مرزا غالب :-

گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبے کو ان بتوں سے بھی نسبت ہے دور کی

ساتواں باب

میو قوم کا قبائلی نظام

میو قوم کا سابقہ نظام عربوں کی طرح قبائلی تھا جس کو علاقہ میوات میں موجودگی تک برقرار رکھا گیا مگر پاکستان آنے کے بعد رشتے ناطوں کی حد تک کچھ تبدیلی ہوئی ہے اس کے علاوہ قبائل کے چودھریوں کا جو احترام میوات میں تھا پاکستان میں وہ احترام نہیں رہا۔

میو قوم سے متعلق اب تک لکھی گئی تاریخوں سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ میو قوم کی قبائلی تقسیم پہلی بار کاکو رانا بالوت کے عہد میں عمل میں آئی تھی اس قبائلی تقسیم کے بارہ میں اس امر کی کوئی نشاندہی کسی ذریعہ سے نہیں ملتی یہ تقسیم کس بنیاد پر کی گئی تھی۔

میو قوم کی ساری آبادی کو بارہ بڑے قبائل جنکو "پال" کا نام دیا گیا ہے اور باون چھوٹے قبائل جن کو "گوت" کے نام سے موسوم کیا گیا تقسیم کیا گیا ہے۔ چھوٹے قبیلے (گوت) کسی نہ کسی پال کے ساتھ شامل ہیں اور اس پال کا حصہ ہیں جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ساری قوم بارہ قبائل (پالوں) میں منقسم ہے میں نے قوم کو بارہ پالوں میں تقسیم کئے جانے کے بارہ میں متعدد عمر رسیدہ بزرگوں سے دریافت کیا ہے مگر کوئی بھی اس بارہ میں کسی قسم کی رہنمائی نہ کر سکا۔ بہرکیف یہ لازمی امر ہے کہ بارہ کی تعداد مقرر کرنیکی کوئی نہ کوئی بنیاد ضرور ہو گی۔ اس کے علاوہ مجھے اس بات سے بھی اتفاق نہیں ہے کہ میو قوم کی قبائلی تقسیم پہلی مرتبہ کاکو رانا نے کی تھی کیونکہ قوموں میں بعض باتیں اس قسم کی ہوتی ہیں جو کہ مذہب اور عقیدہ بدل جانے کے باوجود بھی برقرار رہتی ہیں۔

میو قوم کا تعلق عرب قبائل سے ہے عربوں میں قبائلی نظام تھا اور وہ اس نظم پر سختی سے کاربند تھے عربوں کی تاریخ کے مطالعہ سے پایا گیا ہے۔ کہ ان کے قبائلی نظام میں بارہ کی تعداد کو کافی اہمیت حاصل ہے عرب قوم میں بنو قحطان جنکو ام السامیہ کہا گیا ہے جنکی اولاد بنو ابراہیم، بنو اسماعیل، بنو اسرائیل اور بنو مدین پر مشتمل تھی یہی قومیں مختلف ادوار میں عرب سے ترک سکونت کر کے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئیں۔

قحطان کے بارہ لڑکے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ لڑکے تھے جنکے بارہ قبیلے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ لڑکے تھے اور ہر ایک کا علیحدہ قبیلہ تھا حضرت موسیٰ علیہ

اسلام کے بارہ قبیلے تھے اور ہر قبیلہ کا علیحدہ سردار تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے۔

حضرت کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ بیعت عقبہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ اپنے اندر سے مجھے بارہ نقیب منتخب کر کے دو جو اپنے اپنے قبیلے کے ذمہ دار ہوں۔ ابن اسحاق کی روایات طبقات ابن سعد میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا "جو اپنی قوم پر اس طرح کفیل ہوں جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم کے حواری کفیل تھے دوسری روایات ابن سعدی میں واقدری سے یہ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ" نے بنی اسرائیل سے بارہ نقیب لیے تھے اس ارشاد کے مطابق سب نے بارہ آدمی تجویز کیے۔

شیعہ فرقے میں بھی بارہ اماموں کا تصور موجود ہے اس کے علاوہ بارہ کی تعداد کو دنیا کے ہر مذہب نے کسی نہ کسی طرح برقرار رکھا ہے جس کا بین ثبوت سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کرنے سے ملتا ہے اس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ بارہ کی تعداد کو کوئی خاص اہمیت حاصل ہے۔

میو قوم کو بارہ پالوں میں تقسیم کرنے کا اصول تو تقسیم کرنے والوں کو ہی معلوم ہو گا جس کوئی سراغ کسی بھی ذریعہ سے نہیں ملتا بہر کیف بارہ قبیلوں کو مذکورہ بالا نظریہ کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا اور یہ ماننا پڑے گا کہ میو قوم کی بارہ پالوں کی تقسیم کا تعلق عربوں کی قبائلی تقسیم کا حصہ ہے۔

گوتوں پالوں کا بتانا اور ان کی حفاظت کرنا نہ صرف چھتری اقوام کی عادت ہے بلکہ تمام آرین اقوام کا یہی شیوہ ہے۔ یہ عادت اہل عرب سے ملتی جلتی ہے۔ جاہل عربوں کا یہ وطیرہ تھا کہ وہ نسب و نسل پر بہت غرور و تکبر کرتے تھے اور اپنے نسب کو محفوظ خیال کرتے تھے ان کے نزدیک تمام اقوام مخلوط النسل ہوگئی مگر ان کی قوم محفوظ ہے۔ میو قوم میں بھی بعینہ یہی عادت موجود ہے۔ عربوں کے نسب وغیرہ محفوظ رکھنے کے متعلق نامور مورخ علامہ ابن خلدون اپنی کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "عرب اور عرب جیسی وحشی قوموں میں جو ریگستان اور بیابانوں میں رہتی ہیں نسب وضاحت تمام پایا جاتا ہے اور لوگ متعدد قبائل میں منقسم ہوتے ہیں چونکہ بڑے جنگلوں اور ویران ریگستانوں میں رہنے والے طرح طرح کی سختیوں اور بلاؤں میں مبتلا رہتے ہیں اور بدوی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس لئے ضروریات ان کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ جدا جدا

(قبائل) بنا کر رہیں"

اس حوالہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ میوؤں میں گوت پال کی تفریقات کا سلسلہ زمانہ قدیم سے آیا ہے جو اب تک جاری ہے۔ اس نظریہ کے تحت یہ بات درست نہیں ہے کہ میوؤں کی گوت پال کی تقسیم پہلی مرتبہ کاکو راتا نے کی تھی البتہ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ سابقہ نظام میں کوئی ترمیم یا تبدیلی کی گئی ہو۔ قبائلی (گوت پال) کے نظام میں عصبیت کے پہلو کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم اس نظام کے متعدد فوائد بھی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

1- محبت و یک جہتی قائم ہو کر تقویت کا باعث بنتی ہے جو پہلے زمانہ کے لئے تو بہت ہی بہترین شے تھی مگر اب بھی فائدہ سے خالی نہ ہے۔ ہر قوم و نسل کو اس کی بے انتہا ضرورت ہے۔

2- گوت پال کے نظام سے پرانے زمانے کی بادشاہت یعنی چودھرات اچھی طرح چل سکتی ہے جو اس زمانہ کے لحاظ سے بے انتہا مفید تھی۔ آپس کے معاملات طے کرانے کے لئے الجھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ یہ گوت پال کے جھگڑے' تنازعے اور مقدمے گوت پال کے چودھری بہ مشورہ دیگر اہل الرائے گوت فیصل کر دیا کرتے تھے۔

3- گوت وپال کی موجودگی میں اپنا خاندان خلط نسلی سے محفوظ رہتا ہے۔

4- صلہ رحمی کی عادت پڑ جاتی ہے۔

5- گوت پال کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی ظالم و جابر شخص اپنے گوت پال کے کسی فرد یا جماعت پر حملہ آور ہو تو عصبیت تقاضہ کرتی ہے کہ اپنے نسلی بھائی کی ہر ممکن مدد و حفاظت کی جاوے۔ چنانچہ ایسا کیا جاتا ہے جن قوموں میں گوت پال کا رواج ہے ان میں اپنے بھائی کی حفاظت اور مدد کرنے کا دستور برابر پایا جاتا ہے۔

میوات میں پالوں اور گوتوں کی حکومت مغلیہ عہد تک قائم رہیں۔ اگرچہ ان کا تنزل ساتویں صدی ہجری سے شروع ہو چکا تھا لیکن میو ہمیشہ بیرونی حملہ آوروں سے لڑتے رہتے اور وہ کسی نہ کسی شکل میں اپنی حکمرانی باقی رکھے رہے۔ پالوار حکومتیں اندور' کوٹلہ' سرہٹہ' تجارہ' الور' بیانہ' کوٹ اور اجان گڑھ میں تھیں اور اسی طرح راؤ کاکو رانا' بابڑ' جاہر' راؤ مالھا' راؤ سیمٹ' راؤ آڈھا وغیرہ میوان اپنے اپنے عہد میں پالوں کے مکھیہ اور دھنی تھے ان کی پالوار اور گوت وار حکومتیں تھیں۔ ان کا اپنا قانون تھا۔ برادری کے رسم و رواج کے مطابق راؤ معاشرتی تنظیم چلاتے تھے اور اہم معاملات کا فیصلہ برادری طریق پر کرتے تھے جیسا کہ میو قوم میں یہ رواج

انگریزی دور تک جاری رہا۔ پالوں کی حکومتیں لڑائیاں بھی لڑتی تھیں مثلاً" کاکو رانا نے غیاث الدین بلبن کا مقابلہ کیا۔ راؤ مالها نے منڈاور پر چڑھائی کی۔ ٹوڈرس پاہٹ کی لڑائی سس بدنی اور دریا خان کی شادی کے سلسلہ میں مینا قوم سے ہوئی۔

پالوں یا گوتوں کا بھائی چارہ بھی تھا جس میں کسی پال یا گوت کو کسی دوسری پال یا گوت سے خصوصی وابستگی ہوتی تھی۔ یہ بھائی چارہ بہت سے مسائل میں بروئے کار لایا جاتا تھا۔ خاص طور پر برادری کے جھگڑون میں پالوں کے چودھری جمع ہو کر اس بھائی چارہ کا فائدہ اٹھاتے تھے۔

چند صدی قبل میوؤں کے بارہ پال اور باون گوت تھے مگر اب بہت سے گوت ایسے ہیں جن کی کوئی آبادی اس وقت میوات میں نہیں ہے۔ بالوت پال کے اکثر دیہات جو عہد بلبن میں تباہ ہوگئے تھے دوسرے گوت و پالوں کے پاس چلے گئے۔ سلاطین اسلامیہ کی مسلسل تباہ کاریوں سے لے کر غدر 1857ء تک میوات برباد ہوتی رہی اور پھر رہی سہی کسر 1947ء کے ہنگامہ نے پوری کردی۔ اس تقسیم سے کئی گوت وپال مکمل طور پر میوات سے جاتے رہے اور اب ان کے صرف آثار و نشانات موجود ہیں۔ میو قوم کی پالوں اور گوتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پالیں = بالوت' لنڈاوت (باگھوڑیا) ڈیڑوال' رتاوت' چھرکلوت' ڈیمروت' دولوت' پونگلوت' نیائی' دھنگل' مہنگل' کلیسا' پاہٹ (پلاکڑہ)

گوت = ہلیانہ' کٹاریہ' سوکیڑہ' گوپھیا' بوڈیان چمنیا' بلاوت' دگراوت' بگڑاوت' کانگر' گوروال' میوال' نانگلوت' ستگالیہ' پھالیا' ترکنیا' بھابلا' بیسر' بھماوت' بیگھوت' جونوال' سوگن' گومل' مجلاوت' کھیلدار' کمالیہ' بڈ گوجر' چھونگر' مور جھنگال' پنوار' ناہرواز' لم ھیرہ' سیلانیہ' کاہوت' بٹلاوت' گوڑ' مانڈر' چاکولیہ' مارگ' جوارسیا' مہک' کھوکھر' کڑھ تائی' بڈنائی بگا' بھوسلیا' سروہیا' منگریا' چوہان' تنوار' بھان' بٹلاوت' خان جادو

بنس وار پالوں کی تفصیل معہ دیہات

نام بنس	نام پال	تعداد دیہات
جادو	1- چھرکلوت	95 پونے
	2- ڈیمروت	757
	3- دولوت	360
	4- پونگلوت	84

	5- نبائی	210
تواریا تومر	6- بالوت	210
	7- لنڈاوت (یا گھوڑیا)	210
	8- ڈیڈوال	210
	9- رناوت	12
کشواہہ	10- دھینگل	360
بڈگوجر	11- سینگل	210
راٹھوڑ	12- کلیسا	12
چوہان (اگنی کل)	14- پاہٹ	210

جادو بنس پالیں

جادو بنسی نسل میوؤں کا تعلق سری کرشن جی سے ہے۔ ان کی غالباً" سترویں (70) پشت میں راجہ تہن پال وائی تہن گدھ (بیانہ) تھے۔ ان کی اولاد ہی جادو پالوں کی مورث اعلیٰ ہے اور میوؤں کے کافی گوتوں کے مورث اعلیٰ بھی اسی خاندان سے ہیں۔

چھرکلوت پال

اس پال کی وجہ تسمیہ اس کے مورث کا نام ہے جس کا نام چھرکن تھا جو راجہ تہن پال وائی تہن گڑھ کی تیسری پشت میں تھا۔ راجہ باہڑ اس پال کے بھیا راجہ تھے جو بہت بہادر تھے کوٹ کے رہنے والے تھے۔ چھرکلوت پال کے زیادہ تھانبے اسی باہڑ کی اولاد ہیں۔ پال کا پابھہ دھولیٹ ہے چودھر کے گاؤں' کوٹ بچھور' بالوکا' سرولی' لوہنگا کلاں' اناوڑ' روپڑا کا شمار کئے جاتے ہیں اور تھانبے کوٹیا' پالن' ڈاگ' بجا' اناوڑیا' روپڑیا ہیں۔

اس پال میں چودھری مہتاب خان مرحوم جاگیردار بچھور' چودھری کنور خان جاگیردار باندھولی' چودھری کمال اور دوندے خان کوٹ مشہور آدمی ہوئے ہیں۔ موضع اناوڑ ایک مشہور باہڑ بنسی گاؤں ہے جس میں سلم اور مسلم مشہور بہادران میوات گذرے ہیں۔ ان کے علاوہ لوہنگا کا سیاستی اور گنگوانی کا جوہری مشہور بہادر ہوئے ہیں 1857ء کی جنگ آزادی (غدر) میں روپڑا کا' کوٹ' اناوڑ کے چھرکلوت میوؤں نے انگریزی فوج کا مقابلہ کیا تھا۔ روپڑا کا کے مقام پر کافی آدمی

مقابلہ میں مارے گئے تھے۔ چھرکلوت پال کی بیشتر آبادی بھیانہ و آرنج میں ہے اس پال کے برادرانہ تعلقات چوبیسا کے جاٹوں کے ساتھ جبکہ ڈیمروت پال کے راوت جاٹوں کے ساتھ تھے۔ 13 جولائی 1939ء کو راوت اور چوبیسا جاٹوں کی لڑائی ہوئی تھی جس میں چھرکلوت پال چوبیسا کے ساتھ اور ڈیمروت پال راوت کے ساتھ لڑی تھیں اس لڑائی میں فریقین کا کافی جانی نقصان ہوا تھا۔ بالاخر صلح ہوگئی تھی۔ اس پال کے پونے پچانوے گاؤں کاکو رانا تقسیم کے مطابق تھے۔ چھرکلوت پال کی بیشتر آبادی اب بھی علاقہ میوات میں آباد ہے۔

ڈیمروت پال

اس پال کی وجہ تسمیہ اس پال کے مورث ڈیمر کا نام ہے جس کا کرسی نامہ راجہ تہن پال والئ تہن گدھ سے ملتا ہے۔ یہ جادو بنسی پال ہے اور میوؤں کی سب سے بڑی پال ہے جس کے 757 کھیڑے یا گاؤں مشہور ہیں ڈیمر کی نسل میں راؤ آڈھا اس پال کا سب سے بڑا آدمی گزرا ہے جو بھیا راجہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ راؤ آڈھا نے راؤ نالھا کے ساتھ منڈاور کی لڑائی میں شراکت کی تھی۔ دونوں کا عہد ایک ہی تھا۔ راؤ آڈھا کے بیس بیٹے تھے یہ اپنے عہد میں میوؤں کے سردار مانے جاتے تھے۔ ڈیمروت میو جو لچھمن گڑھ و کٹھومر کے علاقہ میں آباد تھے ان کے برادرانہ تعلقات ان سے ملحقہ علاقہ میں آباد مینوں سے تھے۔ جبکہ بیسرو کے ملحقہ بارہ گاؤں کا برادرانہ تعلق راوت جاٹوں سنگار کی بائیسی اور لوگیاں (بلیانہ) کے ساتھ رہا ہے ایک زمانہ میں ڈیمروت اور چھرکلوت پالوں کا بھائی چارہ بھی بہت مشہور تھا۔ مگر یہ بھائی چارہ بیواں کے واقعہ کے بعد خراب ہوگیا تھا۔ موضع بیسواں پر چھونکر نسل راجپوت راجہ حکمران تھا ڈیمروت اور چھرکلوت پالوں کی مشترکہ کاوش سے بیواں فتح ہوگیا۔ لیکن جب بیواں کی تقسیم کا معاملہ سامنے آیا تو دونوں پالوں میں اختلاف ہوگیا۔ ڈیمروت سالم بیواں پر قابض ہوگئے جبکہ چھرکلوت بھی اس پر اپنا حق جتاتے تھے اس وجہ سے اختلاف کی خلیج وسیع ہوگئی۔ ڈیمروت پال میں راؤ آڈھا کے علاوہ رائے خاں ستانہ (الور) بھی ایک مشہور ہستی گزری ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جس دن دریا خان پاہٹ سس بدنی کو لینے بارہ بادن کو لے کر گیا تھا تو رائے خان نے ساری برادری کو "روٹی" (کھانا) دی تھی یہ فخر بہت کم لوگوں کو حاصل ہے۔ ڈیمروت پال کی آبادی اگرچہ بیرون میوات بھی پائی جاتی ہے مگر زیادہ آبادی ضلع گورگانوہ الور و بھرت پور کے اضلاع میں پائی جاتی ہے۔

ڈیمروت پال میں تعلیم کا بہت شوق تھا۔ منشی نصیب احمد خاں صاحب مرحوم کھینچا تان نے بے شمار شاگرد بنائے۔ چودھری محمد یعقوب خاں صاحب قیصری مرحوم بیسرو ایک نہایت ہی باذوق بزرگ تھے انہوں نے میو قوم کے تاریخی واقعات قلمبند کیے تھے جو محض مسودہ کی صورت میں رہے اور چھپ نہ سکے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ چودھری محمد اسماعیل خاں مرحوم کھنڈیولہ ڈیمروت پال کے 757 کے چودھری تھے۔ چودھری عظمت خاں ذیلدار مرحوم ملہاکا اس پال کے مقتدر چودھری تھے۔ چودھری کنول خاں آئی میو نے اپنی سیاسی وابستگی کی بنا پر کافی شہرت حاصل کی۔ ڈیمروت پال کا پابھ بھوتہ الور ہے چودھر کے گاؤں' گھاٹا (نریالہ) بیسرو' کھنڈیولہ اور بھوتہ ہیں۔ آڈھا پوتا' پیارا پوتا' سارو پوتا اولادیں مشہور ہیں۔ ڈیمروت پال کی بیشتر آبادی اب بھی میوات میں موجود ہے۔

پونگلوت پال

جادو نبسی پال ہے۔ اس پال کی وجہ تسمیہ اس کے مورث پونا کا نام ہے جو راجہ تہن پال کی تیسری پشت میں تھا اور چھرکلوت پال کے مورث چھرکن کا بھائی تھا اس نسبت سے اس پال کا چھرکلوت پال کے ساتھ نزدیکی تعلق ہے یہ پال ساری کی ساری ریاست الور میں آباد تھی۔ اس پال کے چوراسی گاؤں مشہور ہیں موضع دواکری کا پیر خاں ایک بہادر آدمی گزرا ہے اس نے دریا خاں کے بیاہ میں اس پال کی طرف سے شرکت کی تھی مہاراجہ الور سے اس پال کے تعلقات بہت وسیع رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب راجہ راؤ پرتاب سنگھ والئی الور نے اپنی بہادرانہ تدبیروں سے ریاست الور کو حاصل کیا تھا پونگلوت پال نے اس کا زبردست ساتھ دیا تھا۔ اس تعلق کی بنا پر پونگلوت پال کے آدمیوں کو مہاراجگان الور کی طرف سے مراعات بھی ملتی رہیں۔ پونگلوت پال میں رستم دیس دھنی اور کھان چند کی روایات بھی شہرت رکھتی ہیں۔ الور کے قرب و جوار کا پورا علاقہ جے پور کی سرکار میں شامل تھا۔ مہاراجہ جواہر سنگھ آف بھرت پور نے جس وقت اس علاقہ پر حملہ کیا تو پونگلوت پال کے کھان چند نامی میو نے اس کی حمایت کی تھی۔

دیولا گاؤں اس پال کا اہم موضع ہے جہاں چودھر بھی ہے یہاں کے سامی چودھری کو جاگیر ملی تھی اس وجہ سے دیولا کی چودھر کو ہمیشہ ممتاز حیثیت حاصل رہی۔ دیولا کے چودھری امیر خاں ایک نامی گرامی آدمی گزرے ہیں یہ مہاراجہ جے پور کے دربار میں پنچایتی تھے امیر خاں نے دیولا میں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔

پونگلوت پال میں دلی والوں کا خاندان بہت مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس خاندان کے آدمی موضع سانولا سے اٹھ کر دلی جا کر آباد ہوگئے تھے۔ غدر 1857ء میں سردار خاں نے نامی انگریز کو پناہ دی تھی جس کے صلہ میں سردار خاں کو دو گاؤں انگریز سرکار نے عطا کئے تھے۔ بھوریخاں بھی ہوشیار آدمی تھا اس نے بھی جاگیر حاصل کی۔ اسی خاندان کے افراد کھیڑہ بلب گڑھ میں آباد ہیں چودھری حیات خاں کھیڑہ بلب گڑھ 1926ء میں پنجاب کونسل کے ایم ایل سی منتخب ہوئے تھے۔ چودھری امراؤ خاں نے دواکری اور چودھری رحیم خان کیسوڑہ اس پال کے مشہور آدمی گذرے ہیں پال کا پابھ دیولا ہے چودھر کے گاؤں دیولا موا بحالا شمار کئے جاتے ہیں اس پال کے سات تھانبے ہیں۔

دولوت پال

جادو ہنسی پال ہے اس پال کا مورث دوہل ہے جو راجہ تمن پال کی دوسری پشت میں تھا اس پال کی زیادہ تر آبادی بھرت پور کی تحصیل پہاڑی کامہ میں تھی یہ پال اپنی قدیمی اوصاف کے اعتبار سے داتاری کہلاتی ہے کیونکہ اس پال میں بہت بڑے بڑے داتار ہوئے ہیں سونگھ آف لاڈ مکا صف اول کا داتار تھا اس نے جنگلوں میں کنوئیں تعمیر کرائے تھے اس کے متعلق مشہور ہے کہ کسی فقیر کی دعا سے اس کی جیب کبھی خالی نہیں ہوتی تھی جس میں سے وہ ہمیشہ راہ خدا میں خرچ کرتا رہتا تھا۔ میدا موڈا ہیڑہ بھی اس پال کا مشہور داتار تھا اسی طرح ہیرا کھیتی دولوت پال کا ہی نہیں بلکہ پوری میوات کا حاتم تھا جس نے 1934ء بکری کے ہولناک قحط میں غریبوں کے لئے لنگر خانہ قائم کیا تھا جس سے بے شمار غریب و مفلس کھانا کھاتے تھے۔ جواہر سنگھ والئی بھرت پور جب ہشکو اشتان کرنے گئے تھے تو دولوت پال کے بہادروں سے اس نے امداد مانگی تھی جس کا مثبت جواب دیا گیا تھا۔

دولوت پال کا پابھ دوہا گاؤں ہے جو دوہل کے نام پر آباد ہوا تھا۔ دوہا اور اس کے آس پاس کے دیہات کو ٹوڈی کے دیہات کہا جاتا ہے دوہا کی تاریخی حیثیت اس وجہ سے نمایاں ہے کہ اس گاؤں کے باشندوں نے غدر 1857ء میں مہاراجہ الور کی سپاہ جو مجاہدین آزادی کی تحریک کو کچلنے کے لئے انگریزی عملداری میں آئی تھی اس کا مقابلہ کیا تھا اور پسپا کیا تھا اس جرم کی پاداش میں انگریز سرکار نے اس موضع کے بسویداری حقوق ضبط کرلئے تھے یعنی انہیں غیر مالک کردیا تھا۔ یہ کیفیت آخر دم یعنی آزادی پاک و ہند تک برقرار رہی۔ دولوت پال کے دیہات کی

تعداد 360 بتائی جاتی ہے اس کی چودھر کے گاؤں ملک پور' برجا' لاڈمکا' سیکری اور کھیڑہ ہیں اور چار تھانبے دھادلیہ' ناہر' جاہر اور مولسی ہیں پال کی بیشتر آبادی ابھی تک میوات میں ہے۔

نیائی پال

جادو بنسی پال ہے۔ وجہ تسمیہ نیاک ہے جو ایک مشہور راجہ تھا اور راجہ تہن پال کی اولاد سے تھا۔ اس کی اولاد ابتداء میں نیاک کہلائی۔ نیاک سے نیاکی ہوا اور پھر رفتہ رفتہ نیائی کہا جانے لگا۔ میووں کے دوگوت کڑنیائی اور بڑنیائی بھی اسی نیاک کی اولاد ہیں اسی طرح بھناوت گوت بھی اسی جد میں سے ہے اس پال کے بارے میں مشہور ہے کہ کلیسا پال سے اس کی بہت لڑائیاں ہوئیں جن میں دونوں پالوں کا کافی نقصان ہوا تھا۔ اس پال میں اکبر نامی نہکچ کا مشہور میو ہوا ہے رسواڑہ میں میدی اور پاتا میں امراؤ اس پال کے بڑے آدمی تھے جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ دونوں نقارہ بجوا کر کھانا کھاتے تھے امراؤ کے ساتھ سینکڑوں آدمی ایک وقت میں دستر خوان پر بیٹھتے تھے میوات کے قحط زدہ لوگوں کو اناج بھی دیتا تھا۔ جس کی شہرت پوری میوات میں تھی نیائی پال کا پابھ دھنشو بیان کیا جاتا ہے مہا راجہ الور کے ناجائز ٹیکس و مالگذاری کے خلاف ایک زمانہ میں کولانی اور نیکچ گاؤں کے میووں نے مل کر مظاہرہ کیا تھا اس پال کا کچھ حصہ ابھی تک میوات میں آباد ہے۔

بالوت پال

تومر نسل پال ہے تومر نسل کی چار پالیں بالوت' لنڈاوت (باگھوڑیا) ڈیڈوال اور رٹاوت ہیں۔

بالوت پال کی وجہ تسمیہ اس کا مورث اعلیٰ ہے جس کا نام سوارانا عرف بالا تھا اسی بالا سے بالووت بنا۔ بالا مہا راجہ اڑنگ پال (اننگ پال) تاجدار دلی کی پانچویں پشت میں تھا ہندوستان کی دوسری قوموں میں بھی بالوت گوت ہے مگر ان کا شجرہ نسب مالوت میووں کے مورث اعلیٰ سے نہیں ملتا۔ بالوت پال کی آبادی اگرچہ کافی تھی جو 210 گاؤں پر مشتمل تھی۔ مگر غیاث الدین بلبن کی تباہ کاریوں کی وجہ سے بیشتر آبادی میوات چھوڑ کر چلی گئی اور دوآبہ گنگ و جمن و مالوہ وغیرہ میں آباد ہوگئی۔ بالوت پال کی دو نسلیں ہیں ایک کا کورانا کی اولاد اور دوسری مالا بنسی کہلاتے ہیں بالوت پال میں کاکو رانا میوات کا بہت مشہور و معروف راجہ تھا جس کی راجدھانی گڑھ دھلتہ

(مہولی) دلی کی تلہیٹی میں تھی اس نے دلی کی حفاظت اور تومر نسل کی لاج کے لئے "جب تب دلی تومر کی" کا نعرہ بلند کیا تھا اور اس نعرہ کے گرد تمام میوؤں کو جمع کیا تھا اور ایک عظیم الشان جنگ غیاث الدین بلبن کے استبداد کے خلاف قطب مہولی (گڑھ دھلتمہ) کے مقام پر لڑی تھی جس میں میوؤں کو شکست ہوئی اور قریبا" ایک لاکھ میو اس لڑائی میں مارے گئے۔

اب تک کی روایات کے مطابق میوؤں کی بارہ پال اور مادن گوت کی تقسیم کو کاکو رانا کے عہد کی یادگار بتائی جاتی ہے۔ مگر مجھے اس سے اتفاق نہ ہے کیونکہ میوؤں کا قبائلی نظام بہت قدیم ہے۔ البتہ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کاکورانا کے عہد میں اس نظام میں کوئی ردو بدل یا تجدید کی گئی ہو۔ میوات کے میراثی سیملہ بھرت پور کے الیسن نامی داتار کی بہت تعریف کرتے ہیں اس کے متعلق روایت ہے کہ اس نے سترہ دھڑی روپیہ تول کر بیٹی کو دان میں دیا تھا اور سونے چاندی کے جوا بنوا کر غریبوں میں تقسیم کرائے تھے۔

چڑاوک ضلع تلبد شہر کے بالوتوں کے بارے میں روایت ہے کہ مغلیہ خاندان کے مشہور فرمانرواؤں نے جب ہندوستان فتح کیا تھا تو بہت سے سرداروں کو جاگیریں دیں ان میں چڑاوک کا مورث اعلی بھی چنا گیا تھا جو موضع چلاؤلی تحصیل نوح کا باشندہ تھا۔ اسے بھی یو پی میں جاگیر ملی تھی جو انگریزوں کی عملداری میں بھی قائم رہی۔ بالوت میوؤں کی آبادی اب میوات میں بہت معمولی ہے۔

لنڈوات (باگھوڑیا) پال

تومرنس پال ہے اس کا دوسرا نام باگھوڑیا ہے اس پال کی وجہ تسمیہ اس پال کا مورث اعلی لاڈا ہے جو اڑنگ پال کی چوتھی پشت میں تھا باگھوڑیا کی وجہ تسمیہ اس پال کا باگھوڑا نامی گاؤں بھی ہے باگھوڑیا پال اور میوات کے دانشوروں کا اس روایت پر اتفاق ہے کہ لنڈوات پال کا مورث اعلی نیانہ (نین سکھ) عرف لاڈا ایک بھیا راجہ تھا جس کی آٹھ رانیاں تھیں مگر بدقسمتی سے ان میں سے کسی کی بھی اولاد نرینہ نہ تھی لاڈا نے اپنے پانڈے نامی برہمن کو بلایا اور اس سے کہا کہ کوئی رانی تلاش کرو تاکہ اس سے اولاد نرینہ ہو اور راج پاٹ کی وارث بنے۔ برہمن رانی کی تلاش میں چلتا پھرتا ملوانا جو موجودہ خان پور گھانسولی کے پاس ہے پہنچا جہاں بھاجڑ نامی حکمران تھا اور بیسر گوت سے تعلق رکھتا تھا پہنچا۔ بھاجڑ کی نوجوان لڑکی تھی پانڈے نے راجہ لاڈا کے رشتہ کے لئے پیغام دیا مگر بھاجڑ نے انکار کردیا اور پانڈے برہمن کو بے عزت کرکے نکال

دیا۔ پانڈے نے واپس آکر ماجرا بیان کیا لاڈا کو بھاجڑ کی اس گستاخی پر بہت غصہ آیا اور اس نے بھاجڑ کی لڑکی کو حاصل کرنے کی کوشش شروع کردی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالا آخر لاڈا ایک لشکر جرار لے کر خود ملوانا پہنچا اور بھاجڑ کی لڑکی جو کہ جھولا جھول رہی تھی کو اٹھا لایا اور اس سے شادی کرلی۔ بھاجڑ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ آگ بگولا ہوگیا اور اس نے لاڈا کی راجدھانی پر چڑھائی کردی۔ اس لڑائی میں لاڈا اور اس کے بہت سے سردار مارے گئے اور اس کا راج پاٹ بھی ختم ہوگیا۔ بھاجڑ اپنی لڑکی کو واپس لے آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس درمیانی عرصہ میں بھاجڑ کی لڑکی کو لاڈا کا حمل رہ گیا تھا لاڈا کی لاولدی کے سبب اس حمل کی اس کے خاندان میں بہت اہمیت تھی بھاجڑ کی لڑکی کا نام بولی تھا بولی اپنے باپ کی اس حرکت سے جو اس نے لاڈا کے ساتھ کی تھی ناخوش تھی بولی نے اپنے حاملہ ہونے کے بارے میں لاڈا کے میراثی تلک رائے کو چپکے سے آگاہ کردیا تھا۔ تلک رائے نے بولی سے درخواست کی کہ جب بچہ پیدا ہو تو اسے ضرور خبر دی جائے۔ بھاجڑ نے ملوانا پہنچ کر یہ اعلان کردیا تھا کہ لاڈا کا تخم ناش ہوگیا ہے اگر بولی کے لڑکا پیدا ہوا تو اسے بھی مار دیا جائے گا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا تلک رائے میراثی نے دائی سے ساز باز کرلی کہ اگر لبی کے لڑکا پیدا ہوا تو وہ کسی نہ کسی طرح میراثی کے حوالہ کردے۔

چنانچہ جب یہ بچہ پیدا ہوا تو دائی اس بچے کو جنگل میں سال بھرٹ کے جھنڈوں میں ڈال آئی تلک رائے اس کی تاک میں تھا وہ فوراً بچے کو اٹھانے پہنچ گیا اور اٹھا لایا اور اس کی پرورش شروع کردی۔ کچھ عرصہ بعد بھاجڑ کی بیوی کو اس کا علم ہوا وہ رحم دل عورت تھی اس نے بچے کو منگوا لیا اور اس کی پرورش شروع کردی بچے کا نام سال بھرٹ رکھا یہی سال بھرٹ۔ باگھوڑیا پال کا مورث اعلیٰ ہے باگھوڑیا پال اراولی پرت (کالا پہاڑ) کے دونوں طرف آباد ہے پال کا پایہ باگھوڑا گاؤں ہے اور چودھر کا گاؤں کھیڑہ ہے میوؤں کے دو تھانبے بلاوت اور جھلاوت یا گھوڑیا پال سے نکلے ہیں اس پال کی زیادہ آبادی ریاست الور میں ہے اس پال کے بہادرانہ کارنامے میوات میں بہت شہرت رکھتے ہیں کئی بہادر اور مشہور آدمی اسی پال میں ہوئے ہیں۔

راجہ جواہر سنگھ بھرت پور جب پشکواشنان کرنے گئے تھے تو ان کے ہمراہ متعدد بہادر میو گئے تھے اس زمانہ میں دلیرپال کا سردار تھا دلیر اگرچہ مہا راجہ جواہر سنگھ سے ناراض تھا مگر مہا راجہ کی جانب سے پیغام ملنے پر اس کے ہمراہ شامل ہوگیا۔ جواہر سنگھ جب پشکواشنان سے واپس ہوئے تو اس نے دلیر کو نقارہ اور نشان کی جاگیر دی۔

کولانی کی لڑائی میوات میں بہت مشہور ہے۔ یہ واقعہ 1810ء میں کولاتی میں اس وقت پیش آیا تھا جب مہاراجہ ۔بختاور سنگھ والئی الور نے اپنے فوجی افسران ہاتھی سنگھ رسالدار بینا بیگ اور بھوپال سنگھ کے ذریعہ اس گاؤں پر لشکر کشی کی تھی میوؤں نے مہاراجہ کی فوج کا خوب مقابلہ کیا۔ پیما کا بیٹا رائے خاں عرف لال سنگھ اور دھن سنگھ باگھوڑیا اس لڑائی میں باگھوڑیا پال کے فوجی سردار تھے۔ اس لڑائی میں مہاراجہ کے متعدد فوجی مارے گئے تے دھن سنگھ جولپالہ گاؤں کا باگھوڑیا میو تھا اور بہت بہادر تھا نے مہاراجہ کے فوجی افسر ہاتھی سنگھ کو فیروز پور جھرکا کی جھر میں قتل کردیا تھا خود دھن سنگھ کوٹلہ کی کسی مہم میں مارا گیا تھا۔ دہلی کے کمشنر فریزر کا قاتل کریم خاں میو رنگالہ کا رہنے والا تھا جو باگھوڑیا میو تھا اس قتل کی بنا پر نواب شمس الدین فیروز پور جھرکا کو پھانسی ہوئی تھی مہاراجہ منگل سنگھ آف الور کے عہد میں باگھوڑیا میو گھڑچڑھی اور میو خاں جو جوہری میو کے پوتے اور خدا بخش کے بیٹے تھے اپنے پیچھے ایک تاریخ چھوڑ گئے۔ یہ دونوں بہت بہادر تھے انہوں نے مہاراجہ منگل سنگھ کو بہت پریشان کیا تھا یہاں تک کہ ریاست کا ڈاک و تار وغیرہ کا نظام درہم برہم کردیا تھا قید کے دوران سنتری کو گولی ماری اور جیل کی سلاخیں توڑ کر فرار ہو گئے تھے۔

1921ء میں فیروز پور جھرکہ کے تھانہ پر باگھوڑیا پال نے حملہ کرکے کانگریس ورکروں کو جبرا" پولیس سے آزاد کرا لیا تھا۔ پولیس کی فائرنگ سے کچھ آدمی مارے گئے اور کچھ زخمی ہو گئے تھے۔ 1932ء کی تحریک الور میں اس پال کے آدمیوں نے نمایاں کام کیا تھا خاص کر ریٹائرڈ فوجیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا دھوکڑ کا واقعہ بہت مشہور ہے جہاں باگھوڑیا میوؤں نے ناظم کو مالگذاری دینے سے انکار کردیا تھا اور ریاستی حکام کی پٹائی کی تھی۔

اس پال میں متعدد اہم شخصیتیں گزری ہیں جن میں میجر عبداللہ باگھوڑیا میو اے ڈی کانگ مہاراجہ الور اور چودھری دلاور خان سدراوٹ خاص طور پر قابل ذکر ہیں باگھوڑیا میو فوجی ملازمتوں کے شائق تھے انگریزی فوج میں ان کے بہت سے افسران تھے چودھری دلاور خان سدراوٹ کے صاحبزادے چودھری رحمت خان الور کی فوج میں اعلی عہدہ پر تعینات تھے۔ اس پال کی بیشتر آبادی ترک سکونت کرکے پاکستان آچکی ہے۔

رتاوت پال

یہ تومر نسل پال ہے جس کی وجہ تسمیہ اس کے مورث ستامہ عرف رتو کا نام ہے رتو کے

نام سے رتاوت مشہور ا ہوا۔ یہ پال کرسی نامہ کے مطابق باگھوڑیا پال کے بہت قریب ہے اس کی عادات و خصائل بھی باگھوڑیا نسل کے لوگوں سے ملتی جلتی ہیں۔ یہ پال شہر الور کے جنوب مغرب میں آباد ہے اس کی آبادی صرف بارہ گاؤں پر مشتمل تھی پال کا پابھ منڈھیرا ہے جو پہاڑوں کے درمیان ایک مشہور مقام ہے چودھر کا گاؤں ساہوڑی ہے اس پال میں ایک بہت مشہور پہلوان ہستی مل گندرا ہے جو موضع پوت پور کا باشندہ تھا اس پال کے بہت کم میو پاکستان میں ہیں۔

دیڑوال پال

یہ تومر نسل پال ہے اس کا کرسی نامہ دیگر تومر نسل پالوں کی طرح اڑنگ پال سے ملتا ہے یہ راؤ ہتھا کی اولاد ہے جو اڑنگ پال کی چھٹی پشت میں تھا اس پال کی وجہ تسمیہ مختلف بتلائی جاتی ہیں ایک خیال کے مطابق اس پال کی آبادی آراولی پہاڑ (کالا پہاڑ) کے دروں کے ساتھ ہونے کی وجہ سے دیڑوال موسوم ہوئی جبکہ دوسری وجہ تسمیہ لفظ ڈوڈووال ہے جو چھتریوں کی ایک مشہور نسل ہے۔ پہلے زمانہ میں دیڑوال پال کی آبادی بہت زیادہ تھی ایک روایت کے مطابق ان کے باون کھیڑے تھے ہر کھیڑہ میں آبادی تھی تاکہ پہاڑ سے گذرنے والے حملہ آوروں کا مقابلہ کرسکیں۔ پوری میوات میں اس پال کی بہادری و شجاعت مشہور رہی ہے۔

راؤ مالھا میولی اس پال میں بہت بڑا سردار گذرا ہے جس کی شہرت دور دراز تک تھی۔ میوات کے دوسرے سردار اور بھمیا راجہ بھی راؤ مالھا کا بہت احترام کرتے تھے منڈاور کا راجہ میوؤں سے خراج وصول کرتا تھا خراج کے علاوہ کالی اور بھیٹ بھی لیتا تھا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ میو اس کا کوئی سدباب نہ کرسکے۔ راؤ مالھا جو اس زمانہ میں ایک بھمیا راجہ تھا کو یہ بات ناگوار گزری اس نے اس رواج کو ختم کرنے کا عزم کیا۔ چنانچہ مختلف میو پالوں اور گوتوں کے سرداروں کی پنچایت منعقد ہوئی اور اس بارہ میں صلاح مشورہ ہوا۔ اس مشورہ میں راؤ مالھا کے ہم خیال راؤ سیمٹ گوروال خاص طور پر قابل ذکر ہے جس نے ہر طرح کی معاونت کی پیشکش کی چنانچہ راؤ مالھا راؤ سیمٹ اور راؤ آڈھا کی مشترکہ کمانڈ میں راجہ منڈاور سے جنگ ہوئی جس میں انہیں کامیابی ہوئی۔ جس کی وجہ سے ان کی عزت و شہرت کو میوات میں چار چاند لگ گئے۔ دونوں سردار بھمیا راجاؤں میں اعلیٰ شخصیات کے مالک تھے۔

میدا میولی' خراب میولی' منگا کا کارہ بچھور اور چوہدری مینا بزوہ اس پال میں بڑے آدمی گذرے ہیں اس پال کا پابھ موضع نائیں تحصیل نوح اور چودھر کا گاؤں میولی تحصیل نوح ہے۔

قدیم قبائلی تقسیم کے مطابق اس پال کے 215 گاؤں شمار کیے جاتے ہیں مگر میوات میں اتنے گاؤں نہیں ہیں خیال ہے کہ اس پال کی آبادی بیرون میوات منتقل ہو گئی تھی۔ میوات میں ابھی تک اس پال کی آبادی موجود ہے۔

دھنگل پال

کشواہا نسل پال ہے میوؤں میں واحد پال ہے جس کا تعلق کشواہا نسل سے ہے۔ کشواہا نسل چھتریوں کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔ مہاراجگان الور اور بھرت پور اسی نسل سے تعلق رکھتے تھے یہ راجہ نل کی اولاد ہیں اس پال کا کرسی نامہ راجہ رام چندر جی سے ملتا ہے دھیسگل پال کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے بعض کے خیال میں دھنگل کو دھینگڑا سے بناتے ہیں جس کے معنی طاقت ور کے ہیں جبکہ دوسرا خیال دانگل بیان کیا جاتا ہے جو ان کے کسی مورث کا عرفی نام تھا اور اس سے بگڑ کر دھیسگل ہو گیا۔

عام روایت ہے کہ راجہ نل کے ایک بیٹے کا نام چاند تھا جس نے ابتداء میں چند یعنی گاؤں بسایا تھا بعد میں اس گاؤں پر ناند کی نسل چاہلیہ معروف دھنیہ قابض ہو گئی اور چاند کی نسل برج کی طرف چلی گئی۔

اس پال میں ایک بڑا داتار چکمل چاہلکا گزرا ہے عام طور پر میراثی اس کی داتاری کے جس گاتے ہیں چکمل نے کسی تقریب کے موقعہ پر میراثیوں کو دان میں ہاتھی دیا تھا میراثیوں کا کہنا ہے کہ ان کو کسی میو نے اتنا بڑا دان نہیں دیا تھا چکمل دھنگل دریا خان کے بیاہ میں شریک ہوا تھا اس پال میں مداری نامی ایک عظیم بہادر ہوا ہے جو موضع بڑکا کا رہنے والا تھا اور نسلاً" بڑکیا دھنگل تھا مہاراجہ جواہر سنگھ آف بھرت پور نے جب لشکر اشنان کا ارادہ کیا تو مداری نے سب سے پہلے مہاراجہ کے اس ارادے کی تائید کی تھی۔ مہاراجہ جواہر سنگھ آگرہ میں سیر کرتے ہوئے مارے گئے تھے ایک روایت کے مطابق جواہر سنگھ کی موت کا ذمہ دار مداری میو کو بتایا جاتا ہے مگر اس کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہ ہے قلعہ اندور پر دھنگل میوؤں کا قبضہ رہ چکا ہے جس وقت بختاور سنگھ نے اس قلعہ کو فتح کیا تھا یہ قلعہ دھنگل میوؤں کی عملداری میں تھا۔

1857ء کی جنگ آزادی جو کہ غدر کے نام سے موسوم ہے اس پال کے بہادروں نے موضع وائمسنہ میں انگریزی فوج اور پولیس کا مقابلہ کیا تھا اور مردانگی کے جوہر دکھائے تھے یہاں

متعدد انگریز مارے گئے تھے میوؤں کا بھی جانی نقصان ہوا تھا بعد میں موضع وانہسنہ اور اس کے مضافات کے گاؤں حکومت انگلشیہ نے ضبط کرکے نیلام کردیئے تھے۔ 1932ء کی الور تحریک میں اس پال نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔

سوندھیا تھانبہ میں ایک مشہور درویش بزرگ حضرت میاں راج شاہ صاحبؒ موضع سوندھ میں گذرے ہیں۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ، مولانا عظیم خانؒ، میاں محمد عمر شاہ صاحبؒ، مولوی احمد جان صاحبؒ، آپ کی ہی اولاد ہیں میاں راج شاہ صاحب کے مریدین بیرون میوات بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ قائد میوات چودھری محمد یاسین خان صاحب مرحوم نے بھی اسی پال میں جنم لیا تھا۔ چودھری فتح خان صاحب بیواں، خان بہادر سردار محمد خاں صاحب مرحوم بیواں، چودھری امراء وانہسنہ دھنگل پال کے معزز مقتدر اور چودھری تھے۔

دھنگل پال کا پابہ وانہسنہ ہے دیہات کی تعداد 360 ہے آبادی ضلع گورگانوہ کے علاوہ ریاست الور کے تجارہ اور ٹپوکڑہ کے علاقہ میں پائی جاتی ہے چودھر کا گاؤں رائیسنہ، گوالدہ زیادہ مشہور ہیں تھانبے دار چودھرات گھاسیڑہ، گھاسں، بڑکا، ساریں میں ہیں اس پال کے تھانبے رائیسیا، گھاسڑیا، چاہلیا، دھلاوٹیا، سوندھیا، بڑکیا، گوالدیا اور ساریاں ہیں اس پال کی بیشتر آبادی 1947ء میں اگرچہ ترک سکونت کرکے پاکستان چلی گئی تھی مگر اس کے باوجود میوات میں اب بھی کافی آبادی پائی جاتی ہے۔

کلیسا پال

یہ راٹھوڑ ونس پال ہے جب قنوج کا راج ختم ہوا۔ وہاں کے فرمانروا بھاگ کر کچھ تو مارواڑ چلے گئے۔ جے چند کا بیٹا سینو جس نے شہاب الدین غوری سے شکست کھائی تھی میوات کی طرف چلا آیا۔ راجہ کرجی عرف کلیسا اسی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے نام سے یہ کلیسا پال موسوم ہوئی۔ یہ پال کسی زمانہ میں بہت مشہور اور بہادر تھی۔ اس کی لڑائی دھنیٹھ کے مقام پر نیائی میوؤں سے ہوئی تھی جس میں کلیسا پال کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا بلبن اور بابر کے عہد کی جنگوں میں اس پال کے زیادہ آدمی مارے گئے تھے اور بہت سے میوات سے ترک سکونت کرکے چلے گئے تھے جس کی وجہ سے اس پال کی تعداد بہت مختصر رہ گئی تھی اب صرف بارہ گاؤں پر مشتمل ہے۔ چودھر کا گاؤں داور ہے پاکستان میں اس پال کی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔

سینگل پال

سینگل پال بڈگوجر نسل سے ہے اس کے مورث کا نام سینگر ہے جو پہلے پہل مسلمان ہوا تھا۔ سینگر بڈگوجر نسل کی بہت بڑی شاخ ہے جو کافی پرانی ہے۔ یہ گوت بہت سی چھتری قوموں میں ملتا ہے سینگر قدیم شاہی خاندان ہے بعض مورخ اسے سورج بنسی اور بعض چندر بنسی بیان کرتے ہیں۔ راجہ کرن کے عہد سے پہلے اسی خاندان کی دو شاخیں تھیں ایک شاخ والے کنتی کے بیٹے کورو ہوئے اور دوسری شاخ والے شیش کرن کہلائے۔ انہوں نے گنگا کے کنارے دریائے چنبل کے کنارے تک قبضہ کرکے اپنا شیش کرن راج قائم کرلیا جو بعد میں شیت کرن سے سینگر ہوگیا۔

میوات میں یہ پال بہت بہادر اور مشہور شمار ہوتی ہے کبیروں اور بھاٹوں کے قول کے مطابق سینگل پال کے بائیس گڑھ پتی راجہ تھے ایک روائت کے مطابق ان کی لڑائی بھاؤ مرہٹہ سے بھی ہوئی تھی جبکہ وہ دلی پر حملہ آور ہونے کے بلئے سینگل وائی سے گذرا تھا۔ اوجینہ اور سنگیل میں بھی چھونکر راجپوتوں سے قبل بڈگوجر آباد تھے۔ سینگل پال کی کابلی اور بھیٹ پہلے راٹھور کے گڑھ پتی راجاؤں سے بندھی ہوئی تھی قدامت کے اعتبار سے سینگل میو قوم میں اچھا مرتبہ رکھتے ہیں میوؤں کی بعض رسومات کے موجد سینگل بتلائے جاتے ہیں کوتل (ڈھوری) کا موجد موضع دھوکڑی کا ایک سینگل میو بتایا جاتا ہے اس میو نے راجہ پرتاب سنگھ ماچاہیڑی کی مدد کی تھی۔ سینگل پال سے تعلق رکھنے والی ایک شاخ برج کے کنارے آباد ہے یہ بڈگوجر

کہلاتے ہیں سنگاران کا بڑا گاؤں ہے انہوں نے اپنے بائیس قلعوں کی نقل پر سنگار کے آس پاس بائیسی آباد کی ہوئی ہے سمنگل نسل کے دو گاؤں ڈھرہ کلاں اور نیرہ باس نسل سے علیحدہ ہو کر خان جادو گوت میں شامل ہوگئے تھے۔

پانچ پہاڑ کی لڑائی جو پاہٹ پال نے مغل بادشاہ شاہ جہاں سے لڑی تھی سمنگل پال نے اس لڑائی میں پاہٹوں کی مدد کی تھی بتلایا جاتا ہے کہ اہلاد سنگھ راٹھوڑ جو شاہ جہاں کی طرف سے اجان گڑھ کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا تھا وہ راٹھ کے علاقہ کا رہنے والا تھا سمنگل میوؤں نے اس کا گھ اجاڑ دیا تھا اور راٹھ کے راجپوتوں کا نہس تہس کردیا تھا۔ اس پال میں ایک مشہور آدمی پر تھی مل گذرا ہے جس کی بہادری اور داتاری بہت مشہور ہے یہ پاٹن کا رہنے والا تھا موضع سیوانہ میں قائم اور راوت دو بہادر سمنگل میو تھے جنہوں نے مہا راجہ بختاور سنگھ کے اونٹ چوہڑ سدھ کے پہاڑ میں لوٹے تھے اس پال کا پابھ مدھیرا ہے جو بانسور الور میں ہے یہ مقام پہاڑوں کے درمیان واقعہ ہے مگر اب جہاں میو آبادی نہیں ہے۔

سیسگل پال کے چودھر کے گاؤں چاندولی' اسماعیل پور ہیں دیہات کی تعداد 210 ہے ان کی آبادی زیادہ کھیرتل کے آس پاس بہروڑ کی جانب آباد ہے جو سیسگل واٹی کہلاتی ہے بیشتر آبادی ترک سکونت کرکے پاکستان آگئی ہے مگر اس کے باوجود علاقہ میوات میں ان کی آبادی موجود ہے۔

پاہٹ (پلاکڑہ) پال

یہ چوہان نسل پال ہے۔ میوؤں کی بارہ پالیں اور یہ تیرھواں پلاکڑہ ہے میوات کے لوگ پاہٹ کو پلاکڑہ کے نام سے جانتے ہیں پاہٹ کی وجہ تسمیہ اس کے مورث بابا کا نام ہے جو ابتداء میں بابا سے پاہوت ہوا اور پھر بعد میں یہی لفظ پاہٹ بن گیا۔ پاہٹ کی مناسبت سے ان کے علاقہ کو پاہٹ واڑہ کہتے ہیں۔

پاہٹ میو قوم کی ایک بہادر نسل ہے جس پر میوات کو فخر ہے اکبری عہد میں ٹوڈرمل پاہٹ میوات کا عظیم راجہ تھا جو ڈابک بھرت پور کا رہنے والا تھا اس کی راجدھانی اجان گڑھ تھی میو اور مینوں کی شادی کا تعلق اس ٹوڈرمل سے ہے ٹوڈرمل کے لڑکے کا نام دریا خان تھا جس کی شادی بادھا راؤ مینا کی پوتی سس بدنی سے ہوئی تھی اس شادی پر دریا خاں نے لشکر کشی کی تھی جس میں بارہ باون کے میو شریک ہوئے تھے میوؤں میں اس شادی کو بڑی اہمیت حاصل ہے ٹوڈرمل کی قبر ڈابک میں ہے ڈابک کے نزدیک پالکا بھی انہی کا گاؤں تھا جہاں دریا خاں رہتا تھا۔

پاہٹ پال کا دوسرا عظیم واقعہ پانچ پہاڑ یا گڑھ بلگ کی لڑائی ہے جو پورے میوات میں مشہور ہے جس کا پس منظر اس طرح ہے پانچ پہاڑ کی عظمت ٹوڈرمل کے زمانہ میں تھی ٹوڈرمل کے بعد اس قلعہ پر اس کی نسل کے پاہٹ میو حکمران تھے رائے بھان' مسند خاں مواسی اور روڑا ان کے سرغنہ تھے گڑھ بلگ کے پہاڑ میں ان لوگوں نے اپنی پناہ گاہیں بنائی ہوئی تھیں یہ بہادر میو دلی کی فرمانروائی کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ مغل شہنشاہ شاہ جہاں نے دلی سے اپنا کچھ خزانہ اونٹوں پر لاد کر اکبر آباد (آگرہ) کو روانہ کیا جس کا سراغ ان لوگوں کو لگ گیا۔ ان لوگوں نے خزانہ سے لدے ہوئے یہ اونٹ راستہ میں لوٹ لئے جب اس امر کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو بادشاہ نے اہلاد سنگھ راٹھوڑ کو ایک لشکر جرار کے ہمراہ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ شاہی لشکر سے بہت بڑی جنگ ہوئی۔ یہی جنگ پانچ پہاڑ کی لڑائی کے نام سے مشہور ہے پاہٹ پال نے مہا راجہ جواہر سنگھ والئی بھرت پور کی پرزور حمایت اس وقت کی تھی جبکہ وہ پشکراشنان کے لئے اپنی فوج لے کر گیا تھا اس حمایت کے سلسلہ میں جیتا میو کو 500 بیگھ کی جاگیر دی تھی یہ جاگیر موضع گلپاڑہ میں موجود ہے۔

مسند گودھولیا کا گوت اگرچہ الگ تھا لیکن وہ بھی اس پال میں ضم ہو گیا تھا پاہٹ پال کا پابھ میو کھیڑہ ہے یہی چودھر کا گاؤں ہے اس پال کے تھانبے بیجواں' اوڈاوت' بوڈیا' بیاری ہیں اور گاؤں کی تعداد 210 ہے۔ یہ پال ابھی تک کافی تعداد میں میوات میں آباد ہے۔

جادو بنسی گوت

جادو بنس پالوں کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے یہ پانچ پالیں پانچ گوت بھی ہیں اس کے علاوہ جادو نسل گوت حسب ذیل ہیں۔ گوروال' میوال' خان جادو' کڑنیائی' بڑنیائی' بگھیلا' بھوسلیا' سنگالیا' پھمالیا' کھرکٹیا' بھابلا' جوتوار' لم کھیڑہ' سلانیا' ناہرواڑ' بمناوت' بسیر' بٹلاوت' مہک اور بٹلاوت

مذکورہ بالا گوتوں میں سے کڑنائی' بڑنائی' بگھیلا' پھوسلیا' سنگالیا' پھمالیا' کھرکٹیا' بھابلا' جوتوار' بٹلاوت' مہک' بٹلاوت' سلانیا' لم کھیڑہ' گوتوں کی کوئی آبادی میوات میں نہ تھی جن لوگوں کی آبادی میوات میں تھی ان کے بارے میں تفصیل اس طرح ہے۔

گوروال گوت

یہ ایک جادو بنسی گوت ہے جس کا مورث گوتراج تھا اس گوتراج سے گوروال ہو گیا۔ خان

جادو گوت کا کرسی نامہ بھی اس نسل سے ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ گوروال اور خان جادو گوتوں کا پابہ مشترکہ ہے جو اراولی پربت کے دامن میں سریٹا گاؤں ہے اس گاؤں میں قدیم زمانہ کے کھنڈرات تو موجود ہیں مگر اب ہر دو گوتوں میں سے کسی کی بھی آبادی نہیں ہے۔ راؤ سیمٹ گوروال سریٹا کے رہنے والے تھے جو ایک عظیم بہادر سردار تھے بیشتر گوروال راؤ سیمٹ کی اولاد ہیں راؤ سیمٹ نے راؤ مالھا ڈیڑوال کے ساتھ مل کر منڈاور توڑی تھی جس سے بارہ باون کی کالی بند ہوئی تھی۔ گوروال گوت کی آبادی سریٹا کے آس پاس اراولی پرٹ کے نیچے نگینہ، بھاوس وغیرہ مواضعات میں ہے چودھر کا گاؤں نکیتہ ہے نکیتہ کے چودھری نور محمد عرف منشی، صدو، رحمت خان اور راولی کے چودھری چاند مل اس گوت کے مشہور آدمی گذرے ہیں اس گوت کی آبادی مواضعات چاندن ہولہ، دھیرن کی، کھوہ سرامہ، گھنواسن، رائی کا، نکیتہ، مالب، بھاوس، مول تھان، مراد پاس، ناولی، بیم لی، جسن پور بارہ، وائی کا، پلاس لی، خوجا کا کھوکھڑہ، موج پور، اٹیرنہ، راولی، موہڈا کا، بھنڈ یارہ، سبھل گڑھ، جانیا کی رہیوہ، ناگل مبارک پور، پال پور، جانیوڑہ، سیل کھرکھڑی، اسائسی کا، تدام پور اور بالوج میں تھی۔

میوال گوت

یہ بہت مشہور جادو نسی گوت ہے جس کا سری کرشن جی مہاراج سے بہت گہرا تعلق ہے تاریخ جنوبی ہند کے مصنف مولوی محمود خاں میسوری نے اپنی کتاب میں اس گوت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ خاندان بہت قدیم ہے اس کی حکومت بارہ ہزار گاؤں پر تھی اور پایہ تخت مدراس سے تیس میل کے فاصلہ پر سنجی ورم کے قریب تھا ہندو تہذیب کی روایات میں ہے کہ کرشن جی نے دوارکا سے آکر شہر کا محاصرہ کیا تھا اس خاندان کا جو کتبہ ملا ہے اس پر 239ء ق م لکھا ہے مورخوں نے اس گوت کے گیارہ بادشاہ بتلائے ہیں اس گوت کی آبادی میوات کے جنوبی علاقہ تہن گڑھ (بیانہ) کے آس پاس پائی جاتی ہے جو جادو نسی میوؤں کی حسی نسبی جگہ ہے۔

اس گوت کے لوگ مواضعات، کھلورا، جتیا کا، دتیا کا، رتوا کا، اندر گڑھ سی، نگل سی، نصیر باس، دھن سنگھ باس اور لاڈ پور میں آباد تھے۔

خان جادو گوت

ایک مشہور جادو نسی گوت ہے جو یادو سے جادو بنا۔ جادو کے ساتھ خان کا خطاب لگا کر

خان جادو بنا اور اب اسی کو لوگ خان زادہ کہتے ہیں اس گوت کا نسبی تعلق گوروال گوت سے ہے گوروال کی طرح خان جادو کا پابند بھی سرہٹا گاؤں ہے خان جادو کے بارے میں میو نہ ہونے کی غلط فہمی منشی شرف الدین خان زادہ سانٹھا واڑی مصنف مرقع میوات نے پیدا کی تھی اور ایک برتر قوم ثابت کرنے کی کوشش کی تھی سانرپال آف سرہٹا خان جادو گوت کا مورث اعلیٰ ہے روایت ہے کہ سانرپال کو فیروز شاہ تغلق نے بہادر ناہر کا خطاب دے کر موضع کوٹلہ جاگیر میں دیا تھا جہاں ایک عرصہ تک اس کے خاندان کا سلسلہ حکمرانی رہا۔ جس کا ذکر بیشتر تاریخوں میں پایا جاتا ہے اس کے علاوہ جن خان جادو حکمرانوں کا ذکر تواریخ میں آیا ہے ان کے نام قدو' جلو' جلال خان' احمد خان' علاول خان' حسن خان اور جمال خان ہیں جو اسی گوت سے تعلق رکھتے تھے۔

فیروز شاہ تغلق کے بعد سادات اور لودھی عہد حکومت میں خان جادو گوت کے افراد میوات کے بیشتر علاقوں پر قابض و حکمران تھے۔ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کبھی کسی مسلمان حکمران سے ٹکرا جاتے اور کبھی ان سے مل کر انعامات و حکومت حاصل کر لیتے تھے سلاطین پرستی ان میں اس وجہ سے پیدا ہوگئی تھی کہ وہ میوؤں پر اپنی برتری قائم رکھنا چاہتے تھے۔ میو قوم انہیں ضمیر فروشی اور قوم فروشی کی وجہ سے حقیر اور ڈرپوک جاننے لگی۔ دونوں گروہوں میں خلیج اس قدر وسیع ہوگئی کہ خان جادو گوت نے اپنی قومیت کو ہی بدل لیا۔

خان جادو گوت کے بہادرانہ کارنامے بھی پائے جاتے ہیں مثلاً" دریا خاں کے بیاہ میں خان جادو مجاہد خاں آف کھوہ شامل تھے جلا خان خان جادو مہا راجہ جواہر سنگھ آف بھرت پور کے ساتھ پشکر اشنان کے لئے اپنی سپاہ لے کر گئے تھے سورج مل والئی بھرت پور نے جب دلی پر لشکر کشی کی تھی تو خان جادو بھی اس کے ہمراہ تھے۔

جمال خان' خان جادو جس کو مورخین نے حسن خان میواتی کا حقیقی بھائی بتایا ہے اس کی دو لڑکیاں تھیں جن میں سے بڑی لڑکی اکبر بادشاہ کو بیاہی گئی اور چھوٹی اس کے وزیر بیرم خان کے نکاح میں تھی اس لڑکی کے بطن سے بیرم خان کا بیٹا عبدالرحیم خان خاناں پیدا ہوا تھا جو اکبر کے نورتنوں میں سے تھا۔ دراصل خان جادو گوت کا شاہی خاندان کو لڑکیاں دینا ہی میو قوم اور خان جادو گوت میں نفاق کا اصل سبب تھا کیونکہ میو قوم غیر برادری کو لڑکی دینا معیوب سمجھتے تھے۔

جنگ آزادی 1857ء میں خان جادو گوت کے لوگ اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے انگریز سرکار نے

مہمات کو سر کرنے کے بعد اس گوت کے افراد کو بھاری جائیدادیں اور جاگیریں قوم فروشی کے عوض دیں۔ نوح میں میوؤں کی تمام بسویداری ضبط کر کے خان جادوں کو دیدی تھی۔ یہ لوگ قصبات اور شہروں میں آباد تھے ان میں تعلیم کا چرچا بھی زیادہ تھا۔ 1914ء کی جنگ عظیم میں اس قوم کے لوگوں نے جو کہ فوج میں ملازم تھے نمایاں کردار ادا کیا تھا جس کے صلہ میں انگریزی حکومت نے فوجیوں کو انعامات و تمغات دیئے۔ تجارہ اور مانڈی کھیڑہ میں اس کی عظیم یادگاریں آج بھی برلب سڑک نصب ہیں۔ خان جادو گوت کے چودھر کے گاؤں تجارہ' مبارک پور اور بیگواں ہیں ہند و پاکستان کی تقسیم 1947ء کے نتیجہ میں قریباً" سارے خاندان پاکستان آگئے اور اب میوات میں ان کی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔

بیسر گوت

جادو بنسی گوت ہے۔ قدیم روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بیسر نسل راجہ بھاجز نامی ملوانٹا میں حکمران تھا جس کی بیٹی سے لاڈا مورث لنڈاوت (باگھوڑہ) پال نے شادی کی تھی بھاجز نے لاڈا کو قتل کر کے بظاہر اس کا کنم ناش کردیا تھا لیکن بعد میں بھاجز کی بیٹی سے سال بھرٹ پیدا ہوا جس کی پرورش تلک رائے میراثی نے کی تھی۔ بیسر گوت کی وجہ تسمیہ بیں ہے جس سے بیسر بنایا گیا۔ بیں 36 شاہی خاندانوں میں سے ہے راجہ شال باہن کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں بیسوں میں سب سے زیادہ مشہور راجہ تلوک چند ہوا ہے۔

اس گوت کی چودھر کا گاؤں ساکرس ہے چوہدری مجاہد جان جو کہ اس گوت کے چودھری تھے کو بڑی اہمیت حاصل تھی کیونکہ ان کو حکومت وقت کی طرف سے کاٹھ' کوڑا کے اختیارات حاصل تھے چودھری قدرت اللہ مرحوم زیلدار ساکرس جن کا تعلق بیسر گوت سے تھا مشہور آدمی گزرے ہیں۔ اس گوت کی آبادی مواضعات' ساکرس' جرگالی' کلتاجپور' کالا کھیڑہ' کالیا باس' کھیڑی خورد یسونہ' آم کا' پٹاکپور میں تھی۔ اس گوت کی بیشتر آبادی ابھی تک میوات میں ہے۔

بھمناوت گوت

جادو بنسی گوت ہے۔ اس گوت کے مورث نے کسی برہمن کو مار دیا تھا جو کہ ایک پاپ تھا۔ اس لئے انہیں بھمناوت کہا جانے لگا۔ دوسری ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کے مورث مہر

چند کی ماں ایک وہی عورت تھی جس سے بھمناوت بنا دیا گیا۔ یہ گوت نیای پال کا قریبی ہے کیونکہ تنائی پال کا مورث چند اور بھمناوت گوت کا مہر چند آپس میں بھائی تھے۔ اس گوت کی آبادی مواضعات کھندوالی' باروٹی' پہاڑی' آکیرہ میں تھی۔

ناہرواڑ گوت

ایک مشہور گوت ہے۔ مگر کوئی خاص معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ البتہ اس گوت کی آبادی مواضعات اکبر پور' احمد پور' کھیڑکا' الاپور اور کیسر میں تھی۔

تومر نسل گوت

تومر نسل گوتوں کی تعداد اٹھارہ ہے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔
منگریا' سروہیا' بلیانہ' تانگلوت' کٹاریا' سوکیڑیا' **کونجھا** بوڈیان' بمیا' بلاوت' بملاوت' باکڑاوت' کانگر **پکھوت**' مارگ' ماندر' توار' سوگن' مذکورہ بالا گوتوں میں سے مانڈر' **کونجھا**' بمیا' باکڑاوت' مارگ' مانڈر' توار گوتوں کی آبادی میوات میں نہ تھی جن گوتوں کی آبادی میوات میں تھی ان کا مختصر حال قابل ملاحظہ ہے۔

منگریا گوت

تومر نسل گوت ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ اس کے مورث منگ کے نام پر ہے جس نے اپنے نام پر مانگر گاؤں چوراسی میں آباد کیا تھا جہاں اب میوؤں کی بجائے گوجر آباد ہیں ان گوجروں کو بھی مانگر کہتے ہیں منگریا گوت کا بھائی چارہ چھرکلوت پال کے ساتھ ہے راوت اور چوہیسا کے جاٹوں کے جھگڑے میں منگریا گوت نے چھرکلوت پال کا ساتھ دیا تھا اس طرح منگریا گوت پر جب کوئی آفت یا پریشانی آئی تو چھرکلوت پال نے اس کی حمایت کی۔ فیروز پور نمک کے منگریا اپنا بھائی چارہ گھاسیڑہ سے رکھتے ہیں جن کی وجہ گھاسیڑہ گاؤں کے مورث کی پرورش فیروز پور نمک میں ہوتی بیان ہوئی ہے۔

1857ء کی جنگ آزادی (غدر) میں جب انگریزی فوج نے روپڑاکا پر حملہ کیا تھا تو فوج کا مقابلہ کرنے والوں میں منگریا گوت کے دیہات بھی شامل تھے اور ان کا بھی کافی مالی نقصان ہوا تھا اس گوت کی آبادی مواضعات فیروز پور نمک' اندھولا' پچانکا' کھلوکا' گوراکسر' لڈاکی' کھور پوری' گجر پور اور کھوری میں تھی اور اب بھی ہے۔

سروہیا گوت

تومر نسل گوت ہے یہ گوت متفرق طور پر میوات میں آباد ہے پہاڑ اوپر سروہیا میو اپنا بھائی چارہ دھنگل پال کے ساتھ رکھتے ہیں۔ اس گوت میں ایک بہادر میو ساتولیا نامی موضع سہکولہ میں ہوا تھا جو میوات کی تاریخ میں ایک نمایاں کردار کا حامل بیان ہوتا ہے ساتولیا میو مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ہوا تھا اس نے دلی کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ تاریخی روایات کے مطابق اس کے پاس دس ہزار گھوڑے اور سوار تھے وہ پہاڑ اوپر سے لے کر متھرا اور بھرت پور کے علاقہ تک چھاپے مارتا رہتا تھا اس کی پناہ گاہ گھوڑ بسی کے درہ میں تھی بھرت پور کے مہاراجگاں سورجمل اور جواہر سنگھ کے ساتھ بھی اس کا مناقشہ ایک عرصہ تک رہا تھا اس گوت کی آبادی مواضعات فیروز پور نمک' کھوری' ماڈل پور' لدھیا پور' فتح پور' سوفتہ کا' جھنجوری' پپاکا' پاٹو کا' گھس بیٹھی' کروری' بھوتلاکا' گھاگھوٹ' الیرنا' ملہ جھانوں' کنٹول' اونٹون اور بچھور پور میں تھی۔ اس گوت کی آبادی میوات اور پاکستان میں ہے۔

بلیانہ گوت

تومر نسل گوت ہے یہ گوت کوٹ پال کی اولاد ہے۔ اس گوت کی بیشتر آبادی نوگانواں ریاست بھرت پور کے گردو نواح میں ہے نوگانواں اس گوت کی چودھر کا گاؤں ہے اس گاؤں کی مناسبت سے اس کی گوت کو نوگیاں بھی کہتے ہیں اس گوت کے رشتہ وارانہ تعلق موضع بچھور کے مورث سکتے سے تھا جس کی وجہ سے بلیانہ اس جگہ پر آباد ہوئے تھے۔ اس گوت کا بھائی چارہ بیسرو اور اس سے ملحقہ ڈمروت پال کے ساتھ ہے نوگیاں بہادری اور قومی جاں نثاری کے لئے مشہور ہیں ایک مرتبہ مہاراجہ بھرت پور نے نوگانواں گاؤں پر فوج کشی کردی تھی مگر نوگیاں بہادروں نے مہاراجہ کی فوج کو مار بھگایا اور ان کی ایک توپ بھی قبضہ میں لے لی تھی۔ موضع دھوج بھی بلیانہ گوت کا مشہور گاؤں ہے غیاث الدین بلبن کی لڑائی جو کہ گاکورانا کے ساتھ ہوئی تھی میوؤں کا جھنڈا موضع دھوج میں نصب ہوا تھا۔

چودھری چنگا نوگانواں والے اسی گوت کے چودھری تھے اور چودھری تیجو خاں گوباسی بھی ایک مشہور شخصیت تھی چودھری خورشید دھوج والے اچھی شہرت کے مالک تھے اس گوت کی آبادی مواضعات دھوج' نوگانواں' شکراوہ' فیروز پور میو' پاٹھن گاؤں بگھ' نیدا' بھونستھا' باہمنی'

جھریڑہ' جھریڑی' نگوباس کھیچا تان' رسول پور' صدارا' پائی محمد پور' عالم پور' ٹیکری کھیڑہ' او پھیرہ اور کو تماکا میں تھی اگرچہ اس گوت کی کافی آبادی پاکستان آگئی ہے اس کے باوجود ابھی تک میوات میں بھی ان کی کافی آبادی موجود ہے۔

کٹاریہ گوت

تومر نسل گوت ہے۔ میوات میں ان کی جزوی آبادی صرف مواضعات مروڑا اور کریہڑہ میں تھی اس گوت کی آبادی اتر پردیش کے اضلاع بلند شہر وغیرہ میں ہے۔

سوکیٹریا گوت

تومر نسل گوت ہے اس گوت کا مورث گنگ ہے جس نے گنگورہ آباد کیا۔ یہ شخص اڑنگ پال کا پوتا تھا اس کے پیر بیماری کی وجہ سے سوکھ گئے تھے جس کی بنا پر اس کی اولاد کو سوکیٹریا کہا جانے لگا۔ میوات میں اس گوت کی آبادی مواضعات نئی' چھانیسہ' میٹھے پور' ہونجھڑی کلاں' ہونجھڑی خورد' گنگورہ' انگراولی' جونا کھیڑہ میں تھی۔

بوڈیان گوت

یہ گوت تومر نسل ہے جس کا کرسی نامہ اڑنگ پال سے جا ملتا ہے میوات میں اس گوت کے تین گاؤں گھڑاولی' الاول پور' بھپاولی ہیں جو چھرکلوت پال کے باہڑمنسی ڈاگ تھانبے کے ساتھ اپنا بھائی چارہ رکھتے ہیں اس گوت میں چودھری عبدالحئی عرف جیون خان جو کہ موضع گھڑاولی کے باشندے ہیں ایک مشہور سیاسی شخصیت ہیں اور میوات میں ہیں۔

جمنیا گوت

تومر نسل گوت ہے اس گوت کی آبادی ضلع الور میں ہے مواضعات دھول پوری' رائے سیس' اتاوج اور سیاما کا میں آباد ہیں۔

بلاوت گوت

تومر نسل گوت ہے وجہ تسمیہ اس کے مورث بھیلے کے نام پر ہے بھیلا سے بھیلاوت اور پھر بلاوت بن گیا۔ یہ گوت لنڈاوت پال کی ایک شاخ ہے۔ اس گوت میں حضرت مولوی محمد عبداللہ خاں صاحب مرحوم ساکرس ایک عالم بزرگ گزرے ہیں ساکرس کے مولوی حبیب اللہ

خاں بھی ایک مشہور شخصیت ہیں۔ اس گوت کی آبادی مواضعات ساکرس' چوپڑی' پاڈلہ' ہمزن پور اور کھیڑہ میں تھی اور اب بھی ہے۔

بھلاوت گوت

تومر نسل گوت ہے اس گوت کا نام اس کے مورث بھلا کے نام پر ہے جو سال جھرٹ کا بارھواں بیٹا تھا یہ گوت بھی لنڈوات پال کی ایک شاخ ہے لنڈاوت پال سے ان کا خاندانی تعلق ہے اس گوت کی آبادی بہت کم ہے۔ صرف موضع آکیڑہ میں جزوی آبادی ہے۔

کانگر گوت

تومر نسل گوت ہے اس گوت کا حسب نسب کوٹ پال مورث سروھیا' منگریا اور بلیانہ سے ملتا ہے اس گوت کی جزوی آبادی مواضعات آکیڑہ' جالیکی اور پینگری میں تھی۔

سوگن گوت

تومر نسل مشہور گوت ہے اس گوت کا مورث اعلی شہزاد پال' اڑنگ پال کا بیٹا تھا اس گوت میں دیپک نامی ایک دیس دیال گذرا ہے دیپک دیس دیال نے مانچہ کے ممکپ راجہ سے جنگ کی تھی جس میں فتح یاب ہوا اور مانچہ میں ہی آباد ہوا۔ اس گوت کی آبادی مواضعات اوذرہ' مانچہ' مانوتہ' تپونہ' بکھسلہ اور پوندارا کا میں تھی۔

چوہان گوت

چوہان نسل گوتوں میں مور جھنگال' گومل' کھیل وار' کنوالیہ' چھونکر' چوراسیہ' چوہاں اور بھان گوت شامل ہیں مگر گومل اور کنوالیہ گوتوں کے علاوہ باقی ماندہ کی آبادی میوات میں نہ تھی۔

گومل گوت

یہ گوت چوہان نسل ممکپ سے تعلق رکھتا ہے جو زہان کا بھائی اور مانک راؤ کا بڑا بیٹا تھا کبیشر لوگ اس گوت کو پاہٹ پہال سے قریب بتلاتے ہیں میوات کے مختلف قلعوں الور' اندور میں ممکپ چوہاں کی حکومت رہ چکی ہے لیکن یہ لوگ آہستہ آہستہ ختم کر دیئے گئے اور وہ میوات کو چھوڑ کر دور دراز مقامات پر جا بسے۔ خیال ہے کہ میوات کے گومل میو ان کی بچی ہوئی اولاد ہیں اس گوت کی آبادی مواضعات کھائی کا' آگون پتھرالی' شاہ پور' کھیڑلہ' پہاڑ پور' نوشیرہ' سولا کا'

بیٹو اور گادھی میں تھی۔

کنوالیا گوت

چوہان نسل گوت ہے یہ گوت پاہٹ پال کا بہت نزدیکی ہے اس گوت کی آبادی پاہٹ واڑہ کے آس پاس ہے اس گوت میں بکسا نامی ایک مشہور شخص گذرا ہے جو موضع کنھواڑہ کا رہنے ولا تھا اس گوت کی آبادی میوات کے علاوہ مالوہ میں کافی ہے میوات میں اس گوت کی آبادی مواضعات بدر پور' نکن پور' کیتھواڑہ' نمہلا' جلال پور' رون پور' سانچولی مس پور' شیخ پور' محمد پور' بیسریکی' ترواڑہ' متواڑی' مانجی' کھواہ' سول پور' کلانہ' نریالی' راڈکا میں تھی۔ نکن پور کے چودھری جہاز خان مرحوم مشہور آدمی گزرے ہیں جو گوڑگانوہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر بھی رہے تھے۔

بڈگوجر گوت

یہ نام بیر گوجر کے نام پر رکھا گیا ہے جو چھتریوں کی ایک کل ہے اس کی ایک شاخ لوکا کہلاتی ہے یہ نسل راٹھ اور بیگوتہ میں آباد تھی مگر حوادثات زمانہ کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہاں سے ہجرت کرکے دوسرے مقامات پر چلی گئی۔ ان میں سے اکثر اتر پردیش کے مغربی اضلاع میں آباد ہیں۔

جارولی' سہنہ' پھونڈی وغیرہ کے بڈگوجر اسی عہد رفتہ کی یادگار ہیں میوؤں کی سہنگل نسل پال کا تعلق اسی نسل سے ہے بڈگوجروں کی لوکا شاخ سری رام چندر جی کے چھوٹے بیٹے لوکی اولاد بتائی جاتی ہے اسی نسبت سے ڈھنگل اور سہنگل پال کو ایک نسل بتایا جاتا ہے ڈھنگل پال کشواہا نسل سے ہے جو کہ رام چندر جی کے بڑے بیٹے کش کی اولاد کہلاتی ہے۔

میوات میں بڈگوجروں کی دو بانسہاں مشہور ہیں ایک بھونڈسی کی بانسی جس میں ہندو بڈگوجر راجپوت آباد ہیں اور دوسری سنگار کی بانسی جہاں میو بڈگوجر رہتے ہیں سنگار کی بانسی کے مورث کان کے ایک بھائی کا نام مان تھا جو لال پور کے جاٹ بڈگوجروں کا مورث ہے نسلی طور پر لال پور کے بڈگوجر' جاٹ' سنگار کے بڈگوجر میوؤں سے قریب ہیں غالباً" اسی وجہ سے ان کا برادرانہ بھائی چارہ چلا آرہا ہے۔

سنگار کی بانسی کے تمام دیہات سنگار گاؤں سے جا کر آباد ہوئے ہیں ہر ایک تھوک کے

کئی کئی گاؤں ہیں اس گوت کی آبادی میوات میں اکٹھی ہے ان کا بھائی چارہ بیسرو کے ڈیمروت میوؤں کے ساتھ ہے اس گوت کے گاؤں حسب ذیل ہیں۔

سنگار، آندھاکی، پسھوری، گھیڑا، پٹاک پور، جیونت، کھیڑلہ پوز نہانہ، کھوری، جرہیڑا، سینٹرا، باس ولا، جیرا ہیڑہ، سٹ پڑا، بہادر پور، کھیڑی، گودھولا، کیڑانیر، ایلواڑی، گوہتہ، ڈوودلی، اونٹ کا، پنگانوہ، چوندی کا، گنگانی۔

سنگار کے چوہدری مہتاب خان اور چوہدری سہراب خان زیلدر مرحوم اس گوت کی مشہور و معروف ہستیاں گذری ہیں۔ ابھی تک کافی آبادی علاقہ میوات میں بدستور آباد ہے۔

پنوار گوت

اس گوت کا نام چھتری کل پنوار کے نام پر ہے دھار نگری کا راجہ بھوج اسی نسل سے تھا راجہ بکما جیت بھی پنوار نسل تھا۔ میوات میں اس گوت کو پنوار کے نام سے جانتے ہیں میوات میں اس گوت کی جزوی آبادی مواضعات راجہ کا گوجر نگلہ اور پلا میں تھی۔

گوڑ گوت (گوری)

گوری گوت والے اپنا نام اپنی کل گوڑ سے اخذ کرتے ہیں۔ یہ ایک مشہور گوت ہے جس کے دیہات دلی کی تلپٹی میں پائے جاتے ہیں اس گوت میں ایک مشہور عالم مولوی محمد عمر خان صاحب حوض رانی ہوئے ہیں جو قومی تعلیم سے بہت دلچسپی رکھتے تھے ایک عرصہ تک بیرن میو ہائی سکول نوح میں بطور استاد چوتھی جماعت کو پڑھاتے رہے ہیں اس گوت کی آبادی مواضعات حوض رانی، بیگم پور، اکیری، اکروہ اور بھوڑہ میں تھی۔

آٹھواں باب

میو قوم کی چودھراتیں

میوات کے بہت سے موجودہ چوہدری اکبری عہد مغلیہ کے زمانہ سے خاندانی طور پر چودھری کہلاتے چلے آرہے ہیں ان میں سے بعض کو چودھری کی تنخواہ بھی ملتی تھی سب سے بڑے چودھری کو ٹیسکھ کہا جاتا تھا یہ چودھراتیں عام طور پر پال وار' گوت وار اور تھانبہ وار بنائی گئی تھیں پال' گوت اور تھانبہ کے تمام سیاسی معاشرتی معاملات چودھریوں کے ہاتھ میں رہتے تھے اگر کوئی اہم معاملہ آن پڑتا تو تمام گوت اور پالوں کے چودھریان مل بیٹھ کر تصفیہ کرلیتے تھے اس کو پنچایت کہا جاتا ہے اور دوسرے لفظوں میں برادری بھی کہتے ہیں یہ رواج میو قوم میں بہت پرانا ہے چودھریوں کے پنچ فیصلہ کو جو نہیں مانتا تھا میو برادری میں چودھریوں کو یہ حق حاصل تھا کہ اس آدمی کو ذات باہر ڈال دیں اور برادری میں نہ صرف سوشل بائیکاٹ کریں بلکہ اس کا حقہ پانی بھی بند کردیں۔

چودھراتوں کا سلسلہ موروثی طور پر قائم تھا ایک چودھری کے مرنے کے بعد اس کی فاتحہ (چہلم) کی جاتی ہے جس میں برادری کے چیدہ چیدہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو متوفی کے بڑے لڑکے کو پاگ باندھتے ہیں چودھرات' پنچایت اور برادری نظام اگرچہ میو قوم میں بہت مضبوط رہا لیکن انگریزی دور میں اس نظام میں پہلے والی بات قائم نہ رہ سکی کیونکہ انگریز نے دیہاتوں میں اپنے نمائندے زیلدار' سفید پوش اور نمبردار مقرر کردیئے یہ لوگ قدیم چودھریوں کے اقتدار کو چیلنج کرنے لگے۔ مگر اس کے باوجود بھی میوات میں چودھریوں کا اپنا مقام رہا اور اب بھی لوگ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ذیل کے نقشہ سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ میوات میں یہ چودھراتیں کن کن مقامات پر قائم ہیں۔

پال اور گوت وار چودھرات

نام پال	مقام چودھرات
چھرکلوت پال	بچھور' لوہنگاں کلاں' کوٹ سرولی' اتاوڑ روپڑاکا' مالوکا' سیتیل گڑھ
ڈیمروت پال	گھاٹا' نریالہ' کھنڈیولہ' پیسرو

پونگلوت پال	دلیسولہ' بھالا' موا
دولوت پال	ملک پور' برجا' لاڈمکا' سیکری' کھیڑہ
نیائی پال	نیکچ' کارولی' رائب کا' دھنیٹہ
لنڈاوت (باگھوڑیا) پال	موسیٰ کھیڑہ
بالوت پال	اکاتہ' سیملہ خورد' گوبند گڑھ
ڈیڑوال پال	میولی
دھینگل پال	گوالدہ' رائینسہ' گھاسیڑہ' چاہلکا (وہتہ)
	دھلاوٹ' بڑکا' سارین
کلیسا پال	داور
میسگل پال	چاندولی' اسماعیل پور
پاہٹ (پلاکڑہ) پال	میو کھیڑہ
رٹاوت پال	ساھوڑی
بڈگوجر گوت	سنگار
بلیانہ گوت	نوگانواں' دھوج
گوروال گوت	نگینہ
کنوالیا گوت	کیتھواڑہ
بیسر گوت	ساکرس
خان جادو گوت	تجارہ پٹنگواں
سروہیا گوت	فتح پور

مذکورہ چودھراتوں میں سے دولوت پال کی سیکری اور بیسر گوت کی ساکرس کی چودھر کو اس وجہ سے خاص اہمیت حاصل تھی کہ سیکری کے چودھری چھوٹے خاں اور ساکرس کے چودھری مجاہد خاں کو حکومت وقت کی طرف سے کاٹھ' کوڑا کی سزا کے اختیارات بھی حاصل تھے۔

قابل ذکر مشاہیر قوم میو

میو قوم میں بے شمار مشاہیر گذرے ہیں۔ جن میں تاریخی راجہ' سردار' بھیا راجہ' صوفی' شاعر' دانشور اور لیڈر شامل ہیں۔ جن کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے۔

راجہ تیج پال (401ھ) :- تومر نسل میو تھا جو سید سالار مسعود غازی کے لشکر سے مغلوب ہونے کے بعد مسلمان ہوا۔ سوم کرن والئی دھند گڑھ کا بھائی تھا مسکن تجارہ تھا۔

کاکو رانا (408ھ) :- تومر نسل بالوت میو تھا جس کی کمان میں میوؤں نے غیاث الدین بلبن سے لڑائی لڑی۔ میو قوم کی پالوں اور گوتوں کی تنظیم اس کے زمانہ میں ہوئی تھی۔

جاہر دیو (1242ء) :- کشواہا نسل میو تھا اپنے عہد کا عظیم راجہ تھا ریاست جے پور کا حکمران تھا۔

بہادر ناہر (1398/1325ء) :- جادو نسل میو تھا خان جادو گوت کا مورث ہے سریہ گاؤں کا باشندہ تھا اصل نام سابر پال تھا شاہان اسلامیہ کی طرف سے بہادر ناہر کا خطاب ملا تھا۔ کوٹلہ اسکی جاگیر تھی کوٹلہ ایک عرصہ تک میوات کی راجدھانی رہا اسکی اولاد میں سے جلو' قدو' جلال خان' علاول خان اور حسن خان میواتی حکمران قابل ذکر ہیں۔ جلو' قدو بھی کوٹلہ پر حکمران رہے تھے اندور پر جلال خان کی حکومت تھی علاول خان اور حسن خان میواتی الور کے راجہ تھے۔

راؤ مالھا (1570ء) :- تومر نسل ڈیڑ وال میو تھا۔ میولی کا بھیا راجہ تھا۔ منڈاور کے چوہان راجہ سے جنگ کر کے بارہ' باون کی کالی اور بھیٹ چڑھوائی تھی۔

راؤ سیمٹ (1570ء) :- جادو نسل گور وال میو تھا۔ سرٹا میں راجدھانی تھی۔ بارہ' باون کی کالی و بھیٹ چڑھانے میں راؤ مالھا کا امدادی تھا۔

راؤ باہڑ (1598ء) :- جادو نسل چھر حکومت میو تھا۔ کوٹ کا بہادر راجہ تھا۔ اکبر کے زمانہ میں پھانسی دی گئی تھی۔ باہڑ کی قبر کوٹ میں ہے۔ چھر حکومت پال کے کئی تھابنے باہڑ کی اولاد ہیں۔

راؤ آڈھا (1570ء) :- جادو نسل ڈیمروت میو تھا گھاٹا کا رہنے والا تھا اسکی نسل کے ڈیمروت آڈھا پوتے کہلاتے ہیں ایک بہادر بھیا راجہ تھا جسکے بارہ میں کہاوت ہے۔

اوپر گمٹ مدار کو نیچے ٹھنڈے بڑ کی چھائیں
گڑھ گھاٹا کے راؤ جی بیٹھے مال لوٹ کو کھائیں

شو سنگھ:- دولوت میو تھا۔ میوات کا حاتم طائی مشہور تھا خیر خیرات میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

راجہ حسن خان میواتی (1558ء):- مشہور خان جادو راجہ تھا الور راجدھانی تھی۔ رانا سانگا کے ساتھ ملکر فتح پور سکری کے مقام پر بابر مغل بادشاہ سے لڑائی میں مارا گیا تھا۔ الور کے مشہور قلعہ بالا کی تعمیر کی تھی۔

دیپک دیس دیال:- سوگن میو تھا۔ نہایت رحم دل اور مخیر تھا اسی وجہ سے دیس دیال مشہور تھا۔

راجہ ٹوڈر مل (1000ھ):- چوہان نسل پاہٹ میو تھا۔ ڈایک گاؤں ریاست بھرت پور کا رہائشی تھا۔ اجاں گڑھ پر حکمران تھا اکبر بادشاہ سے مقابلہ کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔

دریا خان (1000ھ):- راجہ ٹوڈر مل پاہٹ میو کا بیٹا تھا جس کی شادی بادھا راؤ کی پوتی سس بدنی سے ہوئی تھی اس شادی میں میوؤں کی بارہ باون نے شرکت کی تھی۔

رائے بھان:- چوہان نسل پاہٹ میو تھا پانچ پہاڑ کی لڑائی کا مشہور ہیرو تھا یہ لڑائی مغل شہنشاہ شاہجہاں کے دور میں ہوئی تھی۔

رائے خان:- جادو ہستی ڈیموت میو تھا ستانہ گاؤں کا رہنے والا تھا۔ جس دن دریا خان کی شادی میں میوؤں کی بارہ باون بیٹا واٹی گئی تھی رائے بھان نے ساری بارات کو روٹی دی تھی۔

مسند گودھیولیا:- اسکی نسل پاہٹ پال میں شامل ہے پانچ پہاڑ کی لڑائی کا ہیرو تھا کشواہا نسل **دھنگل** میو تھا۔ موضع چاہلکا کا رہنے والا تھا میراثی کو داں میں ہاتھی دیا تھا۔

سانولیا (1700ء):- مشہور سروہیا بہادر میو تھا **سہسولہ** کا رہنے والا تھا کھوہیرہ میں مقیم تھا اسکے پاس دس ہزار گھوڑ سوار تھے۔ بیانہ 'متھرا وغیرہ میں اسکی دھاک تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر اپنے آخری عہد میں اس سے بڑا پریشان رہا۔ راجہ سورجمل آف بھرت پور کا سانولیا کی وجہ سے دلی پر لشکر کشی کرنی پڑی تھی۔

مداری (1755ء):- **دھنگل** بڑکیا میو تھا۔ جواہر سنگھ والئی بھرت پور کا ساتھی تھا۔ اسکے ہمراہ **پشکر** اشنان کے موقعہ پر اپنی فوج لیکر گیا تھا۔

دلیر:- باگوڑیا میو تھا۔ برچھی چلانے میں بہت ماہر تھا مہاراجہ جواہر سنگھ والئی بھرت پور کے ہمراہ **پشکر** اشنان کے لئے گیا تھا اسے نقارہ اور نشان کی جاگیر ملی تھی۔ نیو گلپاڑہ کا رہنے والا تھا۔

مہاراجہ جواہر سنگھ والئی بھرت پور کے ہمراہ لشکر اشتان کے لیے بطور امدادی گیا تھا۔ مہاراجہ کی طرف سے پانچ صد سکھ کی جاگیر ملی تھی جو ابھی تک گلپاڑہ گاؤں میں اسکے وارثان کے پاس ہے۔

جلا:۔ گھساولی ریاست بھرت پور کا خان جادو میو تھا۔ مہاراجہ جواہر سنگھ والئی بھرت پور کا لشکر اشتان کا ساتھی تھا۔

لال سنگھ (1800ء):۔ لپالہ کا باگھوڑیا میو تھا۔ کولانی کی لڑائی میں شریک تھا فیروز پور جھرکا کی جھرمیں ہاتھی سنگھ سپہ سالار مہاراجہ الور کو قتل کیا تھا۔

ہستی مل:۔ رناوٹ میو تھا رناوٹ پال کی طرف سے دریا خان کی شادی میں شامل ہوا تھا۔

پرتھی مل:۔ سیسگل میو پائن کا رہنے والا تھا مشہور بہادر اور ذانی تھا۔

رستم:۔ رستم پونگلوت میو تھا۔جو بہت مشہور بہادر اور دیالو تھا۔

گھوڑ چڑھی میو خان:۔ مزرا پورا کے باگھوڑیا میو تھے جنہوں نے اپنے بہادرانہ کارناموں کی وجہ سے مہاراجہ منگل سنگھ الور کو بہت پریشان کیا تھا۔ دونوں حقیقی بھائی تھے۔

نواں باب

میوات کے علماء کرام

مولوی عبداللہ خاں ساکرسویؒ مرحوم

آپ موضع ساکرس تحصیل فیروز پور جھرکا کے باشندے تھے۔ بلاوت گوت سے تعلق تھا۔ ابتدائی نام سائے خان تھا ابتدائی تعلیم ساکرس سے حاصل کی تھی۔ مزید حصول تعلیم کے لئے دلی اور سہارن پور گئے حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوری سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ بعض کتابیں حضرت مولانا قاسم نانوتوی سے پڑھیں اور انکی حمیت میں ایک عرصہ تک رہے۔ مولانا مرحوم دینی علوم کے ماہر تھے آپکو باطنی کمالات بھی حاصل تھے۔

مولانا عبداللہ خاں صاحبؒ سوندھوی مرحوم

موضع سوندھ تحصیل نوح کے باشندے دھنگل گوت تھا۔ میاں راج شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ مستند عالم دین تھے اپنی روحانیت کی وجہ سے میوات میں زبردست حلقہ ارادت پیدا کی بہت سے اہل علم آپ کے بیعت تھے۔ دینی سلسلہ کے علاوہ تعلیمی سلسلہ بھی آپ نے قائم کیا۔ میوات کے مشہور استاد حضرت منشی نصیب احمد خان صاحب مرحوم کے کھینچا تان آپکے مرید تھے۔ جس کی کوشش سے میوات میں دیناوی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔

مولوی محمد عظیم صاحبؒ سوندھوی مرحوم

آپ کا تعلق بھی حضرت میاں راج شاہ صاحب کے خاندان سے ہے ایک حساس قوم پرست مولوی تھے شروع سے ہی میو قوم کی فلاح و بہبود کے لیے سوچتے رہتے تھے آپ نے اصلاحی کاموں کے لیے انجمن اصلاح کے نام سے ایک تنظیم بنائی تھی۔ بیسرو کے بعض تعلیم یافتہ بزرگ بھی اس تنظیم میں دلچسپی رکھتے تھے۔ مولانا کی زندگی نے وفا نہ کی اس وجہ سے انکے پروگرام پروان نہ چڑھ سکے۔ آپ راج شاہی گدی کے جانشین تھے۔

مولوی نور محمد صاحب بھوپالی مرحوم

موضع بیوال تحصیل فیروز پور جھرکا کے ڈیمروت میو تھے مگر بچپن میں ہی بھوپال چلے گئے تھے وہیں تعلیم کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ میوات میں مولوی بھوپالی کے نام سے

مشہور تھے آپ ایک قابل اور تجربہ کار طبیب بھی تھے۔ علمی استعداد' قابلیت اور ہوشیاری کمال درجہ کی تھی۔ آپ کا انتقال 1924ء میں ہوا۔

مولوی عبدالسبحان صاحب ناٹولی مرحوم (1870 - 1950ء)

موضع ناٹولی تحصیل نوح کے ڈیمروت میو تھے آپ میو قوم کے ان فرزندوں میں سے ہیں جن پر قوم جس قدر فخر کرے کم ہے۔ میوات میں علم دین کی روشنی پھیلانے میں آپکی کوششوں کا بہت بڑا دخل ہے۔

مولانا بچپن میں ہی دلی تشریف لے گئے۔ ابتدا میں مسجد شاہ گل میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب خلف اصغر قاری رحیم بخش داماد حضرت مرزا جی فیروز پوری کی خدمت میں رہے۔ مختلف مدارس سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب سے علم حدیث و تفسیر کی تکمیل کر کے سند و دستار فضیلت حاصل کی۔ آپ ایک علم دوست اور صاحب ذوق مولوی تھے۔ علم منطق میں آپ مولوی سکندر علی سروری کے شاگرد تھے۔ مولانا محمد صاحب' مولوی عبدالغفور صاحب' مولانا انتظار حسین صاحب بھی آپ کے اساتذہ تھے۔

آپ کے زمانہ طالب علمی میں بہت سے میو طلباء حصول علم کے لیے دلی بھیجے گئے تھے آپ خود ہمت کر کے انکے خورد و نوش کا انتظام کرتے تھے آپ نے محلہ قصاب پورہ کی ایک قدیم مسجد کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ تعلم و تعلیم کے سلسلہ نے ترقی کی تو باقاعدہ مدرسہ سبحانیہ قائم کیا آپ کے بہت سے شاگرد میوات میں پھیلے ہوئے ہیں اور دین کی روشنی پھیلانے میں مشغول ہیں۔

مولانا عبدالجبار صاحب محدث مرحوم

موضع سوکھپوری تحصیل فیروز پور جھرکا کے چھرکلوت میو تھے۔ آپ نے مختلف مدارس سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ 1918ء میں سند حدیث حاصل کی آپ کے استاد حضرت مولانا احمد اللہ صاحب' حضرت میاں صاجب' سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ آپ نے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد دلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ابتدا ہی سے تبلیغ دین کا شوق تھا چنانچہ اسی خیال کو لیکر اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ جس نے بعد میں 1301ھ میں دارالعلوم شکراوہ کی شکل اختیار کرلی۔ مولانا ایک بہت باہمت بزرگ تھے جذبہ صادق کی بنا پر

دارالعلوم شکراوہ کے صدر مدرس رہے اور جماعت اہل حدیث میوات کے امیر رہے آپ کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے۔

مولوی حکیم عبدالرحمٰن صاحب مرحوم

آپ موضع جھاروکڑی تحصیل فیروز پور جھرکا کے باشندے تھے۔ ڈیڑ والی گوت سے تعلق تھا والد کا نام تراب خان تھا۔ نواب آصف الدولہ کے زمانہ میں لکھنؤ کی فوج میں میو بھرتی ہوئے۔ آپ نے علم طب خان حکیم رغب صاحب سے حاصل کیا جن کا شمار لکھنؤ کے ممتاز اطباء میں ہوتا تھا لکھنؤ کے حسین باغ آمنہ بی بی میں رہائش رکھتے تھے۔ سال 1930ء میں انتقال ہوا۔ آپ لکھنؤ میں مدفون ہیں۔

شعراء میو قوم

میووں میں میواتی زبان کے بہت سے شاعر ہوئے ہیں ان میں سے چیدہ چیدہ کے نام حضرت سعد اللہ صاحب آکیڑوی، بھیک جی بڑیڈ، وال شاہ پچراں، امیر خان کھوجا کا، اللہ داد گھاٹا، عوض خاں مول تھان، راجو جھوڑا، عمر خان کھوسپوری، کھکے سوڑاکا، نبی خاں ول خان چھاروڑہ، ہنسا چراوئی، چندر بھان باگھور، دھیری جاوّلی، مسماۃ سبھجو وغیرہ ہیں مگر قابل ذکر مہاکوی حضرت سعد اللہ صاحب آکیڑوی اور بھیک جی بڑیڈ ہیں۔

مہاکوی حضرت سعد اللہ صاحب آکیڑوی مرحوم

آپ موضع آکیڑہ تحصیل نوح کے باشندے تھے میواتی زبان کے شعراء کے سرتاج مانے جاتے ہیں آپ کا سب سے بڑا شاہ کار جنگ مہا بھارت کا منظوم میواتی زبان کا میواتی روپ ہے جس کو عام لوگ پنڈووں کے کڑا کے نام سے جانتے ہیں اسکے علاوہ گیان دھیان کے بے شمار دوہے آپ نے کہے ہیں۔

سعد اللہ کی شاعری اورنگ زیب عالمگیر کے آخری عہد میں عروج پر تھی دلی کا دربار شعرو شاعری، بذلہ سنجی قصہ گوئی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ جس میں ملک کے ممتاز شاعر کلاکار پہنچتے تھے حضرت سعد اللہ مرحوم بھی ان مجلسوں میں شامل ہو کر اپنا علمی و ادبی کمال دکھاتے تھے۔

سعد اللہ مرحوم کا وہ واقعہ جو راؤ بہادر آف گھاسیڑہ کے ساتھ منسوب ہے بہت مشہور ہے آپ نے راؤ بہادر کی حکومت کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی تھی جس کی بنا پر آپ کو سخت جسمانی

اذیت دی گئی۔ سعد اللہ نے میا بھارت کا سن اس طرح بتلایا ہے۔

1787

سترہ سو ستاسیہ برس گئے ہیں بیت
جانوں پنڈو آج ہاں ای جگت کرے پر تیت

آپ کا مزار موضع آکیڑہ میں ہے۔

بھیک جی بڈیڈ

چھرکلوت میو موضع بڈیڈ تحصیل فیروز پور جھرکا کے باشندے تھے میواتی زبان کے بلند پایہ شاعر تھے آپ کی شاعری میں تصوف گیان اور دھیان کی باتیں بہت زیادہ ملتی ہیں۔ بھیک جی کے والد کا نام رحمت خان تھا جو ایک متمول زمیندار تھا بھیک جی کا ذہن ابتدا ہی سے درویشانہ اور فقیرانہ تھا چنانچہ آپ نے گھربار چھوڑ کے بزرگوں اور صوفیوں کی صحبت اختیار کی اس سطرح سے پاکیزگی اور خدا پرستی کے جذبات سے سرشار تھے آپ کا مزار موضع بڈیڈ میں ہے۔

دسواں باب

میو درویش

میوات کے مختلف حصوں میں میو درویش اور فقیر بھی پیدا ہوئے ان میں سائیں لال داس، حضرت عبدالرحمٰن عرف چوہڑ سدھ، حضرت میاں راج شاہ صاحب سوندھ، حضرت میاں پھول شاہ صاحب دوہا قابل ذکر ہیں۔

سائیں لال داس

آپ جادو ہنسی دولوت ٹوڈی میو تھے میو قوم میں بہت بڑے سائیں شمار ہوتے ہیں آپ کے والد کا نام چاند خاں اور والدہ کا صمدہ تھا آپکی سن ولادت 102 ھ بیان کی گئی ہے۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے آپکی بہت سی کرامات عوام میں مشہور ہیں ایک مرتبہ آپکی بیوی نے تنگدستی کی شکایت کی تو سائیں جی اسے پہاڑ کے اوپر لے گئے جہاں انہوں نے ایک پتھر اٹھایا بیوی نے دیکھا کہ اسکے نیچے زیور و جواہرات کا ڈھیر لگا ہوا ہے بیوی بہت حیران ہوئی سائیں جی نے کہا کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

آپ لال داس مذہب کے بانی تھے الور کے آس پاس بہت سے ہندو اور مسلمان (میو) لال داسی عقیدے کے پائے جاتے ہیں۔ سائیں لال داس :نسانی دھرم کے قائل تھے ان کا مذہب اور تعلیمات بھگت کبیر داس اور گرو نانک جی کے دھرم سے مماثلت رکھتا تھا۔ آپکے پیروؤں کے بارہ میں کہاوت ہے۔

دونوں دین سے جائیں گے لال داس کے ساد

لال داس کے پیروؤں کو ساد کہا جاتا ہے جو مذہباً" نہ تو ہندو ہیں اور نہ ہی مسلمان، سائیں لال داس گوشت نہیں کھاتے تھے انکے پیرو بھی گوشت نہیں کھاتے انہوں نے میوات کے مختلف مقامات پر مسجد اور مندر ایک جگہ تعمیر کرائے۔ شیرلور باندھولی میں سائیں صاحب کی عظیم یادگار موجود ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ دارا شکوہ سائیں صاحب کا معتقد تھا سائیں صاحب نے لکڑی بیچ کر اپنا گذارہ کیا ان کا انتقال 1707ء میں ہوا۔ ان کا مزار دھولی دھوب میں ہے۔ شیر پور باندھولی، دھولی دھوب اور نگلہ میں انکی یادگار کے طور پر میلے لگتے ہیں ان کے ماننے والوں میں ہندو اور مسلمان سبھی ہیں۔ لال داسی بھیک مانگنا برا سمجھتے ہیں وہ محنت سے زندگی گذارنا اچھا سمجھتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن عرف چوہڑ سدھ

آپ کے والد کا نام سوجا تھا جن کا پیشہ دوسرے میوؤں کی طرح زراعت تھا۔ میوات کے اہل کرامات ترگ واولیا میں حضرت چوہڑ سدھ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ حضرت شاہ مدار آف مکن پور کے عقیدت مند تھے پھاگن بدی چودس کو آپ کے مزار پر بڑی دھوم دھام سے عرس ہوتا ہے یہ مزار پہاڑ میں ہونے کی وجہ سے معتقدین پہاڑی پر جاتے ہیں جس کا محل وقوع الور کے جانب غرب ارولی پربت میں ہے اس مقام پر پانی کا کوئی کنواں نہیں ہے۔ چشمے (جھرنے) کا پانی ملتا ہے جسے ہندو مسلمان سب استعمال کرتے ہیں یہ پانی ہمیشہ بہتا رہتا ہے۔

حضرت میاں راج شاہؒ صاحب سوندھ

آپ کا اسم گرامی حضرت راج شاہ ہے۔ آپ سوندھیا دھنگل پال سے تعلق رکھتے ہیں اور موضع سوندھ تحصیل نوح کے باشندے' باری تعالی نے آپ کو بڑا مرتبہ دیا تھا علوم باطنیہ کے سمندر تھے آپ کی پندو نصائح کو سن کر لوگ مرید ہو کر گرویدہ بن جاتے۔

مہم کے عظیم بزرگ حضرت رمضان شاہ سے آپ کا خصوصی تعلق تھا جنہوں نے میوات میں ایک عرصہ تک تبلیغی کام کیے۔ میاں صاحب آپ کے بھائی محمد اسماعیل کے خلیفہ تھے۔ آپ کے خلفاء میں: حضرت میاں غازی الدین صاحب شہید' حضرت امیر شاہ صاحب دولوت میو دوہا خاص طور پر قابل ذکر ہیں متوطین میں حضرت میاں صاحب دھلاوٹ والے اور حضرت ولی جی سانٹھاواڑی کا رتبہ اور مقام بہت بلند رہا۔

ڈیرہ داولے میاں صاحب اور میاں راج شاہ صاحب نیوانہ والے بھی اسی خاندان سے سلسلہ رکھتے تھے حضرت میاں گھمل شاہ صاحب نگاؤں' حضرت میاں پھول شاہ صاحب دوہا' حضرت میاں جی امام خان بھی اس خاندان کے فیض یافتگان میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت میاں راج شاہ صاحب کا وصال گیارہ شوال کو ہوا تھا۔ اس مناسبت سے موضع سوندھ میں ان کا عرس ہر سال گیارہ شوال کو ہوتا ہے جہاں دور دراز سے عقیدت مندان حاضری دیتے ہیں۔ آپ کے خلیفہ حضرت مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کا سلسلہ ارادت و عقیدت بھی بہت وسیع تھا۔ میوات میں آپ کے عقیدت مندوں میں منشی نصیب احمد خان آف کھنچا تان قابل ذکر ہیں جنہوں نے میوات میں دنیوی تعلیم کا سلسلہ قائم کیا۔ منشی نصیب احمد خان صاحب

چوہدری محمد یاسین خان صاحب کے استاد تھے۔

مولوی عظیم شاہ صاحب سوندھوی اس گدی پر سجادہ نشین ہوئے جنہوں نے میوؤں کی اصلاح و سدھار کے لئے بہت کوشش کی۔ میوات میں اس سلسلہ کی آخری کڑی قاری احمد خان صاحب مرحوم تھے جو میوات کی سیاسی زندگی میں بھی نمایاں تھے مرحوم قاری صاحب آل انڈیا میو پنچایت کے صدر بھی رہے۔ سال 1946ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ سال 1947ء میں قاری صاحب پاکستان ہجرت کر گئے اور راج شاہی گدی سوندھ میں سونی رہ گئی۔ میاں راج شاہ صاحب سوندھ کی درگاہ کا اہتمام پنجاب وقف بورڈ کے سپرد ہے جو سالانہ عرس کا اہتمام بھی کرتا ہے۔

حضرت میاں پھول شاہ صاحب دوہا

موضع دوہا تحصیل فیروز پور جھرکا کے دولوت میو تھے۔ روحانی مرتبہ بہت بلند تھا۔ صاحب کرامات بزرگ تھے آپ موضع دوہا میں مدفون ہیں۔

میو قوم کے دانشور

چودھری محمد یعقوب خان صاحب قیصری بیسروی

موضع بیسرو تحصیل فیروز پور جھرکا کے ڈیمروت میو تھے۔ میوات میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کو اردو' عربی' فارسی زبانوں پر کافی دسترس حاصل تھی. سر سید احمد صاحب کے عقیدت مندوں میں سے تھے آپ نے اپنے تینوں بیٹوں کو علی گڑھ یونیورسٹی سے اعلی تعلیم دلوائی تھی جن میں سے چودھری محمد یونس خان نے بطور وکیل کافی شہرت حاصل کی۔ آپ نے گاؤں والوں کو بھی حصول تعلیم کی رغبت دلائی۔ انھی کی کاوش کا نتیجہ تھا کہ میوات میں بیسرو والے تعلیم کے میدان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

آپ چودھری حیات خان مرحوم کھیڑہ بلب گڑھ کے بہنوئی تھے جنہوں نے 1926ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کا الیکشن لڑا اور کامیاب ہوئے۔

قیصری صاحب آزادی ہندو پاکستان 1947ء کے نتیجہ میں پاکستان آگئے تھے۔ جہاں کچھ عرصہ زندہ رہنے کے بعد وفات پائی۔ آپ نے آزادی ملک سے قبل تاریخ میوات لکھی تھی مگر بدقسمتی سے یہ تاریخ چھپ نہ سکی۔ تعلیمی لحاظ سے آپ کے پسماندگان کو پاکستان میں نمایاں مقام حاصل

ہے۔ آپ کا ایک پوتا ڈاکٹر طاہر حسین ایف آر سی ایس ہے جس کا شمار نمایاں سرجنوں میں ہوتا ہے آپ کوٹ رادھا کشن میں مدفون ہیں۔

منشی نصیب احمد خاں صاحب مرحوم

ڈیمروت میو موضع کھینچا تان قدیم بیسرو کے باشندے تھے۔ سرکاری سکول میں تعلیم حاصل کی۔ مدرسی کا کورس کرکے مدرسی کے کام پر فائز ہوئے۔ وہ محض سرکاری مدرس ہی نہ تھے بلکہ نہایت ہی قوم پرست تھے۔ میوات میں تعلیم پھیلانے ہیں ان کا بہت بڑا کردار ہے ان کے شاگردوں میں چودھری محمد یاسین خان صاحب مرحوم' خان بہادر صوبیدار سردار محمد خان مرحوم' ڈاکٹر محمد موسیٰ خان مرحوم قابل ذکر ہیں۔

منشی جی مرحوم حضرت مولانا محمد عمر صاحب سوندھوی کے مرید تھے نہایت دیندار مولوی تھے سرکاری ملازمت مدرسی سے ریٹائر ہونے کے بعد اپنے گاؤں کے حجرے میں گوشہ نشین ہوگئے تھے اور وہاں پر ہی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے پسماندگان میں خاں صاحب محمود الحسن صاحب صوبیدار مرحوم' ڈاکٹر کرنل محمد امیر صاحب میو قابل ذکر ہیں۔

منشی نور احمد عرف نور بخش فیروز پور نمک

آپ فیروز نمک تحصیل نوح کے باشندے تھے۔ والد کا نام اسماعیل تھا۔ آپ نے سکولی تعلیم مڈل تک حاصل کی تھی۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا جس کی وجہ سے قابلیت اچھی تھی۔ آپ کا تعلق ایک دیندار خاندان سے تھا۔ اس لئے بچپن میں ہی عشق الٰہی کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔

آپ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید تھے۔ آپ کا سلسلہ آمدورفت حضرت مولانا محمد صاحب اور حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب مرحوم کے ساتھ تھا اس لئے اس خاندان کو موضع فیروز پور نمک میں لانے کا باعث بنے۔ فیروز پور نمک اور قریبی دیہات میں دینی مدارس قائم کردیئے۔ اس نیک انسان کی بدولت میوات میں تبلیغ کا سلسلہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نے شروع کیا۔

حضرت نیاز فتح پوری صاحب مرحوم

عام روایت تو یہی ہے کہ آپ میو قوم سے تعلق رکھتے تھے مگر آپ نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔ نیاز صاحب ایک عظیم صاحب طرز ادیب' مورخ اور زبردست وقائع نگار تھے۔ آپ

انیسویں صدی کی آخری دہائی میں پیدا ہوئے۔ آپ گھریلو تعلیم کے ساخت پر داختہ تھے۔ آپ کے والد ایک علم دوست انسان تھے جن کی محبت سے آپ فیضیاب ہوئے۔

نیاز صاحب بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ عمر کا زیادہ حصہ آپ نے لکھنؤ میں گذارا۔ 1947ء کے بعد بھی ایک عرصہ تک لکھنؤ میں مقیم رہنے کے بعد پاکستان آگئے۔ پاکستان میں آپ اورنٹیل کالج لاہور کے پرنسپل رہے۔

ڈاکٹر محمد موسیٰ خان صاحب مرحوم

آپ موضع سالاہیڑی تحصیل نوح کے بالوت میو تھے معمولی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مگر اپنی ذاتی قابلیت اور شوق کی وجہ سے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے آپ ولایت گئے۔ واپسی میں پنجاب گورنمنٹ کے محکمہ صحت میں ملازم ہوگئے۔ 1942ء میں آپ نے قومی اصلاح و سدھار کے لئے انجمن اتحاد و ترقی میوات کی بنیاد ڈالی اور اخبار آفتاب میوات کی اشاعت میں بھی معاونت کی آپ کی اولاد نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور پاکستان میں نمایاں عہدوں پر تعینات رہے۔ جس میں اعتزاز الدین صاحب پاکستانی فوج سے بریگیڈیئر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

چوہدری محمد یونس خاں صاحب ایڈووکیٹ مرحوم

آپ موضع بیسرو کے ڈیمروت میو تھے۔ چوہدری محمد یعقوب قیصری کے فرزند تھے آپ نے علی گڑھ یونیورسٹی سے گریجویشن کی اور اسی یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری بھی حاصل کی۔ آپ میو قوم کے ابتدائی قانونی ڈگری حاصل کرنے والوں میں دوسرے لاء گریجویٹ تھے۔

ضلعی ہیڈ کوارٹر گوڑگانوہ میں آپ نے وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاسی معاملات میں بھی کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ 1946ء میں پنجاب اسمبلی الیکشن میں آپ نے مسلم لیگی امیدوار چوھدری مہتاب خان صاحب کی نہ صرف معاونت کی بلکہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ چوہدری مہتاب خان صاحب کی کامیابی میں آپ کا کردار نمایاں تھا۔ اسی نمایاں کارکردگی کی بنا پر 1947ء میں ہندوستان میں کانگریسی حکومت قائم ہوگئی اور آپ کو گرفتار کرلیا گیا اور پھر جیل سے ہی آپ پاکستان منتقل ہوئے۔ پاکستان میں کچھ عرصہ تک آپ ڈپٹی کسٹوڈین کے عہدہ پر فائز رہے۔ اس کے بعد قصور سب ڈویژن ہیڈ کوارٹر پر آپ نے وکالت شروع کردی اور

بڑے کامیاب وکیل رہے۔ اپنے اچھے اخلاق اور ذاتی قابلیت کی وجہ سے دو مرتبہ قصور بار ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہوئے۔ بڑے باذوق اور قوم پرست انسان تھے۔ ڈاکٹر طاہر حسین صاحب ایف آر سی ایس ہوکر آج کل علامہ اقبال میڈیکل کالج میں بطور پروفیسر تعینات ہیں آپ کے فرزند ہیں۔

میو اساتذہ

میوات میں اساتذہ کی ایک چھوٹی سی جماعت نے پوری میوات کو سکولی تعلیم کے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ منشی نصیب احمد خاں صاحب نے میوؤں میں اس سلسلہ کی شروعات کی جس کو بعد میں منشی محمد اسحاق، منشی محمد یعقوب صاحب، منشی دان خان منشی عبدالرحمن منشی لاڈ خان بیواں والے، منشی مالیخاں بچانکا، منشی چھوٹے خان خان پور گھاٹی، منشی چندر خان، غلام سرور خان ساکرس، منشی عبدالوحید خان، منشی فتح محمد، بیسرو منشی مراد خان ناہڑ پور، منشی عبدالغنی مبارک پور (راوکی) منشی شکر اللہ خان محمد یعقوب سوفتہ کا، منشی امید خان ندام پور، منشی محمد اسحاق عرف پہلوان نگلی، منشی رحمت خان نگیتہ نے پروان چڑھایا۔

گیارہواں باب

لیڈران قوم میو

چوہدری حیات خان صاحب مرحوم ایم ایل سی پنجاب

آپ پونگلوت میو موضع کھیڑہ بلب گڑھ کے رہنے والے تھے حکومت برطانیہ کی طرف سے پنچایت لیجسلیٹو کونسل کے پہلے انتخابات جو 1926ء میں منعقد ہوئے تھے۔ آپ ضلع گورگانوہ وحصار سے ممبر منتخب ہوئے تھے اور سال 1936ء تک بدستور ممبر رہے۔ آپ میو قوم کے پہلے ممبر لیجسلیٹو کونسل تھے۔

چوہدری محمد یاسین خاں صاحب مرحوم

آپ رھنیہ دھنگل میو تھے۔ میو قوم اور میوات کی تاریخ میں ایک نمایاں شخصیت اور کردار کے مالک رہے ہیں۔ چار نومبر 1896ء آپ کی تاریخ پیدائش ہے بچپن میں ہی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ والدہ کی توجہ سے آپ کے پھوپھا جناب ولی محمد صاحب سانتھا واری ایک خدا رسیدہ بزرگ جس کا سلسلہ اراوت میوات کے علمی و روحانی خاندان میاں راج شاہ صاحب سوندھ سے تھا نے آپ کی سرپرستی فرمائی۔ ولی جی مرحوم ہی دراصل آپ کے مربی و مشفق تھے انہی کی بدولت آپ نے تعلیم حاصل کی۔ منشی نصیب احمد خان صاحب کھینچا تان آپ کے استاد تھے۔ انہی کے محنت و کاوش سے آپ پنجاب میں اول آئے تھے۔ آپ نے مشن کالج دلی سے بی اے کیا۔ آپ میوات (میو قوم) کے پہلے گریجویٹ تھے آپ نے میوات میں بطور انسپکٹر کواپریٹو سوسائٹی ملازمت اختیار کی اس دوران آپ کو عام لوگوں سے براہ راست ملاقات کا موقعہ ملا۔

بعد ازاں آپ نے ملازمت چھوڑ دی اور علی گڑھ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری سال 1920ء میں حاصل کی اور اس کے بعد سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ کی محنت اور کاوش سے نوح میں برین میو ہائی سکول قائم ہوا جس کی وجہ سے میوات میں چاروں طرف تعلیم میں کافی اضافہ ہوا۔ آپ گورگانوہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمین بھی منتخب ہوئے۔ 33-1932ء میں مہاراجہ الور سوائی جے سنگھ کے خلاف الور تحریک کی قیادت کی۔ اس تحریک کے نتیجہ میں مہاراجہ الور معزول ہوئے اور الور راج انگریز ایجنٹ کے ہاتھ میں چلا ہو گیا۔

1936ء میں پہلی بار یونی نسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور

1946ء تک بدستور ایم ایل اے رہے۔ 1946ء کے پنجاب اسمبلی کے الیکشن میں مولوی احمد جان صاحب کے مقابلہ میں ناکام رہے۔ 1947ء میں آپ کانگریس پارٹی میں شامل ہوگئے۔ آپ ملکی تقسیم کے خلاف تھے اس لئے میوات سے بہت سے لوگوں کو پاکستان آنے سے روک دیا۔ 1952ء میں کانگریس پارٹی کے ٹکٹ پر بلا مقابلہ ایم ایل اے منتخب ہوئے اور 1962ء تک ممبر رہے۔ آپ ایک قوم پرست رہنما تھے اور بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے۔ 19 فروری 1970ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کو قومی یادگار برین میو ہائی سکول نوح کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

خان بہادر صوبیدار میجر سردار محمد خاں صاحب مرحوم

آپ چوہدری فتح خان جاگیردار آف بیواں تحصیل نوح کے لڑکے تھے۔ آپ دھنگل پال کے ویندھ تھانبہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد کالج کی تعلیم دلی سے حاصل کی۔ 1914ء کی جنگ عظیم کے دوران فوج میں بھرتی ہوئے۔ جلدی ترقی کر کے صوبیدار میجر بن گئے۔ جنگ کے بعد جب فوجوں میں تخفیف ہوئی تو آپ کو مختلف چھاؤنیوں میں ایگزیکٹو افسر مقرر کیا گیا۔ اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد آپ نے فوجی ملازمت چھوڑ دی۔ 1933ء میں الور ریاست میں امن قائم کرنے کے سلسلہ میں آپ کی خدمات کی بناء پر انگریزی سرکار نے آپ کو خان بہادر کا خطاب دیا۔ میوات کی سیاست میں کافی دلچسپی رکھتے تھے آخر میں آپ کی وابستگی مسلم لیگ کے ساتھ ہوگئی تھی۔

آزادی ملک ہو جانے پر آپ پاکستان سرکار کی طرف سے میوات میں لائیزن افسر مقرر ہوئے۔ آپ نے اس سلسلہ میں کافی کوشش کی کہ میو قوم ہجرت کر جائے۔ آپ خود بھی پاکستان آگئے اور کوٹ رادھا کشن کے قریب موضع نیاکی (کوٹ سردار محمد خاں) میں رہائش اختیار کی۔ آپ نے پاکستان میں میوؤں کی آباد کاری میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ سال 1963ء میں فوت ہوئے۔ ان کی اولاد میں سے آپ کے لڑکے سردار طفیل احمد خان سال 1985ء میں پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اس وقت سے اب تک متواتر تین دفعہ ممبر منتخب ہوچکے ہیں۔ سارے پنجاب میں واحد میو ایم پی اے ہیں۔

خان صاحب صوبیدار محمود الحسن صاحب مرحوم

ڈیمروت میو منشی نصیب احمد خان صاحب آپ کھچا تان کے فرزند ارجمند تھے تعلیم سے

فراغت کے بعد آپ فوج میں بھرتی ہوگئے اور صوبیدار کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے میوات کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ خان بہادر سردار محمد خان صاحب کے دست بازو رہے۔ 1933ء میں الور ریاست میں امن و امان کی قائمی کے سلسلہ میں آپ کی خدمات کے عوض انگریزی سرکار نے آپ کو خان صاحب کا خطاب دیا۔ اپنے علاقہ میں اچھے اثرو رسوخ کے مالک تھے۔ 1947ء میں ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور موضع الہاکلاں تحصیل چونیاں میں سکونت اختیار کی اور اسی جگہ آپ کا انتقال ہوا۔

چوہدری مہتاب خان صاحب سنگار مرحوم

آپ موضع سنگار کے بڈگوجر میو تھے۔ ایک مشہور اور ممتاز خاندان سے تعلق تھا۔ ضلع گوڑگانوہ میں ایک عرصہ تک ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر رہے۔ 1946ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ایم ایل اے پنجاب منتخب ہوئے۔ 1947ء میں مسلم لیگی ایم ایل اے ہونے کی بنا پر حکومت ہند نے آپ کو گرفتار کرلیا تھا اور پھر جیل سے ہی آپ پاکستان پہنچے۔ پاکستان میں آپ نے میوؤں کی آباد کاری میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان کے پہلے الیکشن میں آپ پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ نہایت ہی سادہ البتہ قوم پرست اور بے لوث انسان تھے۔ آپ نے موضع گرین کوٹ تحصیل قصور میں سکونت اختیار کی اور مرنے کے بعد وہیں دفن ہوئے۔ آپ کا انتقال سال 1971ء میں ہوا تھا۔

چودھری عبدالرحیم خان باندھولی مرحوم

پالن پوتے چھرکلوت میو تھے۔ موضع باندھولی تحصیل فیروز پور جھرکا کے رہنے والے چوہدری کنور خان جاگیردار و رئیس کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ اپنے علاقہ سے ایک عرصہ تک ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع گورگانوہ کے ممبر رہے۔ سال 1946ء کے الیکشن سے قبل ہونے والے پنجاب اسمبلی کے الیکشن میں آپ یونی نسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر ایم ایل اے منتخب ہوئے تھے۔ مگر 1946ء کے الیکشن میں مسلم لیگی امیدوار چوہدری مہتاب خان کے مقابلہ میں ناکام رہے۔ اپنے علاقہ میں اچھے اثرو رسوخ کے مالک تھے۔ 1947ء میں آزادی پاک و ہند کے سلسلہ میں آپ پاکستان آگئے تھے اور چک نمبر 45 پڈہانہ تحصیل چونیاں میں آباد ہوئے۔ اور وہیں پر آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے ایک فرزند چوہدری عبدالرشید صاحب ضلع گوڑگانوہ کے میوؤں پر چوہدری محمد یاسین خان اور

چودھری محمد یونس خان کے بعد تیسرے میو وکیل ہیں۔ قصور سب ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر پر ایک عرصہ تک وکالت کے پیشہ سے منسلک رہے۔ آپ کے دوسرے فرزند چودھری صدیق احمد ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع لاہور کے ممبر رہے۔ علاقہ میں اچھے اثرو رسوخ کے مالک تھے۔ فوت ہو چکے ہیں۔

چودھری کالے خاں پھور

چھرکلوت میو موضع پھور تحصیل فیروز پور جھرکا کے باشندے اپنے تھانبے کے چودھری چھرکلوت پال کے علاوہ دوسری پالوں میں بھی انہیں عزت و احترام حاصل تھا۔ سادگی پسند تھے اور خود بھی سادہ تھے۔ چودھری محمد یاسین خان صاحب کے مداحوں میں سے تھے۔ منجھے ہوئے سیاست دان تھے۔ نہایت ہی مہماں نواز تھے عام لوگوں کے معاملات میں کافی دلچسپی رکھتے تھے 1947ء کے کافی عرصہ بعد پاکستان آئے تھے۔ موضع موہن والہ شمولہ کوٹھے والہ تحصیل و ضلع ملتان میں آباد ہوئے۔ پاکستان میں تھوڑا عرصہ زندہ رہے۔ میو برادری میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ قوم موہن والہ میں دفن ہیں۔

چوہدری عبدالحیٔ عرف جیون خان

قوم گھڑاولی تحصیل نوح کے بورڈیان تومرنسل میو ہیں۔ برین ہائی سکول نوح سے تعلیم حاصل کی۔ حصول تعلیم کے فوراً بعد ہی سیاسی معاملات میں دلچسپی لینی شروع کردی۔ ابتداء میں چوہدری محمد یاسین خان صاحب کے رفیق کار تھے۔ 33-1932ء کی الور تحریک میں چوہدری صاحب کے بطور آفس سیکرٹری کام کرتے رہے۔ بعد میں سید مطلبی فرید آبادی اور ڈاکٹر کنور محمد اشرف صاحب کی رفاقت میں کانگریس پارٹی میں شامل ہوگئے۔ آپ نے بھرت پور کی عوامی تحریک پرجا پریشد کے کاموں میں پوری دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ 1946ء میں آپ کانگرس پارٹی چھوڑ کر کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہوگئے۔ 1947ء کے ہنگامی حالات کے دوران ان کی پارٹی کے کارندوں نے میوات کے آس پاس قیام امن کی بھرپور کوشش کی۔ آپ آل انڈیا میو پنچایت کے سیکرٹری بھی رہے۔ پارلیمنٹ اور اسمبلی کے مختلف چناؤ میں کمیونسٹ یا آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن لڑے مگر کامیاب نہیں ہوئے۔

چوہدری شفاعت احمد خان صاحب

آپ چوہدری دھندل پاہٹ میو کے فرزند ہیں موضع ماندنکا ریاست بھرت پور کے رہنے والے ہیں آپ نے میٹرک کی تعلیم برین میو ہائی سکول نوح میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے اور ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔

مہا راجہ بھرت پور کے خلاف پرجا پرشد تحریک میں نمایاں حصہ لیا اور گرفتار بھی ہوئے۔ 1947ء میں آپ ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور چوکی میں سکونت اختیار کی۔ کچھ عرصہ ضلع لاہور میں بطور نائب تحصیلدار آباد کاری ملازمت کی اور میوؤں کی آباد کاری میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کا ذہن ابتدا ہی سے سیاسی رہا ہے سال 1970ء میں پاکستان پیپلز پارٹی میں شامل ہوگئے۔ اس پارٹی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور کامیاب ہوئے۔ باذوق انسان ہے۔

میجر عبداللہ صاحب مرحوم الور

میجر صاحب باگھوڑیا میو موضع داؤد پور الور کے باشندے تھے۔ مہا راجہ الور کے اے ڈی کانگ رہے۔ آپ کا خاندان فوجی سمجھا جاتا تھا۔ الور تحریک میں آپ مہا راجہ الور کے وفادار رہے آپ نے میو بورڈنگ الور کی بنیاد ڈالی۔ جس کا سنگ بنیاد مہا راجہ الور نے رکھا تھا آپ قومی کاموں میں دلچسپی لیتے تھے۔ 1947ء میں ہجرت کرکے پاکستان آگئے۔ جہاں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا ایک لڑکا عبدالغفور عرف شیرا پاکستانی فوج سے کرنل کے عہدہ سے ریٹائر ہوا۔ جو اب کراچی میں آباد ہے۔

چوہدری رحیم خان کیٹھوڑہ مرحوم

پونگلوت میو موضع کیٹھوڑہ ریاست الور کے باشندے تھے ریاست الور میں میو برادری کے پہلے اور آخری میو سب انسپکٹر پولیس تھے۔ آپ قومی کاموں میں کافی دلچسپی لیتے تھے۔ میو بورڈنگ الور کے قیام کے سلسلہ میں آپ نے بھی میجر عبداللہ صاحب کے ساتھ مل کر کافی تگ و دو کی تھی آپ کے خاندان والے پاکستان میں موضع شجاع آباد ضلع ملتان میں آباد ہیں۔

چوہدری ہدایت خان عرف لال خان مرحوم راولکی

ڈیموت میو موضع راولکی (مہارکپور) مزرعہ بیسرو کے باشندے تھے ضلع گوڑگانوہ کے میوؤں میں آزادی ہندو پاکستان سے قبل پنجاب پولیس میں پہلے سب انسپکٹر پولیس تھے۔ اپنی حسن

کارکردگی اور اچھی شہرت کے باعث پنجاب کے اہم ترین تھانوں کے انچارج رہے۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد سیاسی معاملات میں دلچسپی رکھتے تھے نہایت ہی قوم پرست اور رلیر تھے۔ کنڑ میو تھے آپ پاکستان نہیں آئے اور غالباً 1954ء میں اپنی جائے رہائش موضع راولکی میں فوت ہوئے۔

چوہدری زین خان صاحب مرحوم آگون

گومل میو موضع آگون تحصیل فیروز پور جھرکا کے باشندے تھے ضلع گوڑگانوہ کے میوؤں میں آزادی ملک پاک و ہند سے قبل پہلے اور آخری نائب تحصیلدار تھے موضع آگون کے ایک مہاجن نے میوؤں سرادری کے اکثر خاندانوں کا مختلف وجوہات کی بنا پر ناطقہ بند کیا ہوا تھا چوہدری صاحب عام طور پر اس قسم کے واقعات میں مزاحمت کرتے تھے جس کا مہاجن کو سخت دکھ رہتا تھا چنانچہ جن دنوں چودھری صاحب تحصیل گوہانہ میں بطور نائب تحصیلدار تعینات تھے آگون کے مہاجن نے اس علاقہ کے ایک مشہور و معروف ڈاکو ہرپھول سنگھ سے ساز باز کرکے چوہدری صاحب کو قتل کروا دیا۔ ایک شریف النفس اور قوم پرست انسان تھے آگون میں دفن ہیں۔ مرحوم کے واحد پسر چوہدری عبدالعزیز صاحب محکمہ انہار میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ سے ریٹائر ہو کر کوٹ رادھاکشن میں رہائش پذیر ہیں۔

اکابرین قوم میو' اندرون میوات

اندرون اور بیرون میوات اگرچہ میو اکابرین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ فہرست ہذا میں صرف چیدہ چیدہ کے نام درج کیے جا رہے ہیں۔

نام اکابرین	جائے سکونت	گوت	کیفیت
1- متاب خان جاگیردار مرحوم	بچھور تحصیل فیروز پور جھرکا	چھرکلوت	
2- چوہدری کالے خان صاحب مرحوم	"	"	
3- چوہدری کنور خان صاحب جاگیردار مرحوم	باندھولی	"	
4- چوہدری عبدالرحیم صاحب مرحوم	"	"	
5- چوہدری محمد ایوب خان صاحب مرحوم	رائے پور	"	
6- چوہدری کمال خان صاحب مرحوم	کوٹ	"	
7- چوہدری دوندے خان صاحب مرحوم	"	"	
8- چوہدری امرت خان صاحب مرحوم	اونرو	"	
9- چوہدری باگ دل صاحب مرحوم	دہینگا کلاں	"	
10- چوہدری محمد بخش صاحب مرحوم	بڑیڑ	"	
11- چوہدری رحمن بخش صاحب مرحوم	اوٹھ	"	
12- چوہدری محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم	کھنڈیولا بھرت پور	ڈیمروت	
13- چوہدری عظمت خان صاحب مرحوم	ملہاکا	"	
14- چوہدری امرت خان صاحب ذیلدار	"	"	
15- چوہدری محمد اسماعیل صاحب ذیلدار مرحوم	ڈیمرو	"	
16- چوہدری کنول خان صاحب مرحوم	آل میو	"	
17- چوہدری متاب خان ذیلدار مرحوم	نیواں فیروز پور جھرکا	"	
18- ماسٹر چوہدری شیخ محمد خان صاحب مرحوم	ماہول	"	
19- چوہدری ہدایت خان عرف الل خان مرحوم	مہارگپور روالکی	"	
20- چوہدری فتح خان صاحب جاگیردار مرحوم	نیواں تحصیل نوح	ڈھینگل	
21- خان بہادر صوبیدار میجر سردار محمد خان مرحوم	"	"	

22-	چوہدری محمد یاسین خان صاحب مرحوم	رفشہ	〃
23-	چوہدری یعقوب خان عرف خوبی صاحب مرحوم	دھلاوٹ	〃
24-	مولوی احمد جان صاحب مرحوم	سوندھ	〃
25-	چوہدری وزیر خان صاحب مرحوم	〃	〃
26-	چوہدری جمعہ خان صاحب	کھاپڑہ	〃
27-	چوہدری موجی خان صاحب مرحوم	کھاٹس فیروز پور جھرکا	〃
28-	چوہدری امراؤ خان صاحب مرحوم	رائیسینہ نوح	〃
29-	چوہدری منیر خان صاحب مرحوم	ناٹوکا نوح	〃
30-	صوبیدار میجر کنول خان صاحب مرحوم	سوندھ تحصیل نوح	〃
31-	چوہدری مہتاب خان صاحب مرحوم	سنگار فیروز پور جھرکہ	بڈگوجر سنگل
32-	چوہدری سہراب خان مرحوم	〃	〃
33-	چوہدری بھورے خان صاحب مرحوم	سیرہ بھرت پور	〃
34-	صوبیدار چوہدری نصیب خان صاحب مرحوم	اسماعیل پور الور	〃
35-	کپتان شادی خان صاحب مرحوم	بی الور	〃
36-	صوبیدار چاند خان صاحب مرحوم	صحن پوری الور	〃
37-	چوہدری ابراہیم خان صاحب ذیلدار مرحوم	میولی نوح	ڈیمروال
38-	چوہدری عبدالحمید خان صاحب ذیلدار مرحوم	〃	〃
39-	چوہدری رحمت خان صاحب مرحوم	پونہ ہانہ فیروز پور جھرکا	〃
40-	چوہدری دراب خان صاحب مرحوم	مالب نوح	〃
41-	چوہدری شیر خان صاحب مرحوم	اندانہ فیروز پور جھرکا	〃
42-	ڈاکٹر محمد موسیٰ خان صاحب مرحوم	سالاہیڑی نوح	〃
43-	چوہدری حیات خان صاحب مرحوم	گھیڑہ بلب گڑھ	پولگوت
44-	چوہدری محی الدین صاحب ذیلدار مرحوم	دہلی	〃
45-	چوہدری رحیم خان صاحب مرحوم	گیغوزہ الور	〃
46-	چوہدری امراؤ خان صاحب مرحوم	دواگری الور	〃

47- چوہدری قدرت اللہ صاحب زیلدار مرحوم	ساکرس فیروز پور جھرکا	بیسر
48- چوہدری احمد خان صاحب مرحوم	"	"
49- مولوی حبیب اللہ صاحب		بلاوت
50- چوہدری سونگھ صاحب مرحوم	لاڈمکا	دولوت
51- چوہدری ہیرا صاحب مرحوم	کھیستی	"
52- چوہدری میدا صاحب مرحوم	مونڈا کھیڑہ الور	"
53- چوہدری امراؤ خان صاحب زیلدار مرحوم	سیکری بھرت پور	"
54- ماسٹر چوہدری رستم خان صاحب مرحوم	"	"
55- چوہدری باگ سنگھ صاحب مرحوم	موجپور بھرت پور	گوروال
56- چوہدری صدو خان خان صاحب مرحوم	نگینہ' فیروز پور جھرکا	"
57- منشی چوہدری رحمت خان صاحب مرحوم	"	"
58- چوہدری نور محمد عرف نتھی صاحب مرحوم	"	"
59- چوہدری چاند مل صاحب مرحوم	راوئی فیروز پور جھرکا	"
60- چوہدری ایسن صاحب مرحوم	سیمیلہ بھرت پور	بالوت
61- چوہدری چھوٹے خان صاحب مرحوم	بچھور فیروز پور جھرکا	"
62- چوہدری شادی خان صاحب مرحوم	"	"
63- چوہدری عبدالحئی عرف جیون خان	گھڑاولی نوح	بوڑیان
64- چوہدری دلاور خان صاحب مرحوم	سدراوٹ	لنڈاوت باگھوڑیا
65- صوبیدار بستی خان صاحب مرحوم	چور چاونڈی الور	بھاگھوڑیا
66- چوہدری راج خان صاحب	رنگالہ فیروز پور جھرکا	"
67- چوہدری چھنگا صاحب مرحوم	نوگانواں بھرت پور	بلیانہ
68- چوہدری خورشید احمد صاحب مرحوم	دھوج بلب گڑھ	"
69- چوہدری تیجو خان صاحب مرحوم	گھوباس فیروز پور جھرکا	"
70- چوہدری جہاز خان صاحب مرحوم	نگن پور "	کنوالیہ
71- منشی چوہدری محمد یوسف خان صاحب مرحوم	فیروز پور نمک نوح	ڈنگریا

72- چوہدری محمد اشرف صاحب ایم اے	بچپانکا نوح	
73- کپتان محمد منیر خان صاحب	پچپاکا نوح	سروہیا
74- چوہدری محمد یعقوب خان صاحب مرحوم زیلدار	چیکن نوح	دھینگل
75- مولانا عبدالشکور صاحب مرحوم	نیم کا فیروز پور جھرکا	

اکابرین بیرون میوات

منشی عمر خان صاحب مرحوم	[illegible] دہلی گوری
بابو کریم داد خان صاحب	
چوہدری عبدالکریم صاحب میونسپل کمشنر	قرول باغ دہلی
بابو نیاز احمد صاحب	دہلی
پیر قمرالدین صاحب جاگیردار مرحوم	فاضلکا پنجاب
چوہدری عبدالرحمن صاحب میونسپل کمشنر	کاسگنج ضلع ایٹہ یوپی
چوہدری چاند خان صاحب میونسپل کمشنر	الہ آباد یوپی
چوہدری وکیل خان صاحب	داروغہ پل گورکھپور
چوہدری غلام محمد صاحب	الہ آباد یوپی
جناب افضل خان صاحب	گونڈہ
منشی امام خان صاحب	نائب گنج اٹاوہ
چوہدری حیدر شیر صاحب آنریری مجسٹریٹ	رائے بریلی
چوہدری احمد نواز صاحب	شاجاپور گوالیار
اسماعیل خان صاحب ممبر	بھوپال
چوہدری کالے خان صاحب رئیس	آگرہ یوپی
چوہدری کالے خاں صاحب	جاورہ مالوہ
چوہدری معظم خان صاحب رئیس تعلقہ دار مرحوم	اودھ
چوہدری عبدالعزیز خان صاحب عرف پلٹی	اجمیر شریف
حاجی محمد زمان صاحب	سارنگپور مالوہ
بابو عبدالواسع خان صاحب	تلین ریاست راج گڑھ مالوہ

چوہدری گوہر خان صاحب	بریت نگر رام پور
مولوی عبدالقادر صاحب	کولھا پور امراوتی برار
منشی عبدالعزیز خان صاحب	نوشہرہ میواتیاں گونڈہ
عبدالغفار خان صاحب	دیواس مالوہ
چوہدری محمد حسن خان صاحب	رتلام پور
چوہدری گلزار صاحب	اجین مالوہ
چوہدری مہتاب خان صاحب وکیل ہائی کورٹ	شاجا پور مالوہ
منشی حسن خان صاحب	سارنگ پور دیواس مالوہ
چوہدری قدرت اللہ صاحب	آگرہ بوہلی

بارھواں باب

میوات کے شہر و قصبات

میوات کی بیشتر آبادی دیہات پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود اس علاقہ میں تاریخی شہر و قصبات ہیں جن میں سے بعض تو بالکل اجڑ چکے ہیں بعض کے کھنڈرات موجود ہیں قدیم تاریخ میں میوات کے جن شہروں و قصبات کے نام ملتے ہیں ان میں بیانہ، تہن گڑھ، الور، تجارہ، اندور، سرہٹہ، کوٹلہ، اجان گڑھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن آج کل الور کے علاوہ اور کسی جگہ کو خاص اہمیت نہیں ہے۔

اکبری عہد حکومت میں ضلع گورگانوہ، صوبہ آگرہ و دلی کا حصہ تھا ڈسٹرکٹ گزیٹر گورگانوہ کے مطابق حسب ذیل شہروں و قصبات کو سرکاری طور پر اہمیت حاصل تھی۔

سرکار دلی = صوبہ دلی، پلول، جھاڑسہ

سرکار ریواڑی = بھوڑا، تاوڑو، ریواڑی، مسہند، گوہانہ

سرکار پہاڑی = صوبہ آگرہ، ہوڈل

سرکار تجارہ = اندور، اوبینہ، اونمری، اونمرہ، پنگوال، بیسرو، پونہ ہانہ، بچھور، جھراوٹ، خان پور، سارکس، سانٹھاواڑی، فیروز پور جھرکا، کوٹلہ، گھاگس، نگینہ

الور

یہ شہر نہایت قدیم ہے۔ آریہ نسلوں کا آباد کیا ہوا بیان ہوتا ہے اس نام کا ایک شہر سندھ میں مید قوم نے بسایا تھا۔ جو غالباً" موجودہ روہڑی کے مقام پر تھا۔ مید قوم جب سندھ سے راجپوتانہ اور میوات کی طرف آئی تو انہوں نے اپنے سابقہ شہر آر کے نام پر موجودہ الور کو آباد کیا تھا۔

الور میوات کا مرکزی شہر ہے آزادی وطن سے قبل یہ راجپوتانہ کی مشہور ریاست تھی ایک عرصہ تک اس پر جادووں کی حکمرانی رہی۔ نکمبوں سے پرتھوی راج چوہان نے چھین لیا۔ کچھ عرصہ بعد علاول خان خان جادو اس پر قابض رہا۔ پھر حسن خان میواتی اس پر حکمران رہا۔ حسن خان میواتی جب فتح پور سیکری کی لڑائی میں مارا گیا تب بابر نے اس پر قبضہ کیا اور اپنے بیٹے ہندال کو سونپ دیا۔ سورج مل والئی بھرت پور نے بھی اس شہر پر حکمرانی کی اور آخر میں راؤ

راجہ پرتاپ سنگھ آف ماچاہیڑی اس پر قابض ہوگئے۔ جنہوں نے ریاست الور کی بنیاد ڈالی۔

یہ شہر اراولی پربت کے دامن میں واقعہ ہے اور بہت صاف ستھرا ہے شہر کے اوپر پہاڑ کی چوٹی پر الور کا مشہور تاریخی قلعہ ہے جس کی تاریخ حسن خان میواتی اور میو قوم کے ساتھ گہری وابستگی رکھتی ہے اسلامی عہد کے آثار و کھنڈر بھی اس شہر میں ملتے ہیں۔ موسی رانی کی یادگار چھتری' وجے مندر' ترپولیا' سیلی سیڈ' جھیل لکشمن جھولا' فتح جنگ کا گنبد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس شہر کے گردو نواح میں میوؤں کی پونگلوت' ڈیمروت' باگھوڑیا اور سہنگل پالیں آباد ہیں جن کا شہر میں اور الور راج میں بھاری اثر رہا ہے۔ ریاست کے میو چوہدریوں کی کوششوں جن میں میجر عبداللہ صاحب باگھوڑیا اور چوہدری رحیم خان پونگلوت کھنوڑہ کا نام سرفہرست ہے الور میں میو بورڈنگ کی تعمیر ہوئی جس کا سنگ بنیاد مہا راجہ الور نے 1941ء میں اپنے ہاتھوں سے رکھا تھا۔ یہ بورڈنگ آج بھی میو بورڈنگ کے نام سے موجود ہے جس میں میو طلباء رہتے ہیں۔

الور میو تہذیب کا سب سے بڑا مرکز ہے جس کی زبان خالص میواتی ہے شہر کے قریب دو میو بزرگوں کے مزارات ہیں سائیں لال داس کا مزار دھولی دوب میں اور حضرت عبدالرحمن عرف چوہڑ سدھ کا مزار بھی الور کے نزدیک پہاڑ میں ہے الور کے قریب موضع داؤد پور میں مولانا رکن الدین صاحب کا مزار ہے ہر سہ مزارات پر ہر سال عرس ہوتے ہیں الور شہر سرسوں کی بہت بڑی منڈی ہے ریلوے سٹیشن ہے دلی سے جے پور جانے والی پختہ سڑک پر واقعہ ہے۔

بیانہ

ایک مشہور قدیم تاریخی شہر ہے۔ تہن گڑھ کے قریب بھرت پور اور آگرہ کے درمیان واقعہ ہے جادو نسل میوؤں کا سب سے بڑا مرکز تھا جن کی حکمرانی آگرہ متھرا' بھرت پور' تہن گڑھ' الور' کرولی' سنبھل گڑھ اور پورے میوات تک تھی اس شہر کو پال چند جادو نے آباد کیا تھا اسی مال چند کے نام سے مالوہ نامزد ہوا۔

591ھ میں سلطان شہاب الدین غوری نے بیانہ فتح کیا تھا۔ اس سے قبل بیانہ پہ سالار مسعود غازی کے ہاتھوں فتح ہوا تھا۔ اس وقت یہاں کا فرمانروا راجہ بیج سنگھ جادو نسل تھا بیانہ عرصہ تک مسلمان حکمرانوں کے قبضہ میں رہا۔ سلاطین مغلیہ کے عہد حکومت کے بعد اس پر جاٹوں کا قبضہ ہوگیا۔ چنانچہ جادوؤں کی یہ مشہور راجدھانی جس سے میوؤں کے قریباً" 25 گوتوں اور پالوں کا تعلق ہے جادو نسل سنسنی وال جاٹوں کی ریاست بھرت پور کا حصہ بن گیا۔

میوؤں کے بہت سے جادو نسل پال و گوت اسی جگہ مسلمان ہوئے تے خان جادو گوت بھی یہیں مسلمان ہوا تھا اسی جگہ پر جادو کے ساتھ خان کا خطاب مسلمان بادشاہوں نے لگایا تھا بعد میں اس گوت کی میوات کے مختلف حصوں پر حکمرانی رہی۔ پہاڑ کے اوپر قدیم کھنڈروں میں ایک قلعہ بھی ہے جس میں بھیم نامی مینار ہے جو جنوب کی جانب سے بہت دور سے نظر آتا ہے بابر بادشاہ نے بیانہ کو ہندوستان کے مشہور قلعوں میں لکھا ہے۔ بیانہ کی نسبت سے بھرت پور' ڈیگ' کامنہ' پہاڑی' پونہ ہانہ' پنگواں' بیسرو' سنگار' بچھور' ہمیین اور ان کے ملحقہ دیہات کو بھیانہ کہا جاتا ہے بھیانہ میں عموماً" میوؤں کی جادو نسلی پالیں اور گوت آباد ہیں۔

تجارہ

بہت قدیم آبادی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ قدیم آبادی تجارہ کے قریب ایک گاؤں سریٹہ ہے جو پہاڑ کے دامن میں آباد ہے ان دونوں آبادیوں کو میوؤں نے آباد کیا تھا زبانی روایت کے مطابق سریٹہ پہلے آباد ہوا جس کو سرماجیت میو نے آباد کیا تھا اور اس کے بیٹے تیج پال نے تجارہ آباد کیا۔

تجارہ میں بہت سی پرانی مساجد اور بے شمار گنبد بنے ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے کھنڈرات کا شہر ہے اس کے آس پاس دور دور تک سریٹہ' ملک پور' شاہ آباد وغیرہ ہیں جو جادو میوؤں کی قدیم آبادیوں میں بے شمار کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ تجارہ میں خان جادو گوت کی چودھر ہے جو اکبری عہد میں ملی تھی اس چودھر کے ساتھ ان کے 26 گاؤں ہیں تجارہ کے نزدیک ایک گاؤں حسن پور معافی کے نام سے مشہور ہے جہاں حسن پور بارہ کی ایک مشہور درگاہ ہے جہاں سالانہ میلہ لگتا ہے یہ درگاہ میاں مراد علی شاہ کے نام پر بنائی گئی تھی عام روایت ہے کہ جب مہاراجہ جواہر سنگھ والئی بھرت پور پشکر اشنان کے لئے گیا تھا تو راستہ میں میاں مراد علی شاہ کی بزرگانہ کرامات سے متاثر ہو کر اس نے حسن پور گاؤں معافی میں دیا اور یہاں درگاہ قائم کرائی۔ یہ درگاہ بہت بڑی ہے جس میں مسجد' بیٹھک' حویلی' دیوان خانے' گھڑسال اور بے شمار قبریں ہیں۔

سریٹہ

تجارہ سے جانب مشرق تین میل کے فاصلہ پر عین اراولی پربت کے دامن میں سریٹہ

گاؤں آباد ہے جس میں آج کل میو اور گوجر آباد ہیں اس گاؤں سے میوؤں کے دو مشہور گوت' گوروال اور خان جادو کا نکاس ہے گاؤں کی آبادی بہت قدیم بتائی جاتی ہے جس کی نشاندہی قدیم کھنڈرات سے ہوتی ہے اس گاؤں میں ایک بہت مشہور گوروال میو راؤ بیمت گذرا ہے جس نے راؤ ماھا ڈیڈوال کے ساتھ مل کر منڈاور توڑی تھی اور میوؤں کی کالی اور بھیٹ ختم کرائی تھی راؤ بیمت اور راؤ ماھا کے اس تعلق کی وجہ سے گوروال اور ڈیڈوال پالوں کا آپس میں بھائی چارہ چلا آتا ہے سرٹھ میں ایک بڑا گنبد ہے جس میں بہت سی پرانی قبریں بنی ہوئی ہیں اور ایک کنواں بھی ہے جو بہادر ناہر کا بنایا ہوا بتایا جاتا ہے۔

کوٹلہ

یہ گاؤں اراولی پربت کے دامن میں واقع ہے کافی قدیم ہے جس میں دھینگل میو آباد ہیں۔ یہاں پر بھی پرانے کھنڈرات پائے جاتے ہیں موجودہ دور میں اس گاؤں کی کوئی اہمیت نہ ہے لیکن تاریخی اعتبار سے یہ گاؤں میوات کی راجدھانی رہ چکا ہے یہاں پر پرانے قلعہ کے کھنڈرات پہاڑ کے دامن میں اب بھی موجود ہیں ایک سیاہ پتھر سے تعمیر شدہ بہت پرانی مسجد بھی ہے جس کا طرز تعمیر تراشیدہ ہے جو پتھر کاٹ کر بغیر کسی مسالحہ کے بنائی گئی ہے جس کی تاریخ تعمیر 1393ء درج ہے کوٹلہ میں پانی کی بڑی جھیل ہے اور پہاڑی چشمہ (جھرنا) بھی ہے۔

اندور

یہ مقام اراولی پربت کے جانب غرب جہاں ضلع گوڑگانوہ اور ریاست الور کی حدود ملتی ہے واقعہ ہے نوح کے قریبا" پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے تاریخ میں ایک مشہور مقام کی حیثیت رکھتا ہے تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاہان اسلام نے جب کوٹلہ پر حملے کئے تو کوٹلہ کے حکمرانوں نے اندور کے قلعہ میں پناہ لی تھی اس قلعہ کے کھنڈرات ایک پہاڑ کی چوٹی پر موجود ہیں مقبروں اور مسجدوں کے آثار بھی ملتے ہیں موجودہ وقت میں ایک معمولی گاؤں ہے۔

نوح

یہ قصبہ میوات کا ایک مشہور تاریخی مقام ہے جس کو علاقہ میں مرکزیت حاصل ہے یہ دہلی سے الور جانے والی سڑک پختہ پر واقع ہے نوح کو اندور سے آنے والے لوگوں نے آباد کیا تھا۔ یہاں پر دھینگل پال کے گوالدیا میوؤں کی آبادی تھی اور ان کی چودھرات بھی تھی جنگ

آزادی 1857ء (غدر) کے نتیجہ میں انگریز سرکار نے میوؤں کی بسویداری ضبط کرلی تھی کیونکہ نوح حریت پسندوں کا مرکز تھا اور حریت پسندوں میں یہاں کے اور گردو نواح کے میو سرفہرست تھے البتہ خانزادے انگریز سرکار کے حامی و مددگار تھے انہوں نے انگریز افسروں کو پناہ دی تھی میوؤں نے انگریزی سرکار اور خانزادوں کا مقابلہ کیا اس لڑائی میں ایک انگریزی افسر میوؤں کے ہاتھوں مارا گیا اور میوؤں نے پناہ دینے والے خانزادوں کے گھر جلا دیئے اور سرکاری ڈاک کو لوٹ لیا۔ چنانچہ جب امن قائم ہوا اور انگریز سرکار کا پورا عمل دخل بحال ہوگیا تو نوح اور اس کے آس پاس کے باون مشہور چودھریوں کو پھانسی دی گئی۔ میوؤں کی جس قدر اراضی نوح، کھیڑلہ، ملاء ڈونڈا ہیڑی مواضعات میں تھی تمام بحق سرکار ضبط کرکے خانزادگان نوح کو بطور انعام دیدی جس کے نتیجہ میں کوئی میو نوح میں مالک اراضی نہ رہا۔

نوح ایک پرانا صنعتی قصبہ رہ چکا ہے یہاں پر نمک سازی کا کام بڑے پیمانہ پر ہوتا تھا جس کے نشانات اب بھی پائے جاتے ہیں آج کل بھی نوح چاقو کی صنعت کے لئے مشہور ہے۔ 1921ء میں چوہدری محمد یاسین خان صاحب مرحوم نے نوح میں میو قوم کی مرکزی درسگاہ برین میو ہائی سکول کی تعمیر کرائی۔ آل انڈیا میو پنچایت قائم کی جس کا صدر دفتر نوح میں قائم کیا گیا۔ اسی طرح حضرت شاہ محمد الیاس صاحب نے ایک اسلامی درسگاہ مدرسہ معین الاسلام کے نام سے قائم کی۔ ان قومی اداروں کے قیام سے نوح کو بڑی مرکزیت حاصل ہے نوح میں پینے کے پانی کی ہمیشہ قلت رہی۔ قصبہ میں ایک اچھی منڈی ہے بڑے کھنڈرات، جن میں چوہی کی حویلی، چوہی کا تالاب، ناہر خان شہید کا مقبرہ قابل ذکر ہیں۔ اب نوح میں پانی کی قلت دور ہوچکی ہے وہاں پر دو ہائی سکول ہیں ایک کالج چوہدری یاسین خان میو ڈگری کالج کے نام سے سابق برین میو ہائی سکول کی عمارت میں قائم ہوچکا ہے چوہدری محمد یاسین خان صاحب مرحوم کا مزار بھی کالج کے احاطہ میں ہے۔

گھاسیڑہ

میوات کا مشہر گاؤں ہے جس سے دھینگل پال کے بہت بڑے تھانبے گھاسیڑیا کا نکال ہوا۔ یہ گاؤں نوح سے قریباً پانچ میل کے فاصلہ پر جانب دہلی پختہ سڑک پر واقعہ ہے یہاں پر کسی زمانہ میں راؤ بہادر سنگھ راجپوت گوجر کی حکومت تھی جس نے قریباً 36 سال تک حکومت کی۔ لیکن 1767ء میں گھاسیڑہ مہاراجہ الور سورج مل والئی بھرت پور کے قبضہ میں آگیا۔ اس لڑائی کے

دوران مہاراجہ سورجمل گھاسیڑہ کے قلعہ کے دروازہ کے کواڑ اتروا کر لے گیا تھا جو اب تک موضع ڈیگ میں موجود ہیں چوہدری قائم گھاسیڑہ میں ایک مشہور میو گذرا ہے جو موضع سہولہ سے آکر آباد ہوا تھا گھاسیڑہ کی موجودہ آبادی چوہدری قائم کی اولاد ہے۔

مالب

میوات کا ایک مشہور گاؤں ہے جو برلب سڑک دہلی تا الور آباد ہے اس گاؤں میں گورزال اور ڈیڑوال میوؤں کی بسویداری ہے گاؤں سے باہر ایک عالی شان پرانی مسجد ہے جو عرصہ دراز سے بے آباد ہے۔

سوہنہ

ایک قدیم آبادی ہے اور اراولی پربت کے دامن میں پختہ سڑک دہلی تا الور پر واقعہ ہے اس قصبہ پر بڑگوجروں کی حکومت رہ چکی ہے مسلم بڑگوجر راجپوت 1947ء تک یہاں آباد رہے ہیں یہاں کی بسویداری مختلف قوموں کی پاس ہے اس قصبہ کے گردو نواح میں میوؤں کی آبادیاں ہیں۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں نوح کے ساتھ سوہنہ بھی مجاہدین آزادی کا زبردست مرکز تھا جس کی وجہ سے شہر کے گردو نواح میں آباد میوؤں کو کافی سزائیں دی گئیں اور ان کی بسویداری بھی ضبط کرلی گئیں۔ جو راجپوت اور کائستھ برادری کو بطور انعام دی گئیں۔

پہاڑ کے اوپر ایک پرانے قلعہ کے کھنڈرات موجود ہیں جس کو چوہانوں کا تعمیر کردہ بتایا جاتا ہے یہ قلعہ شہر سے ریواڑی جانے والی سڑک پر پہاڑ میں ہے سوہنہ میں دو پرانی مسجدیں بھی ہیں جن میں ایک بارہ کھبا والی مسجد کہلاتی ہے جس کے ساتھ ایک بارہ دری بنی ہوئی ہے یہ مسجد 1381ء کی تعمیر کردہ ہے دوسری مسجد نجم الحق کے نام سے مشہور ہے یہ بہت خوبصورت بنائی ہوئی ہے دیواروں پر کلام پاک کی مختلف سورتیں کندہ ہیں مسجد میں نجم الحق کی قبر بھی موجود ہے یہ مسجد 1481ء کی تعمیر شدہ ہے قصبہ کے مغربی جانب دو مشہور گنبد لال و کالا گنبد کے نام سے مشہور ہیں لوگرہ پیر کا مزار بھی یہاں ہے۔ درگاہ شاہ ولایت بھی ایک مشہور درگاہ ہے۔ یہ قصبہ گرم پانی کے چشمہ کی وجہ سے بہت مشہور ہے دور دراز سے لوگ گرم پانی کے چشمے میں نہانے کے لئے آتے ہیں قصبہ کے گردو نواح میں بہت سے کھنڈرات ہیں جن میں زیادہ تر اسلامی آثار پائے جاتے ہیں سوہنہ کے قریب بھونڈسی گاؤں ہے جو بڑگوجر ہندو راجپوتوں کا گاؤں ہے اس گاؤں

میں بھی قدیم اسلام آثار موجود ہیں۔

ہتھین

تحصیل نوح کا پرانا قصبہ ہے کسی زمانہ میں باقاعدہ ریاست تھی نواب فیض اللہ بیگ یہاں کے بعد رئیس تھے ان کے 108 گاؤں تھے لیکن یہ ریاست بعد میں انگریزی عملداری میں شامل کرلی گئی۔

رائسینہ

مشہور تاریخی گاؤں ہے دھنگل پال کا پاہہ ہے کوہ اراولی پربت کے دامن میں واقع ہے جنگ آزادی 1857ء کی وجہ سے اس گاؤں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس گاؤں اور اس کے ملحقہ گاؤں کے میوؤں نے بڑی ہمت اور بہادری سے انگریزی فوج کا مقابلہ کیا تھا ہلک۔ ایک انگریز فوجی افسر کو ہلاک بھی کیا تھا انگریزی فوج کے گوروں کو پکڑ کر ان کو گاہے میں جوڑ کر کانٹوں کی باڑ گھوائی تھی 1857ء میں میوات میں سب سے پہلی لڑائی اسی مقام پر ہوئی تھی اس کے نوح میں۔

امن بحال ہو جانے کے بعد اس گاؤں کے میوؤں کی بسویداری بحق سرکار ضبط کرلی گئی اور بھونڈی کے ایک انگریز پرست راجپوت اور سیے کی کائیسھ برادری کو انعام میں دے دی گئی اور پھر یہ زمین بادشاہ پور کے ایک مشہور سیٹھ لالہ نانک رام نے راجپوتوں سے بارہ ہزار روپیہ میں رہن لے لی تھی جو اس کے پاس 70-60 سال تک رہی۔ مگر چودھری چھوٹو رام جٹ وزیر مال پنجاب کے قانون اور اختیارات رہن کی بنا پر لالہ جی کے پاس سے نکل گئی۔ رائسینہ کے میو اسی زمین کو بطور مزارع کاشت کرتے تھے۔ 1947ء میں عموماً" یہ لوگ پاکستان آ گئے۔

تاؤڑو

یہ قصبہ میوؤں کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس کے گرد و نواح میں عموماً" دھنگل پال آباد ہے قصبہ میں پرانے زمانے کے کھنڈرات و مزارات موجود ہیں ایک قلعہ کے نشانات بھی ملتے ہیں شہنشاہ اکبر جب خواجہ غریب نواز کی من ماننے گئے تھے یہاں سے گذرے تھے مغلیہ دور میں یہاں چوکی تھی۔ جنگ آزادی 1857ء میں قصبہ کے آس پاس کے میوؤں نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ یہ قصبہ 1803ء کے بندوبست میں پرگنہ تھا بطور جاگیر مہاراجہ بھرت پور کے پاس بھی رہ چکا ہے۔

نگینہ

فیروز پور جھرکا تحصیل کا مشہور قصبہ ہے اکبری عہد حکومت میں تجارہ سرکار کا پرگنہ رہ چکا ہے۔ گوروال گوت کی آبادی ہے۔ دلی سے الور جانے والی پختہ سڑک پر واقعہ ہے۔ اس گاؤں کے چودھری نور محمد عرف نتھی خان گوڑگانوہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر رہے ہیں۔ چودھری محمد اور ان کے بھائی منشی رحمت خان مشہور آدمی گذرے ہیں۔

ساکرس

بہت قدیم گاؤں ہے۔ کسی زمانہ میں بہت اہم پرگنہ یعنی تحصیل رہ چکا ہے۔ گاؤں میں بیسر اور بلاوت دو گوتوں کی بسویداری ہے اس کے آس پاس متعدد نگلے بھی آباد ہیں جو ساکرس کے گاؤں کہلاتے ہیں۔

ساکرس میں 1301ء میں قاضی عنایت اللہ صاحب کے آباؤ اجداد سلطان علاؤ الدین خلجی کی طرف سے قضاء و افتاء اور احتساب کے عہدہ پر فائز تھے اور قریبا" پانچ صد سال تک اسی خاندان نے یہ ذمہ داریاں ادا کیں۔ ان کے ہاتھوں تبلیغ اور اشاعت اسلام کا کام انجام پایا۔ بلاوت گوت میں ایک بہت بڑے عالم دین حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمت اللہ علیہ گذرے ہیں جن کا مزار یہاں موجود ہے۔ چودھری مجاہد خان بیسر ایک بہت مشہور و معروف شخصیت یہاں گذرے ہیں جن کو حکومت وقت کی طرف سے چودھرات کے ساتھ کاٹھ کوڑا کی سزا کے اختیارات حاصل تھے۔ ضلع گوڑگانوہ کی حد تک یہ اختیار صرف چودھری مجاہد خان کو ہی حاصل تھا۔ اس لحاظ سے علاقہ میوات کی یہ بہت بڑی چودھر تھی۔ یہ چودھر بیسر گوت کے پاس تھی اور اب بھی ہے مگر اختیارات نہیں ہیں۔ چودھری قدرت اللہ ذیلدار مرحوم بیسر گوت میں اور مولوی حبیب اللہ بلاوت گوت میں مشہور آدمی گذرے ہیں۔

فیروز پور جھرکا

ایک قدیمی آبادی ہے۔ شہر کے چاروں طرف قلعہ کی دیواریں ہیں۔ اس شہر کو فیروز خان جادو میو نے آباد کیا تھا۔ شہر کے جانب غرب اراولی پربت قریبا" دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہاڑ میں گھاٹی (درہ) ہے۔ جہاں سے اب تجارہ کو پختہ سڑک نکالی گئی ہے۔ اس گھاٹی میں پانی کا چشمہ ہے جو سارا سال جاری رہتا ہے اور اسی کی نسبت سے فیروز پور جھرکا کہا جاتا ہے۔ اس جگہ پر

ایک مندر ہے جو مہا دیو کے مندر کے نام سے مشہور ہے جہاں ہندو لوگ شیو جی کی پوجا اور اشنان کرنے جاتے ہیں۔

پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ پہاڑ سے لے کر شہر تک بہت سے گنبد اور قدیم عمارات ہیں جو شہر کی تاریخی حیثیت کو زیادہ نمایاں کرتی ہیں۔ فیروز پور جھرکا ایک زمانہ میں آزاد ریاست کی راجدھانی بھی رہ چکا ہے۔ جبکہ یہ نواب احمد بخش خان مرحوم کو جاگیر میں ملا تھا۔ بعد میں نواب شمس الدین کے عہد میں انگریز سرکار نے یہ جاگیر نہ صرف ضبط کرلی تھی بلکہ نواب شمس الدین کو پھانسی کی سزا بھی دی تھی۔

اس شہر کے گرد و نواح میں میو قوم کی آبادی ہے۔ ان میں باگھوڑیا اور ڈیمروت پالوں کی تعداد معقول ہے لیکن شہر باگھوڑیا پال کے زیر اثر سمجھا جاتا ہے۔ 1921ء میں کانگریس کارکنوں کو گرفتار کرکے تھانہ میں قید کردیا تھا جس پر چاروں طرف سے باگھوڑیا میو شہر پر چڑھ آئے تھانہ کا محاصرہ کیا اور کانگریس کے کارکنوں کو زبردستی رہا کرالیا۔

1947ء سے قبل شہر میں سید اور خانزادوں کی اچھی خاصی آبادی تھی جن کی بیشتر تعداد ترک سکونت کرکے پاکستان چلی گئی مگر اس کے باوجود شہر پہلے کے مقابلہ میں بارونق ہے۔ کیونکہ اب چاروں طرف پختہ سڑکیں بن گئی ہیں۔ اس شہر میں ایک اسلامی مدرسہ جس کے بانی مولانا محمد حسن صاحب مرحوم خلف مولانا مرید صاحب مرحوم تھے نہایت قدیم ہے جو فی الوقت بھی موجود ہے اور کافی شہرت رکھتا ہے مدرسہ کے ساتھ جامع مسجد ہے۔

آگون

گومل میووں کا قدیم گاؤں ہے فیروز پور جھرکا سے 7/8 میل کے فاصلہ پر ہے اس گاؤں کی وجہ شہرت چودھری زین خان صاحب کی وجہ سے ہے۔ چودھری زین خان ضلع گورگانوہ میووں میں پہلے نائب تحصیلدار تھے اور ان کی اپنے گاؤں کے مہاجن سے رنجش تھی اس مہاجن نے ایک ڈاکو ہرپھول سنگھ سے ساز باز کی اور جس وقت چودھری صاحب تحصیل گوہانہ میں بطور نائب تحصیلدار تعینات تھے ہرپھول سنگھ ڈاکو نے انہیں قتل کردیا ساری میوات میں چودھری صاحب کے قتل کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور ساری میوات میں سوگ پڑ گیا تھا۔

پونہ ہانہ

بھیانہ کے قریباً" وسط میں واقع ہے۔ میووں کے بارونق قصبات میں شمار ہوتا ہے پونا ولد

ساتو ویڑوال میو کا آباد کیا ہوا ہے قصبہ میں ڈیڑوال میوؤں کی بسویداری ہے یہاں ایک مشہور شخصیت چودھری رحمت خان ذیلدار مرحوم ہوئے ہیں جو ایک سخی اور با اخلاق شخصیت تھے پونہ ہانہ کے گردو نواح میں سنگار کی بائیسی اور ڈیمروت میو آباد ہیں لیکن قصبہ میں چھرکلوت میوؤں کا بھی عمل دخل رہتا ہے۔

پونہ ہانہ کے ملحق نگن پور کی آبادی بھی قدیم ہے پونہ ہانہ کی بیشتر آبادی نگن پور کی زمین میں آباد ہے۔ نگن پور میں چودھری جہاز خان کنوالیہ میو کی شخصیت بہت معروف رہی ہے۔ چودھری جہاز خان ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع گورگانوہ کے ممبر بھی رہے تھے۔ قصبہ پونہ ہانہ میں لالہ بجمل بلکنڈی مہاجن بھی ایک مشہور شخصیت تھے جن کے گرد و نواح کے میوؤں سے اچھے تعلقات تھے لالہ جی کی بنی ہوئی دھرم شالہ بھی مشہور ہے۔

بیسرو

ڈیمروت میوؤں کا گاؤں ہے پونہ ہانہ سے جانب شمال دو میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے بہت قدیم آبادی ہے تزک اکبری میں اس کا ذکر آیا ہے ڈیمروت پال کی چودھر کا گاؤں ہے کسی زمانہ میں یہ گاؤں چھونکر نسل راجپوتوں کے زیر اثر رہا ہے ان کے بعد خان جادو میوؤں کی عملداری بھی رہی ہے۔

گاؤں کے اندر ایک قدیم پختہ حویلی ہے جس کا بیشتر حصہ مسمار ہوچکا ہے تاہم کچھ مکانات ابھی تک موجود ہیں اس حویلی کا صدر دروازہ بہت بلند و بالا ہے جس میں سے ہاتھی کی سواری باسانی گذر سکتی ہے جس محلہ میں یہ حویلی واقع ہے حویلی کی نسبت سے اس محلہ کو حویلیا محلہ کہتے ہیں۔ گاؤں سے باہر قبرستان میں دولت خان کا مزار ہے جس کی طرز تعمیر لھاباس کے گنبدوں سے مماثلت رکھتی ہے اس کے علاوہ ایک قدیم کنواں کوٹھی کنواں کے نام سے مشہور ہے اس کنوئیں کے ساتھ پختہ کنڈے بنے ہوئے ہیں جن کے بارے میں بیان ہوتا ہے کہ ان کنڈوں میں نیل تیار ہوتی تھی گاؤں کے گردو نواح میں اس کے بارہ نگلے آباد ہیں گاؤں میں ہر سال تعزیہ کا میلہ لگتا ہے اس گاؤں کو میوات میں تعلیمی حیثیت سے بڑا مقام حاصل ہے چودھری محمد یعقوب خان صاحب قیصری مرحوم جو کہ میوات کی ایک معروف شخصیت تھے اس گاؤں کے باشندے تھے گاؤں کی بیشتر آبادی ابھی تک بھارت میں موجود ہے۔

سنگار

یہ چھرکلوت پال کا بڑا مشہور گاؤں ہے چھرکلوت پال کے ممتاز اور بہادر راجہ راؤ باہڑ اسی گاؤں کے باشندے تھے چھرکلوت پال کی چودھر کا شرف بھی اس گاؤں کو حاصل ہے آثار قدیمہ کے نشانات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قدیم بستی ہے یہاں غزنوی اور غوری عہد میں جادو نسی راجپوتوں کی حکمرانی تھی یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ میوؤں سے پہلے اس گاؤں میں راوت جاٹوں کی آبادی تھی آٹھویں صدی عیسوی میں اس گاؤں کو راؤ باہڑ نے فتح کیا تھا۔ راؤ باہڑ کے وقت میں کوٹ بڑا شہر تھا راؤ باہڑ کوٹ کے علاوہ دوسرے دیہات پر بھی حکمران تھا۔ یہ گاؤں میوات اور جاٹوں کی سرحد پر واقعہ ہے۔ 1947ء کے ہنگاموں میں جاٹوں نے اس گاؤں پر متعدد حملے کئے مگر سب ناکام بنا دیئے گئے۔ کوٹ کے متعدد گاؤں جو کوٹ سے نکل کر آباد ہوئے ان کو کوٹیا کہتے ہیں چھرکلوت پال کے کئی تھانبے راؤ باہڑ کی اولاد ہیں۔

کامنہ

ریاست بھرت پور کا ایک پرانا قلعہ ہے اس قصبہ کی آبادی بہت قدیم بیان کی جاتی ہے ست جگ میں اس کا نام برہم پور تھا۔ دواپر میں سنگ پور بھی کہتے تھے ترتیا میں اس کا نام کامک رکھا گیا اور کل جگ میں کامنہ کہلاتا ہے یہ قصبہ ایک دھارمک استھان مانا جاتا ہے کیونکہ اس قصبہ کو سری کرشن جی کے نانا کا گاؤں ہونے کا فخر حاصل ہے یہ برج کے علاقہ میں ہے سری کرشن جی اور ان کے نانا کے زمانہ کا بنایا ہوا مکان چوراسی کھمبے کے نام سے مشہور ہے اس قصبہ میں چوراسی کنوئیں، چوراسی تالاب اور چوراسی مندر بھی تعمیر کئے گئے تھے جن کے کھنڈرات باقی ہیں قدیم عمارات کے کھنڈرات بھی ہیں۔

اس قصبہ میں میوؤں کی آبادی ہے اور انہی کی بسویداری ہے گردو نواح میں بھی میو آباد ہیں جن میں عموماً" پاہٹ، بالوت اور نیائی میوؤں کی آبادیاں ہیں یہاں پر ایک بڑا میلہ سالانہ لگتا ہے جس کو پرکماں کہتے ہیں جس میں لاکھوں لوگ شریک ہوتے ہیں جس کی شہرت اس طرح ہے
"آج کال کامنہ کے بھر پرکماں"

پہاڑی

یہ قصبہ ریاست بھرپور میں واقع ہے جو ایک زمانہ سے میوات کے پرگنوں میں شامل چلا آتا ہے اکبری عہد میں یہ صوبہ آگرہ میں شامل تھا اس کے قدیم کھنڈرات مقبروں اور مزارات

بڈ گوجر میوؤں کا سب سے بڑا گاؤں ہے جو پونہ ہانہ سے ہوڈل جانے والی پختہ سڑک پر واقعہ ہے اس کے مورث اعلیٰ کا نام کان بتایا جاتا ہے سنگار کی بائیسی کا منبع بھی یہی گاؤں ہے اس گاؤں میں بائیس گاؤں کی چودھر ہے۔ اس گاؤں میں قدیم زمانے کی عمارات کے نشانات پائے جاتے ہیں خاص کر پرانی قبریں گاؤں کے چاروں طرف اچھی خاصی تعداد میں ہیں ایک بہت پرانی حویلی بھی ہے جو کسی گڑھ پتی راجہ کی ملکیت بیان ہوتی ہے جس پر سورجمل مہاراجہ بھرت پور نے حملہ کیا تھا۔ چودھری مہتاب خان اور چودھری سہراب خان مرحوم حقیقی برادران یہاں کے مشہور اور معتبر آدمی تھے چودھری مہتاب [illegible] کے تھے چودھری سہراب خان ذیلدار تھے گاؤں کی بیشتر آبادی ابھی تک بھارت میں موجود ہے۔

بچھور

یہ گاؤں چھرکلوت پال کے بڑے دیہات میں شامل ہے اس کی وجہ تسمیہ برج چھور ہے یہ گاؤں برج کے کنارے پر واقع ہے اس کی سرحدیں ضلع متھرا یو پی اور ریاست بھرت پور سے ملتی ہیں اس گاؤں کے چھرکلوت اس پال کے مشہور آدمی سکتے کی اولاد ہیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ یہ گاؤں شروع میں گوتم برہمنوں نے بسایا تھا برہمنوں کی بسویداری ابھی تک گاؤں میں موجود ہے۔ جاٹ بھی اس گاؤں میں بسویدار ہیں۔

پالوت اور ڈیڑوال بھی اس گاؤں میں بسویدار ہیں یہ بسوہ کسی رشتہ داری تعلق کی وجہ سے چھرکلوت نے دیا تھا یہاں ایک بڑا خاندان ممتاز حیثیت کا حامل رہا ہے اس خاندان میں چودھری مہتاب خان مرحوم جاگیردار و ذیلدار تھے چودھری کالے خان مرحوم اپنے بارہ گاؤں کے چودھری تھے ان کی قابلیت اور سمجھداری پوری میوات میں مانی جاتی ہے پالوت پال میں چودھری چھوٹے خان مرحوم ایک سنجیدہ اور باصلاحیت آدمی تھے لالہ میدامل جو بچھور کے رہنے والے تھے نواب شمس الدین خان والئی فیروز پور جھرکا کے منیم تھے 1947ء سے قبل اس قصبہ میں بہت رونق تھی مگر 1947ء کے فسادات میں بلوائیوں نے اس گاؤں میں آگ لگا دی تھی چودھری کالے خان مرحوم کا خاندان پاکستان چلا گیا۔ جس کی وجہ سے گاؤں کی وہ شہرت جو 1947ء سے قبل تھی باقی نہیں رہی۔ اس گاؤں میں تعزیہ کا میلہ اب بھی لگتا ہے۔

کوٹ

سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں مسلم آبادی رہی ہے بیان کیا جاتا ہے کہ لودھی دور حکومت میں شہاب خان نامی خان جادو کو پہاڑی پرگنہ جاگیر میں ملا تھا یہاں پر ایک پرانی مسجد لودھی عہد کی تعمیر شدہ ہے قصبہ کے گردو نواح میں دولوت میو آباد ہیں۔

سیکری

دولوت پال کا مشہور قصبہ ہے جو ریاست بھرت پور میں واقعہ ہے قصبہ کے آس پاس بھی دولوت میوؤں کی آبادیاں ہیں۔ میوات کی ایک بڑی چودھر اس گاؤں میں تھی چودھری بھونے خان میو (دولوت) کو سرکاری طور پر کاٹھ' کوڑا کی سزا کے اختیارات تھے چودھری امراؤ خان ذیلدار مرحوم سیکری گاؤں اور دولت پال کے مانے ہوئے آدمی تھے 1947ء کے بعد اس قصبہ کی رونق ختم ہوگئی کیونکہ یہاں کی بیشتر آبادی پاکستان ہجرت کرگئی۔

نگر

بھرت پور کی ایک تحصیل کا صدر مقام ہے یہ قصبہ میوؤں کا آبادی شدہ ہے پرانے زمانے کے کھنڈرات' گنبد وغیرہ پائے جاتے ہیں یہاں ڈیمروت میوؤں کی بسویداری ہے گردو نواح میں ڈیمروت اور پاہٹ میوؤں کی آبادیاں ہیں نگر اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ بھرت پور کا شاداب ترین علاقہ شمار ہوتا ہے۔

ڈیگ

کسی زمانہ میں ڈیگ ریاست بھرت پور کی راجدھانی تھی۔ اس کے عالیشان محلات' بھون بہت پرانی تعمیرات ہیں جو ہندوستان کی عجائبات اور آثار قدیمہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں یہاں پر ایک عظیم قلعہ ہے قلعہ کے قریب عالیشان محل اور باغ ہیں جس کے گرد پختہ دیواریں ہیں خوبصورت محل قابل تعریف ہے جو روپ باس کان کے نفیس سفید پتھر کے بڑے بڑے ٹکڑوں سے تیار ہوا ہے۔ تاریخ راجگان ہند کے مطابق نند بھون' گوپال بھون' بھادوں بھون' سورج بھون' رام بھون' ہردیو بون' ناتوں بھون اور کل محلات میں کمال خوبصورتی سے فوارے لگائے ہوئے ہیں فواروں کے واسطے رام بھون کی چھت پر ایک حوض ہے جس میں 938716 من پانی سماتا ہے شہر کا ذکر قدیم ویدک کتابوں میں بھی ملتا ہے قصبہ ڈیگ میوات کے کنارے پر ہے یہاں میوؤں کی آبادی بجانب نگر و کا مہ پائی جاتی ہے یہاں کے بھادوں بھون میں گھاسیڑہ کے قلعہ کے

کواڑ لگے ہوئے ہیں جن کو راجہ سورجمل گھاسیڑہ کو فتح کرنے کے بعد اکھاڑ کر لے آیا تھا۔

گوپال گڑھ

ریاست بھرت پور میں واقعہ ہے یہاں کا قلعہ بہت مشہور ہے جو راجہ سورجمل کا تعمیر کردہ بیان ہوتا ہے گوپال گڑھ پہلے پرگنہ تھا مگر بعد میں اسے پہاڑی کے ساتھ شامل کردیا گیا۔

گوبند گڑھ

یہ قصبہ ریاست الور میں ہے قصبہ میں قدیم عمارات ہیں یہاں کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے جب الور تحریک مزارعان کے زمانہ میں اس قصبہ میں میو جمع تھے تو الور پولیس نے ان پر فائرنگ کرکے کافی شہید کردیئے تھے گردو نواح میں دولوت' نیائی اور ڈیڑوال میو آباد ہیں۔

رام گڑھ

الور کی تحصیل ہے جو ضلع گورگانوہ کی تحصیل فیروز پور جھرکا سے ملحقہ ہے اسی قصبہ کے آس پاس نیائی اور باگھوڑیا پال کی آبادی ہے۔

کشن گڑھ

الور کی تحصیل ہے یہاں ایک پرانا قلعہ ہے جو والیان ریاست کا بنایا ہوا بیان ہوتا ہے اس قصبہ کے نواح میں میوؤں کی آبادیاں ہیں۔

تیرھواں باب

میوات کا تاریخی کالا پہاڑ (ارادلی پربت)

میوات میں کوہ ارادلی پربت جس کو عرف عام میں کالا پہاڑ کہتے ہیں ایک عظیم تاریخی حیثیت کا حامل ہے جس کی پہاڑیاں دلی سے شروع ہو کر نہ صرف میوات میں پھیلی ہوئی ہیں بلکہ راجپوتانہ سے گزرتی ہوئی جنوبی ہند تک ہیں اس پہاڑ نے میو قوم کی تاریخ کے لا متناہی عروج و زوال اپنی خاموش نگاہوں سے دیکھے ہیں۔

اسی پہاڑ میں بے شمار درخت' جھاڑ' جھنکار خود رو ہوتے ہیں زیادہ تر دھوک کا درخت ہوتا ہے اس کے علاوہ ڈھاک' قدم اور بعض مقامات پر جڑی بوٹیاں مثلاً" املتاس' اسراج' گلو' اروسہ وغیرہ بھاری مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ پہاڑ میں زیادہ تر سنگ خارا ہے لیکن بعض مقامات پر دوسری قسم کا پتھر بھی ملتا ہے جس سے بہت سی عمارتیں اور چیزیں گھڑ گھڑ کر بنائی جاتی ہیں۔ راجستھان سرکار کو بہت بڑی آمدنی اس پہاڑ کی ان بے شمار کانوں سے ہوتی ہے جن سے مختلف قسم کے پتھر اور کیمیاوی چیزیں نکلتی ہیں اس پہاڑ میں گرو سیکھر اور آبو صحت افزا مقامات ہیں میوات کے علاقہ میں اس پہاڑ میں بہت سے درے اور گھاٹیاں ہیں جن کے ذریعہ آمدو رفت ہوتی ہے ایک پختہ سڑک سہنہ سے ریواڑی کے لئے جاتی ہے جو پہاڑ اور اوپر کے علاقہ تاوڑو وغیرہ سے گذر کر جاتی ہے اسی طرح سے اب نوح سے باندھوا گھاٹی کی سڑک تعمیر ہو گئی ہے جو ایک مشہور قدیم تاریخی مقام اندور کے قریب سے گذرتی ہے اور نوح کو تاوڑو سے ملاتی ہے ایک گھاٹی میولی گاؤں کے پاس سے چڑھتی ہے جس میں پیدل آمدو رفت ہوتی ہے ایک پختہ سڑک فیروز پور جھرکا سے تجارہ کو جاتی ہے ایک پختہ سڑک نوگانوں سے مبارک پور تک بنائی گئی ہے۔

میوؤں کے بھمیا راجہ اور دیسمکھ ان دروں کے مالک تھے جو کسی زمانہ میں فوجی بچاؤ کا کام دیتے تھے اسی پہاڑ میں تاریخی عمارات بھی ہیں جیسا کہ مہرولی' سہنہ' اندور' کوٹلہ' سریٹہ' بہادر پور اور الور میں قلعہ جات کے قدیم کھنڈرات آج بھی اپنی عظمت رفتہ کی یادیں تازہ کر رہے ہیں۔ اس پہاڑ کے آس پاس نہایت ہی شیریں پانی ہے جس سے آبنوشی اور آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے بعض مقامات پر قدرتی چشمے بھی پائے جاتے ہیں سہنہ میں گرم پانی کا چشمہ تجارہ کے نزدیک

سورج کی کا گرم چشمہ ' فیروز پور جھرکا کے قریب ٹھنڈے پانی کا چشمہ اور ان کے علاوہ مختلف مقامات پر چھوٹے چھوٹے جھرنے قدرت کے عجیب و غریب مناظر پیش کرتے ہیں۔ اسی پہاڑ میں درند' چرند اور پرندوں کی زبردست آماجگاہیں ہیں الور سے آگے سرس کا شیر کی اچھی شکار گاہ ہے پہاڑ مویشیوں کے چرانے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے راجپوتانہ کی بڑی آبادی مویشی پالتی ہے جس کے لئے یہ پہاڑ ان کا ممدو معاون ہے غریب لوگ اس پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں اسی پہاڑ میں مختلف مقامات پر مساجد' مندر' درویشوں کی خانقاہیاں بھی ہیں جو سب پرانے زمانے کی ہیں ان خانقاہوں پر ہر سال میلے لگتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری' حضرت میراں سید حسین خنگ سوار' حضرت عبدالرحمن عرف چوڑ سدھ' حضرت شیخ موسیٰ' حضرت شاہ چوکھا صاحب کے مزارات اسی پہاڑ میں ہیں اس پہاڑ کی تاریخی اہمیت اس لئے اور بھی زیادہ ہے کہ یہ پہاڑ ہندوستان کی آریہ نسلوں کا مسکن رہا ہے اور ان کی عزت کا آئینہ دار ہے وطن عزیز کی حفاظت و آزادی میں اس کا بھاری حصہ رہا ہے۔

میوات کی قدرتی تقسیم

میوات کے علاقہ کے تین قدرتی تقسیم ہیں جن کو پہاڑ اوپر' آریج اور بھیانہ کہا جاتا ہے کالا پہاڑ سے مغربی جانب علاقہ کو پہاڑا اوپر کہتے ہیں جس میں تاوڑو' ٹوکرہ' تجارہ' کشن گڑھ' کھیرتل' کوٹ قاسم بہروڑ اور ان کے ملحقہ علاقے شامل ہیں کالا پہاڑ اور اس کی دوسری شاخ جو اس کے ساتھ ساتھ بھرت پور تک گئی ہے کے درمیانی علاقہ کو آریج (آب ریز) کہا جاتا ہے اس میں سنہ' نوح' مالب نگینہ' بھادس' ساکرس' فیروز پور جھرکا' دوہا' اگون اور ان کے ملحقہ گاؤں شامل ہیں اس علاقہ میں زمانہ قدیم سے چونکہ برسات کا پانی جمع ہو جاتا ہے اس لئے اسے آریج (آب ریز) کہا جاتا ہے پہاڑی شاخ کا مشرقی حصہ بھیانہ کہلاتا ہے اس میں پہنچین' کوٹ' اناوڑ' آلی' بیسرو' سنگار' نئی' بچھور' پہاڑی' کامہ' نگر اور ان کے ملحقہ گاؤں شامل ہیں۔ بھیانہ کا علاقہ پیداوار اور شائستگی وغیرہ کے اعتبار سے مشہور ہے دوسرے حصہ کے لوگ بھیانہ کے رہنے والوں کو چالاک اور ہوشیار سمجھتے ہیں۔

ہر سہ حصہ کے لوگوں کے رہن سہن' بول چال' لباس' بودو باش میں اگرچہ بہت زیادہ تفاوت تو نہیں ہے مگر بول چال' لباس وغیرہ سے اس امر کی نشاندہی باسانی ہو جاتی ہے کہ وہ

میوات کے کون سے حصہ کا باشندہ ہے۔ اس ضمن میں پہاڑ اوپر رہنے والی اور آریج کے علاقہ سے تعلق رکھنے والی عورتوں کا ایک مکالمہ قابل ملاحظہ ہے۔

آریج کی عورت:۔

دھولے والی اے سکھی رنگ والے نہ رنگریز
تیرے دھولے دیکھ کر میری لاج مری آریج

پہاڑ اوپر کی عورت:۔

کڑھے مڑھے کیا کام کے دھولے سدا سپید
جتنے پانی کوٹلہ واری تیری اتنے ہی آریج

آریج:۔

مالب میرو مالوہ کلھرو گجرات
ساگر کھانا دیس کی کیسے بڑھ بڑھ مارے ہے بات

پہاڑ اوپر

میرو آگے گاؤں گوالدو جا میں میری گھری اشنائی
تیرو پانی بند کروں واری تو کیسے گرہائی

آریج:۔

باندھ لے اور بندھوائے لے لاکھ باندھ لے بند
ٹوٹے پیچھے نہ رکے جاون برسے راجہ اند

پہاڑ اوپر کے علاقہ کا پانی میٹھا ہے اور فصلات کے لئے مفید ہے باوجود اس امر کے کہ پانی کو کافی گہرائی سے حاصل کیا جاتا ہے پھر بھی کنوؤں سے بذریعہ چرس آبپاشی کی جاتی ہے پہلے اس علاقہ میں عام طور پر فصل خریف کی کاشت زیادہ ہوتی تھی کیونکہ تمام علاقہ بارانی ہے مگر اب ٹیوب ویل کا رواج ہو جانے کی وجہ سے ہر دو فصلات خریف و ربیعہ اچھی ہونے لگی ہیں خاص طور پر سرسوں کی پیداوار میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ آریج کے علاقہ میں عام طور پر زیر زمین پانی کی کمی ہے یہاں تک کہ بعض دیہات میں تو پینے کے پانی کی بھی قلت ہے زیر مین پانی اگر کہیں دستیاب بھی ہے تو یہ پانی فصلات کے لئے ناموافق ہے زیادہ تر انحصار بارش پر ہے۔

بھیانہ

اس علاقہ کی زمین مقابلتاً" زرخیز ہے اور زیر زمین پانی بھی اچھا ہے اس لئے ہر دو علاقہ جات کے مقابلہ میں اس علاقہ میں خوشحالی ہے۔ کچھ حصہ میں نہری پانی بھی دستیاب ہے۔

چودھواں باب

میو سماج

میوؤں کا معاشرہ عام طور پر چھتریانہ ہے ان میں وہ تمام عادات و خصائل پائے جاتے ہیں جو کسی چھتری قوم میں ہونے چاہیئں۔

رہن سہن

میوؤں کی بیشتر آبادی دیہات پر مشتمل ہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر گاؤں آباد ہیں جن میں عام طور پر دو یا تین خاندانوں کے آدمی آباد ہوتے ہیں البتہ بڑے گاؤں میں مختلف خاندانوں اور گوتوں کی آبادی بھی پائی جاتی ہے میوؤں کے گاؤں میں میوؤں کے علاوہ دوسری قومیں مثلاً سقہ، نائی، میراثی، لوہار، ترکھان، چمار، چوہڑے وغیرہ بھی آباد ہوتے ہیں۔

گاؤں میں زیادہ تر مکانات کچے ہوتے ہیں جو چھپر، کوٹھا، چوبارہ، میٹری، نوہرہ، بسال، گیت وغیرہ ناموں سے موسوم ہوتے ہیں۔ کوٹھا، میٹری، چوبارہ بچوں کی رہائش کے لئے، نوہرہ مردانہ رہائش اور مویشی باندھنے کے لئے ہوتے ہیں گیت میں اوپلے، لکڑیاں اور بسا اوقات مویشیوں کے چارہ (بھس) بونگے وغیرہ کے مصرف میں ہوتے ہیں۔ صاحب حیثیت لوگ پختہ مکانات بھی تعمیر کرتے ہیں بیٹھک اور حویلیاں بنا کر رہتے ہیں اناج کے لئے کوٹھی یا کھلا بنایا جاتا ہے حویلیوں کی بھکاریوں میں بھی اناج بھرا جاتا ہے۔ ہر گاؤں میں چوپالیں ہوتی ہیں جو گاؤں کے شاملات کاموں کیلئے یا پنچایت کے استعمال کیلئے بنائی جاتی ہیں بارات بھی چوپالوں میں ٹھرتی ہیں ان چوپالوں کی بڑی عزت ہوتی ہے عورت کا چوپال جانا بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

لباس

ماضی قریب میں میو عورتوں کا لباس، انگیا، کرتی، گھاگرہ، جول جھروی، لھاسی، گدکا ہوتا تھا جس کے نشانات ابھی تک الور اور بھرت پور کے بعض حصوں میں دیکھے جاسکتے ہیں یہ لباس عموماً رنگین ہوتا ہے اور راجستھانی انداز کا کڑھا ہوتا ہے مگر کافی عرصہ سے یہ لباس متروک ہو چکا ہے اور اب اس کی جگہ قمیض، پائجامہ نے لے لی ہے میوات میں عورتوں میں زیور کا استعمال عام ہے زیورات عموماً چاندی کے ہوتے ہیں ان زیورات میں ہنسلی، بانکڑے، کڑی، نیوری، سانٹھ، تمیل، تانچ، کھلا، ہتھیلی، چھن، جھومکا، بالی بٹن، جھیلا، بیچ منیا، ہار، جھانجن وغیرہ

شامل ہیں یہ زیورات آج بھی زیر استعمال ہیں عورتوں میں برقعہ طرز کے پردہ کا رواج نہ ہے بلکہ صرف گھونگھٹ نکالنے کا طریقہ رائج ہے اور اس پر سختی سے عمل بھی ہوتا ہے۔

مردوں کا سابقہ لباس تہبہ' لنگوٹ' کمری' دھوتی پھینٹا وغیرہ تھا جو اب قمیض' کرتا' تہ بند اور دھوتی میں بدل گیا ہے مردوں میں زیور پہننے کا رواج موجود ہے یہ عموماً" کانوں میں مرکی' گلے میں ہنسلی' ہار' بٹن اور ہاتھوں میں کڑے پہنتے تھے مگر اب یہ رواج متروک ہو چکا ہے البتہ شادی کے موقعہ پر بعض جگہ دولہا کو زیورات پہناتے ہیں۔

برادری سسٹم

ہر گاؤں یا تھانبہ میں ایک برادری سسٹم ہوتا ہے گاؤں یا تھانبہ کا چودھری اس برادری کا سردار ہوتا ہے اگر کسی قسم کا کوئی تنازع ہو جائے تو برادری چوپال میں جمع ہوتی ہے اور چودھریان یعنی پنچ اس برادری میں بطور سردار شامل ہوتے ہیں اور برادری فیصلے کرنے میں قصور وار پر جرمانہ' ڈنڈ یا ذات باہر ڈال دیتے ہیں اور اس کا حقہ پانی بند کر دیتے ہیں جس آدمی کو ذات باہر ڈالا جاتا ہے اس کے ساتھ کوئی آدمی حقہ پانی نہیں پی سکتا۔ میوؤں کا برادری سسٹم اور مجلسی نظام چوپالوں' بنگلوں' نوہروں کی وجہ سے قائم ہے جہاں شام کو کام کاج سے فارغ ہونے کے بعد لوگ اکٹھا ہو کر بیٹھتے ہیں اور حقہ پیتے ہیں سردیوں میں آگ کا الاؤ جلایا جاتا ہے اس کے گرد سارے لوگ بیٹھ کر تاپتے رہتے ہیں اس مجلس میں لوگ ہر قسم کی باتیں کرتے ہیں جو ان کے گھریلو مسائل سے لے کر ملکی سیاست تک سے تعلق رکھتی ہیں۔

برادری بھائی چارہ کا ایک طویل سلسلہ ہوتا ہے شادی بیاہ' دوسری رسومات مثلاً" فاتحہ' چہلم وغیرہ میں جن لوگوں سے برادری ہوتی ہے ان کے ہاں پوری برادری جمع ہوتی ہے جس میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں دوسری اقوام مثلاً" مہاجن' جاٹ' اہیر وغیرہ جن سے برادری تعلقات ہوتے ہیں ان کو بھی ایسے موقعوں پر شریک کیا جاتا ہے ایسے موقعوں پر شادی بیاہ میں نوتہ/دان دیا جاتا ہے اگر فاتحہ (فاتحہ) ہو پاگ (پگڑی) باندھنے پر نذرانہ دیتے ہیں۔

خوراک

میوات کے میوؤں کی خوراک نہایت سادہ ہے وہ عام طور پر گھر پر گائے' بھینس' بکریاں پالتے ہیں جن کا دودھ' دہی' چھاچھ' انہیں استعمال کے لئے ملتا ہے میوات کی مشہور دیہاتی

خوراک جو بطور ناشتہ استعمال ہوتی ہے میری ہے جو چھاچھ اور جو کے دلیہ سے بنائی جاتی ہے اسے دودھ یا چھاچھ ڈال کر پیتے ہیں سبزی' دال' کبھی کبھار گوشت اور موٹی روٹی عمومی غذا ہے شادی بیاہ کے موقعہ پر یا مہمانداری کے لئے چاول کا شکرانہ' گوشت روٹی پکائی جاتی ہیں۔ روزمرہ کی ضروریات کے لئے گڑ کا استعمال بھی عام ہوتا ہے اب نئے حالات اور روشنی سے متاثر ہو کر نئی غذائیں بھی پکائی جاتی ہیں۔

بیاہ شادی

میوات کے میوؤں میں کم عمری میں شادی کرنے کا رواج عام ہے رشتے آپس میں گوت پہچان کر کئے جاتے ہیں اگر ایک گوت میں لڑکی دی گئی ہے تو اس گوت سے لڑکی نہیں لی جاتی۔ اگر غلطی سے کہیں معاملہ الٹ پلٹ ہو جائے تو اس سے برادری میں ایک ہیجان برپا ہو جاتا ہے اور بسا اوقات گوتوں اور پالوں میں لڑائی کا سبب بن جاتا ہے اپنے کنبہ یا گاؤں میں ہرگز شادی نہیں ہوسکتی تھی۔ میوات میں طلاق کا رواج بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں کسی دوسرے مرد سے شادی کرے تو اسے بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور جیوتے کی مانگ کہا جاتا ہے جیوتے کی مانگ پر بڑی برادری پنچائتیں ہونے لگتی ہیں اور اگر برادری اس نئی شادی کو تسلیم کرے تو ایسی صورت میں نئے خاوند کو بہت سا روپیہ دینا پڑتا ہے جسے میواتی میں جھگڑا کہتے ہیں۔

شادی کی تاریخ عموماً" ایک ڈیڑھ ماہ پہلے مقرر کی جاتی ہے جس کی باقاعدہ چٹھی برادری کی طرف سے نائی' میراثی یا مصر (برہمن) لے کر جاتا ہے اس کو بیاہ آنا کہتے ہیں اس چٹھی کے آنے پر برادری (کنبہ والے) جمع ہو کر اسے پڑھتے ہیں اور پھر چاول وغیرہ سے دعوت کی جاتی ہے اس کے چند دن بعد تیل یا لگن آتا ہے جو اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے ان مراحل کے طے ہونے کے بعد بارات بڑی شان سے رتھ بہلی' رہلوں' گاڑیوں اور گھوڑیوں پر چڑھ کر جاتی ہے بعض اوقات باراتیوں کی تعداد ہزاروں سے بھی تجاوز کر جاتی ہے یہ بارات لڑکی والے کے گھر تین دن ٹھہرتی ہے مگر یہ رواج اب عموماً" متروک ہوچکا ہے باراتوں میں تفریح طبع کے لئے باجا' بنسری' میراثی' ناچ' ڈھولہ اور آتش بازی وغیرہ بھی لے جاتے ہیں۔

میو رواج کے مطابق لڑکیوں کو زمین کا حصہ نہیں دیا جاتا۔ ان کو زیور' سامان' روپیہ وغیرہ دیا جاتا ہے روپیہ دھڑیوں کی شکل میں بھی دیا جاتا ہے مگر اپنی اپنی بساط کے مطابق بعض منچلے

اپنے سدھی یا دولہا کو روپیوں سے تولتے ہیں۔ بارات کی وداع کے موقعہ پر ملی کی جاتی ہے جسے نیک کہتے ہیں اس موقعہ پر حسب استطاعت بیٹا والا گاؤں کی مسجد یا دینی مدرسے وغیرہ کے لئے سامان، رقم، گھڑی، پنکھا، صف وغیرہ یا نقدی وغیرہ دیتا ہے اور بیٹی والے نے جو کچھ دینا ہوتا ہے وہ بھی برادری کے سامنے بیٹے والے کو دیتا ہے شادی کے بعد چالنے کی رسم ہوتی ہے شادی کے بعد اگر سدھی (بیٹے والا) سدھی (بیٹی والے) سے ملنے جائے تو اس کو ماندھا جگانا کہتے ہیں شادی کے موقعہ پر میراثیوں کو بھی بڑے بڑے دان دیئے جاتے ہیں کئی لوگ اونٹ، گھوڑے اور باونیاں دیتے ہیں۔

میو معاشرہ کی اصطلاحات

میو معاشرہ میں حسب ذیل اصطلاحات عام طور پر مستعمل ہیں۔

سگائی = منگنی کو کہتے ہیں یہ رسم بیٹی والے کی طرف سے سرانجام دی جاتی ہے۔

بیاہ = شادی یا شادی کے پیغام کا نام ہے یہ پیغام بھی بیٹی والے کی طرف سے ہوتا ہے۔

تیل یا لگن = شادی کے پیغام کے بعد بیٹی والے کی طرف سے نائی یا میراثی بیٹا والے کے گھر تیل لے کر جاتا ہے اس رسم کے بعد شادی کا یقینی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

اگوانی = بارات کے استقبال کو کہتے ہیں۔

کھیت یا گوروا = جس جگہ بارات کا استقبال کیا جاتا ہے اسے کھیت یا گوروا کہتے ہیں وہاں پر بیٹی والے کی طرف سے حسب حیثیت بیٹے والے کو روپے دیئے جاتے ہیں۔

باروٹی = بارات جب روٹی کھانے بیٹی والے کے گھر جاتی ہے تو اس وقت یہ نیگ ہوتا ہے۔

تورن = گھوڑے پر سوار دولہا کا بیٹی والے کے گھر کے دروازہ پر لگائی گئی لکڑی کو لکڑی مار کر توڑنا ہے۔

نکاح = نکاح شرعی کو کہتے ہیں۔

قاضی = نکاح خواہ یعنی نکاح پڑھانے والے کو کہتے ہیں۔

آرتہ منجھری = بارات جب کھانا کھانے آتی ہے تو دلہن کی پھوپھی بیگموہ لے کر کھڑی ہوتی ہے بیٹے والے اس میں بطور دان اس بیگھڑ میں روپیہ یا زیور ڈالتے ہیں۔

بری۔ ٹوکری = دلہن کے کپڑوں اور سنگھار کے سامان کو کہتے ہیں۔

بڈھار = بارات کے آنے اور جانے کے درمیانی دن کو کہتے ہیں اس میں کچھ نیگ ہوتے ہیں۔
نیگ = مختلف کارندوں' کمیوں کو ان کا حق خدمت دینا۔
ملنی۔ لیک = بوقت وداع بارات برادری اور بارات کا لین دین کیلئے یکجا بیٹھنا۔
نوتہ = شادی والے کو بطور امداد (قرضہ حسنہ) کے کچھ روپیہ دینا۔ جو دینے والے کو اس کو لڑکی یا لڑکے کی شادی کے موقعہ پر بمعہ کچھ زائد رقم کے واپس کیا جاتا ہے۔
کنھیا دان = لڑکی کو دان دینا جو واپس نہیں ہوتا۔
چاک پوجنا = شادی کے وقت عورتیں اپنے کمہار کے ہاں سے برتن وغیرہ لینے گاتی ہوئی جاتی ہیں اور کمہار کو اس کا نیگ دے کر برتن لاتی ہیں۔
کوڑا بھرنا = دلہن آنے پر اس کی دعوت کے لئے چاول پکائے جاتے ہیں برادری کی عورتیں اس دعوت میں شامل ہو کر دلہن کو منہ دکھائی میں روپے دیتی ہیں۔
سلام = دولہا روانگی سے قبل سسرال کے گھر جاتا ہے تو عورتیں اس کو نذرانہ دیتی ہیں۔
بھینٹ = نذرانے کو کہتے ہیں۔
باکینے گھرائی = دلہن جب دولہا کے گھر آتی ہے تو اس وقت دولہا کی بہن دروازہ روک کر نیگ لیتی ہے۔
جوا گھرائی = دلہن جب باپ کے گھر سے رخصت ہوتی ہے تو دلہن کی پھوپھی سواری کو روک کر اپنا نیگ وصول کرتی ہے۔
سمودلہ = دولہا اور دلہن کی والدائیں جب آپس میں ملتی ہیں اور لین دین کرتی ہیں۔
گود = دلہن جب دلہا کے گھر پہنچتی ہے تو دولہا کا چھوٹا بھائی (دیور) اس کی گود میں بیٹھتا ہے اور اپنا نیگ وصول کرتا ہے۔
بھات = دولہا یا دلہن کے ماموں' نانا یا ان کے قریبی رشتہ دار بطور دان کے کپڑے' زیور اور نقد روپیہ حسب استطاعت دیتے ہیں۔
بنوارہ = دولہا دلہن کو چار سہاگن عورتیں اوبٹنا لگاتی ہیں اس کو نہلاتی ہیں اچھا کھانا کھلاتی ہیں اور گلی محلہ میں گاتی ہوئی اسے پھراتی ہیں۔
کھوڑیا = جب بارات بیاہنے چلی جاتی ہے تو اس کے بعد عورتیں رات کو جاگ کر گاتی اور ناچتی ہیں۔

چھٹی = عقیقہ کو کہتے ہیں جو لڑکے یا لڑکی کی پیدائش کے چھ دن بعد کھانا پکا کر کھلانے کو کہتے ہیں۔

چھوچک = بچے کے ماما' نانا لڑکے کی پیدائش پر کپڑے' زیور اور نقدی کی صورت میں دان دیتے ہیں۔

بھاتی = بھات ڈالنے والوں کو کہتے ہیں جو عموماً" لڑکے یا لڑکی کے ماموں نانا ہوتے ہیں۔

کوتل = چاول کی بھری ڈھومری (مٹی کا برتن) کو کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا روایات عموماً" متروک ہو چکے ہیں صرف چند باقی ہیں البتہ اب سے کافی عرصہ پہلے یہ روایات عام تھیں۔

تعلیم

میوات میں تعلیمی حالت عموماً" ناگفتہ بہ رہی ہے۔ جس کی کئی وجوہات ہیں۔ خصوصاً" ایک عرصہ تک دیہات میں سکولوں کا قائم نہ ہونا۔ عام آبادی کو تعلیم کی راغب نہ کرنا۔ والدین کا عموماً" تعلیم سے مجموعی طور پر نابلد ہونا اسکے علاوہ بھی متعدد وجوہات کی بنا پر میوات میں تعلیم عام نہ تھی۔

1921ء سے قبل پورے علاقہ میں کوئی ہائی سکول نہ تھا مڈل سکولوں کی تعداد بھی انگلیوں پر گنے جانے تک محدود تھی 1921ء میں برین میو ہائی سکول نوح کے قیام کے بعد تعلیمی میدان میں قدرے ترقی ہوئی مگر پھر بھی مجموعی طور پر کوئی حوصلہ افزا اضافہ نہ ہو سکا۔ ماسوائے چند افراد کے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی تعلیم کے معاملہ میں والدین کی عدم دلچسپی کے سلسلہ میں چودھری محمد علی مرحوم ہیڈ ماسٹر برین میو ہائی سکول نوح کی نظم کا ایک شعر بزبان میواتی ابھی تک یاد ہے۔

آٹھ تاولی سی بھگ جا منشی آ نہ جائے

ڈھورن نے ہونی لے جا کاکا تیرو جہاں ہے

میوؤں میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے سلسلہ میں یہ امر بھی کمی کا باعث رہا ہے کہ کسی بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ فرد کو اچھی ملازمت نہ مل سکی سارے علاقہ میں کوئی پی۔ سی۔ ایس عہدہ کا کوئی افسر نہ تھا۔

میوات میں ضلع گورگانوہ کی حد تک میوؤں میں صرف تین وکیل چودھری محمد یاسین خان

صاحب مرحوم، چودھری محمد یونس خان صاحب مرحوم بیسروی اور چودھری عبدالرشید صاحب باندھولی تھے۔ بہرکیف بریں میو ہائی سکول نوح کے قیام کے بعد تعلیمی میدان میں خاطر خواہ اضافہ شروع ہو گیا تھا۔

پندرھواں باب

میو قوم اور اسلام

برصغیر ہند و پاکستان میں میو قوم آج بالعموم مسلمان ہے۔ البتہ دوسرے ممالک کے بارہ میں واضح معلومات نہ ہونیکی وجہ سے ان کے مذہبی عقیدے کے بارہ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ برصغیر ہند و پاکستان میں میو قوم کی اسلام سے وابستگی کی داستان بہت طویل ہے۔ جو صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے کیونکہ من حیث القوم یہ قوم کسی ایک وقت میں دائرہ اسلام میں شامل نہیں ہوئی بلکہ مختلف ادوار میں گروہوں کی صورت میں داخل اسلام ہوتی رہی ہے۔ تاریخی روایات' تہذیب' زبان اور کلچر کی مطابقت سے یہ پایا جاتا ہے کہ پہلی صدی ہجری میں میووں کی آبادی بھانہ (تھن گدھ) سے لے کر سندھ میں ساحل سمندر تک پھیلی ہوئی تھی۔ تاریخ فتوح البلدان میں سندھ میں آباد دو قوموں کا ذکر آیا ہے جن میں زط (جٹ) مید (میو) کی اکثریت تھی اسکے علاوہ بھی دوسری چھتری اقوام اسی علاقہ میں آباد تھیں مگر انہی دو قوموں نے معتصم باللہ کے حکام اور محمد بن قاسم کے ساتھ لڑائیاں لڑی تھیں۔

مسلم حکمرانوں کا مقصد محض ملکی فتوحات حاصل کرنا نہ تھا بلکہ ایک بڑا مقصد اشاعت اسلام تھا۔ تاریخی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ سندھ میں مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کے دوران میو قوم کے چند قبیلے اسلام لے آئے تھے اور محمد بن قاسم کی فوج کا حصہ بن گئے تھے جبکہ اس سے قبل ساری قوم بدھ مذہب کی پیرو تھی۔

محمد بن قاسم کے حملے سے کافی عرصہ قبل میو قوم کا ایک گروہ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت میں مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور طائف کے گردو نواح میں موجود تھا مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا اس قوم کا یہ سب سے پہلا گروہ تھا جو مسلمان ہوا۔

عہد فاروقی میں سندھ کی پہلی مہم میں عثمان ابن ابی العاص نے 15 ھ میں اپنے بھائی مغیرہ بن ابی العاص کو دیبل (سندھ) کی جانب روانہ کیا جو کامیاب واپس لوٹا۔ گویا وفات نبوی کے چار سال بعد صحابہ کرام اسلام کی دولت لے کر ہندوستان تشریف لائے اور میو قوم اسلام کی آغوش میں داخل ہونی شروع ہوئی اگرچہ یہ تعداد فردا" فردا" اور معمولی تھی مگر اسلامی دنیا کی طرف میو قوم کا دوسرا گروہ تھا۔

مغیرہ بن ابی العاص کے عہد فاروقی میں پھر کسی مہم کا جو سندھ روانہ کی گئی ہو تاریخ سے پتہ نہیں چلتا۔ البتہ عہد فاروقی میں جب عربوں نے فارس پر حملہ کیا انکی لگاتار فتوحات نے ملک ایران میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا آخری شاہ ایران یزدجر دارالخلافہ چھوڑ کر اصفہان بھاگ گیا اور اپنی فوج کو جس میں جاٹ اور میو بھی شامل تھے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے اہواز روانہ کر دیا۔

جاٹ اور میو قومیں ملک فارس میں ہندوستان سے ہندو مذہب اور ہندو قومیت کی بداعتدالیوں کی وجہ سے جلا وطن ہو کر آئی تھیں اور ناچار پارسی بادشاہوں کی فوج میں بھرتی تھیں انہوں نے مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے کلپانہ نامی جگہ پر ٹھہرنے کو ترجیح دی۔ بالاخر مسلمان فوج اور ایرانی فوج میں ایک صلح نامہ کے تحت صلح ہو گئی اسطرح سے ایرانی فوج میں شامل جٹ اور میو اسلام میں داخل ہو گئے اور یہ میو قوم کا تیسرا گروہ تھا جو دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔

حضرت معاویہ کے عہد 44 ھ میں مہلب ابن ابی مغیرہ نے ہندوستان کا رخ کیا اور بتوں پر فوج کشی کی جو سندھ میں واقع تھا حضرت مہلب نے دریا سندھ عبور کر کے ملتان تک کا علاقہ فتح کیا ملتان اور اسکے گرد و نواح میں اس وقت میو قوم کی آبادیاں تھیں مسلمان فوج کی بہادری اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر میوؤں کی اکثریت اسلام کے زیر سایہ آ گئی۔

حجاج بن یوسف کے زمانہ میں سندھ کے بحری قزاقوں نے سراندیپ کے راجہ کی جانب سے بھیجے جانے جہازوں کو جن میں خلیفہ وقت کے لیے تحائف کے علاوہ مسلمان مرد عورتیں اور بچے بھی تھے دیبل کی بندرگاہ پر لوٹ لیا حجاج بن یوسف کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے راجہ داہر کو جو کہ اس وقت دیبل کا حکمران تھا پیغام بھجوایا کہ وہ لوٹا ہوا سامان اور مسافروں کو بحفاظت واپس کر دے مگر راجہ داہر نے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی چنانچہ حضرت حجاج بن یوسف نے حضرت محمد بن قاسم کی سرکردگی میں ایک فوجی مہم راجہ داہر کی سرکوبی اور مغویان کی آزادی کے لیے دیبل روانہ کی۔ اس مہم میں راجہ داہر کو شکست ہوئی اور 93 ھ میں دیبل فتح ہو گیا۔ راجہ داہر میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

محمد بن قاسم کی پے در پے فتوحات اسکے حسن اخلاق اور اسکی فتحمند حشمت کو بھانپ کر میو قوم اسکی حلیف اور مددگار ہو گئی کچھ اسلام قبول کر کے اسکے ساتھی ہو گئے اور کچھ اپنے قدیم مذہب بدھ مت پر قائم رہ کر اسکی حمایت پر کمربستہ ہو گئے۔

مغیرہ بن ابی العاص کے عہد فاروقی میں پھر کسی مہم کا جو سندھ روانہ کی گئی ہو تاریخ سے پتہ نہیں چلتا۔ البتہ عہد فاروقی میں جب عربوں نے فارس پر حملہ کیا انکی لگاتار فتوحات نے ملک ایران میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا آخری شاہ ایران یزدجر دارالخلافہ چھوڑ کر اصفہان بھاگ گیا اور اپنی فوج کو جس میں جاٹ اور میو بھی شامل تھے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے اہواز روانہ کر دیا۔

جاٹ اور میو قومیں ملک فارس میں ہندوستان سے ہندو مذہب اور ہندو قومیت کی بداعتدالیوں کی وجہ سے جلا وطن ہو کر آئی تھیں اور ناچار پارسی بادشاہوں کی فوج میں بھرتی تھیں انہوں نے مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے گلپانہ نامی جگہ پر ٹھہرنے کو ترجیح دی۔ بالاخر مسلمان فوج اور ایرانی فوج میں ایک صلح نامہ کے تحت صلح ہو گئی اسطرح سے ایرانی فوج میں شامل جٹ اور میو اسلام میں داخل ہو گئے اور یہ میو قوم کا تیسرا گروہ تھا جو دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔

حضرت معاویہ کے عہد 44 ھ میں مہلب ابن ابی مغیرہ نے ہندوستان کا رخ کیا اور بتوں پر فوج کشی کی جو سندھ میں واقع تھا حضرت مہلب نے دریا سندھ عبور کر کے ملتان تک کا علاقہ فتح کیا ملتان اور اسکے گرد و نواح میں اس وقت میو قوم کی آبادیاں تھیں مسلمان فوج کی بہادری اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر میوؤں کی اکثریت اسلام کے زیر سایہ آ گئی۔

حجاج بن یوسف کے زمانہ میں سندھ کے بحری قزاقوں نے سراندیپ کے راجہ کی جانب سے بھیجے جانے جہازوں کو جن میں خلیفہ وقت کے لیے تحائف کے علاوہ مسلمان مرد عورتیں اور بچے بھی تھے دیبل کی بندرگاہ پر لوٹ لیا حجاج بن یوسف کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے راجہ داہر کو جو کہ اس وقت دیبل کا حکمران تھا پیغام بھجوایا کہ وہ لوٹا ہوا سامان اور مسافروں کو بحفاظت واپس کر دے مگر راجہ داہر نے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی چنانچہ حضرت حجاج بن یوسف نے حضرت محمد بن قاسم کی سرکردگی میں ایک فوجی مہم راجہ داہر کی سرکوبی اور مغویان کی آزادی کے لیے دیبل روانہ کی۔ اس مہم میں راجہ داہر کو شکست ہوئی اور 93 ھ میں دیبل فتح ہو گیا۔ راجہ داہر میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

محمد بن قاسم کی پے در پے فتوحات اسکے حسن اخلاق اور اسکی نتمند حشمت کو بھانپ کر میو قوم اسکی حلیف اور مددگار ہو گئی کچھ اسلام قبول کر کے اسکے ساتھی ہو گئے اور کچھ اپنے قدیم مذہب بدھ مت پر قائم رہ کر اسکی حمایت پر کمربستہ ہو گئے۔

میں تیج پال کو شکست ہوئی اور اس نے راہ فرار اختیار کی اور تجارہ میں جا کر چھپ گیا بالآخر اسے تجارہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ تیج پال کو سخت ترین عذابوں میں مبتلا کرنے کا ارادہ تھا مگر اس نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ جس کا اسلامی نام جلال خان خانہ زاد رکھا تیج پال کے بارہ میں بتایا جاتا ہے کہ وہ تومر نسل میو تھا اور اس کا تعلق دلی کے تومر تخت سے تھا تومر نسل کے تعلق رکھنے والی پالیں اس وقت کی مسلمان شدہ ہیں۔

میوات میں اسلام کے مراکز نارنول' ریواڑی اور تجارہ رہے ہیں جہان قدیم زمانہ کی بے شمار مساجد' مقابر اور خانقاہیں موجود ہیں تجارہ میں سادات خاندان بھی پرانے زمانہ سے پایا جاتا ہے ہوسکتا ہے یہ لوگ سپہ سالار مسعود غازی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہوں۔ سادات کی آبادی میوات کے دوسرے مقامات پنگواں' ساکرس' ہوڈل' دوتانہ' بیواں اور بیسرو غیرہ میں بھی ملتی ہے یہ لوگ زمانہ قدیم سے میوؤں کی مذہبی رہنمائی کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ میوات میں ان لوگوں کو قاضی کہتے ہیں۔ نکاح خوانی' میت کو دفن کرنا وغیرہ شرعی امور میں ان کا عمل دخل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ جن کو اہل میوات خواجہ صاحب کہتے ہیں عوام آپ کو بے حد مقدس اور بزرگ ہستی مانتے ہیں۔ راجستھان اور میوات کے علاقہ میں اسلام کی اشاعت میں جو حصہ آپ کا ہے وہ اور کسی بزرگ کا نہیں ہے۔ خواجہ صاحبؒ جس وقت ہندوستان میں رونق افروز ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سندھ' سواحل بنگال اور ملیبار وغیرہ میں اسلام پھیل چکا تھا بہت سے مہاراجگان سندھ مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے مگر اندرون ہند بالخصوص راجپوتانہ جس میں میوات شامل ہے سنٹرل انڈیا (مالوہ) وغیرہ ضیائے اسلام سے محروم تھا بلکہ ہندوؤں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کردیا جائے۔ مسلمانوں پر ہر قسم کی زیادتیاں کی جاتی تھیں سندھ کے نو مسلم والیان ریاست ہندوؤں کے نرغے میں تھے جس کی وجہ سے سلطان شہاب الدین غوری کو مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ہندوستان پر حملہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ وہ پے در پے حملے کرتا تھا مگر شکست کھا کر واپس چلا جاتا تھا۔

585ھ میں جب شہاب الدین نے ہندوستان پر حملہ کیا اس وقت خواجہ صاحب دلی میں تشریف فرما تھے۔ حضرت نے پرتھوی راج کے بتکدے اور محل کے درمیان بستر لگا دیا۔ پھر کیا تھا تمام ہندوستان میں شور مچ گیا ہر چند کوشش کی گئی کہ آپ کو دلی سے نکال دیا جائے مگر تمام

کوشش بے سود اور بیکار ہوئیں کیونکہ جو شخص بھی آپ کو نکالنے یا قتل کرنے کے ارادہ سے آتا تھا آپ کے اخلاق اور روحانیت سے متاثر ہو کر آپ کے قدموں میں گر کر صدق دل سے حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا تھا چنانچہ سینکڑوں ہندو اور راجپوت مسلمان ہوگئے۔ پرتھوی راج اور شہاب الدین کی لڑائی تراوڑی کے میدان میں شوال 588ھ کی آخری تاریخوں میں ہوئی۔ شہاب الدین نے پرتھوی راج کے ٹڈی دل لشکر کو شکست فاش دی۔ اس واقعہ کے بعد 589ھ میں خواجہ صاحب نے اجمیر کا رخ کیا۔ حضرت خواجہ صاحب کی روحانیت نے وہ کام کر دکھایا جو بادشاہوں سے نہ ہوسکا۔ چنانچہ دلی سے اجمیر تک سفر میں سینکڑوں کفار و مشرکین مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کی تبلیغ اسلام کا دائرہ دلی، اجمیر، راجپوتانہ کے اطراف تھے جہاں میوات آباد تھی جس کی وجہ سے میوات کے لوگوں میں حضرت خواجہ غریب نواز سے گہری عقیدت پائی جاتی ہے حضرت میراں سید حسین خنگ سوار اجمیر کے فرمانروا مقرر ہوئے۔ آپ نے تبلیغی مشن جاری رکھا۔

حضرت بدیع الدین عرف شاہ مدار نے بھی بعض میو گوتوں کو مسلمان کیا۔ جو مدار صاحب کو بہت مانتے ہیں اور مکن پور جا کر چڑھاوے چڑھاتے ہیں میوؤں کو مسلمان بنائے جانے کے سلسلہ میں جن بزرگوں کا نام لیا جاتا ہے ان میں سید ضمیر الدین صاحب پاڈوی میں مقیم تھے بتایا جاتا ہے کہ جادو میو آپ کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے۔ صوفی حمید الدین صاحب ناگوری کا ذکر خیر بھی بعض کتب میں ملتا ہے کہ آپ اجمیر اور میوات کے علاقہ میں تبلیغ اسلام کا کام کرتے رہے۔ خاندان تغلق نے ہندوستان بالخصوص میوات میں اشاعت اسلام کا کام کیا جس کا ثبوت اس زمانہ کے آثار سے ملتا ہے میوات میں زیادہ تر مساجد و مزارات اسی عہد کے تعمیر کردہ ہیں کوٹلہ جو میوات کی راجدھانی رہی ہے وہاں پر محمد شاہ تغلق کی تعمیر کردہ مسجد آج بھی موجود ہے بہادر خاں کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اسے فیروز شاہ تغلق نے مسلمان کیا تھا اور بہادر ناہر کا خطاب دیا تھا بہادر ناہر کی پوری اولاد جو خان جادو کے نام سے مشہور ہے مسلمان ہوگئی۔

سادات و لودھی دور میں بھی میوات میں اسلامی کام ہوا۔ میوات میں بہت سی تعمیرات اس زمانہ کی بھی پائی جاتی ہیں پنگواں، تجارہ، فیروز پور جھرکا وغیرہ میں بے شمار مزارات و مساجد اس دور کی موجود ہیں۔ مغل دور میں نمایاں اسلامی تبلیغی کاموں کا سلسلہ میوات میں نہیں تھا یہ صحیح ہے کہ بابر کے حملوں کے وقت میوا اسلام لا چکے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور

ان کے خاندان نے میوات میں کافی تبلیغی کام کیا۔ میوات کے میو اگرچہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر اس ضمن میں ان کی خاطر خواہ تربیت نہ ہو سکی۔ بلکہ آس پاس ہندو آبادی ہونے کی وجہ سے ان کے رہن سہن، لباس، رسومات وغیرہ میں کوئی خاص تبدیلی واقعہ نہیں ہوئی بلکہ بیشتر رسومات ہندوانہ ہی رہیں۔ حتی کہ اکثر نام بھی سابقہ ہندوانہ طرز کی غمازی کرتے رہے۔ مثلاً" چاند مل، سورجمل، بھاگمل، اڑ۔مل، گھنمل، دھن سنگھ، دھوپ سنگھ، شیر سنگھ، شمشیر سنگھ، دان سنگھ، مید سنگھ وغیرہ وغیرہ یہ سلسلہ اگرچہ آزادی ملک ہندو پاکستان تک ریاست الور کی حد تک کم و بیش موجود رہا البتہ ضلع گورگانوہ اور ریاست بھرت پور کے لوگوں میں ایک معقول حد تک کمی ہوگئی جس کی وجہ حصول تعلیم تھی جو کہ دینی اور سرکاری مدارس کی وجہ سے کافی حد تک اثر پذیر ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب مرحوم کا تبلیغی مشن جو آپ نے اس علاقہ میں جاری فرمایا اور میو قوم کو دین اسلام سے صحیح معنوں میں روشناس کردیا خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حضرت جی نے گاؤں در گاؤں پھر کر تبلیغی کام کو جس محنت اور لگن سے جاری کیا یہ حضرت جی کا میو قوم پر ایک بہت بڑا احسان ہے آپ نے گاؤں میں نہ صرف دینی مدارس قائم کرائے بلکہ لوگوں کو تبلیغی مشن میں شامل کر کے مبلغین کی ایک بڑی تعداد پیدا کی جس سے عام لوگوں میں دین سے رغبت پیدا ہوئی جس کی وجہ سے لوگوں کے رہن سہن، لباس، رسومات ناموں وغیرہ میں بہت بڑی تبدیلی واقعہ ہوئی۔ ہندوانہ ناموں کی بجائے اسلامی ناموں کا رواج عام ہوگیا۔ حضرت جی مرحوم کا یہ مشن آپ کے پسماندگان نے بھی جاری رکھا ہوا ہے اور اب تو یہ مشن نہ صرف ہندو پاکستان میں بلکہ ساری دنیا میں اس شدومد سے جاری و ساری ہے کہ جس کی کوئی مثال فی زمانہ نہیں ملتی۔ بہر کیف حضرت جی اور ان کے خاندان کی مسلسل جدوجہد اور اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے اب میو قوم میں ہزاروں کی تعداد میں بلند پایہ، علماء، مولوی، حافظ قرآن، قاری اور مبلغ موجود ہیں جو نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ممالک میں، تبلیغ دین کے لئے جاتے رہتے ہیں میواتیوں کا باہر کے لوگ حضرت جی کی نسبت سے بہت احترام کرتے ہیں۔

آزادی ہندو پاکستان اور 1947ء کا ہنگامہ

میوؤں کے تعلقات پڑوسی اقوام سے ہمیشہ خوشگوار رہے۔ ہندو مسلم کا رجحان کبھی پیدا

نہیں ہوا۔ جس کی بنا پر فرقہ وارانہ فسادات یا حملوں کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن بیرونی اثرات نے میوات و جٹھات کے ماحول کو مکمل طور پر خراب کردیا اور میوات کے ارد گرد ایسی فضا پیدا کردی گئی جس کے نتیجہ میں بڑی بڑی دھاڑیں بن کر میوات کے چاروں طرف سے حملہ آور ہوئیں۔ میوات کے گردو نواح میں عموماً" ہندو آبادی تھی اس کے علاوہ زیادہ تر آبادی دو ہندو ریاستوں الور و بھرت پور میں آباد تھی۔ مہا راجہ الور' الور تحریک جو میوؤں کی طرف سے مہا راجہ کے خلاف چلائی گئی تھی اور مہا راجہ بھرت پور پر جا پرشد کی تحریک کی وجہ سے میوؤں سے نالاں تھے اور اس موقعہ کی تلاش میں تھے کہ کسی طرح سے ان تحریکوں کا انتقام میو قوم سے لیا جاوے۔ چنانچہ ملکی حالات نے انہیں یہ موقعہ فراہم کردیا اور اسی موقعہ سے ہر دو ریاستوں کے حکمرانوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اس کے علاوہ بھی مہا راجگان ہند عام طور پر اور مہا راجگان الور اور بھرت پور' جے پور' پٹیالہ' نابھہ خاص طور پر آزادی کے حق میں نہ تھے بلکہ ان کی خواہش تھی کہ برطانیہ کی حکومت قائم و دائم رہے۔

گڑھ گنگا کے فساد کے بعد میوات کی سرحد پر فساد کی ابتداء قصبہ ہوڈل سے ہوئی جہاں اکثریتی طبقہ ہندوؤں نے مسلم کنجڑے' قصائی' منہار' تیلی اور بھٹیارے وغیرہ محض مسلمان ہونے کی بناء پر قتل کر دیئے گئے اور ان کے گھر جلا دیئے گئے۔ متاثرین اگرچہ میو نہ تھے لیکن جذباتی طور پر اس کا رد عمل میوات میں یہی ہونا چاہئے تھا کہ میو' میوات کے قصبات پونہ ہانہ' پیگواں وغیرہ میں غیر مسلم دوکانداروں کو قتل کردیتے اور ان کے مکانوں کو لوٹ لیتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس واقعہ کے بعد جاٹ اور میوؤں کی مشترکہ پنچائتیں بچھور اور سوندھ میں ہوئیں اور یہ طے پایا کہ فرقہ واریت کی روک تھام کی جائے اور غنڈہ گردی کو روکا جاوے۔ مگر یہ پنچائتیں اپنے فیصلوں کو نافذ کرانے میں ناکام رہیں۔ مہا راجہ بھرت پور کی فوج نے از سر نو ایک نیا محاذ کھولدیا اور لوگانواں گاؤں پر حملہ کردیا۔ میوات کے شمال مشرقی جٹھات کی ایک بڑی دھاڑنے نیم کا' اندانہ' بچھور' نئی' داڑھ کا وغیرہ دیہات میں آگ لگا دی۔ جس کے جواب میں مواضعات بیسرو سنگار' آلی میو اور ان کے ملحقہ دیہات نے حملہ آور ہو کر شمالی سرحد پر واقعہ جاٹوں کے دیہات برحق آلی' بہین' نانگل اور سوندھ وغیرہ جلا دیئے۔

مہا راجہ بھرت پور چونکہ جاٹ تھا اس لئے انتقاماً" اس کی فوج کے جوانوں نے اندھا دھند گولیاں برسا کر میوؤں کو مار مار کر ریاست سے نکال دیا ان کے گھر بار لوٹ لئے اور گاؤں جلا

دیئے۔ اس سفاکانہ درندگی کے نتیجہ میں بھرت پور کی میوات خالی ہو کر گورگانوہ اور ریاست الور کے علاقہ میں پناہ گزین ہوئی۔ ریاست بھرت پور کے بعد ریاست الور میں بھی مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ یہاں مار دھاڑ کا سلسلہ تجارہ سے شروع ہوا تھا ریاست الور میں قتل و غارت گری کے علاوہ جبری ہندو بنانے کا طریقہ بھی اختیار کیا گیا۔ مہاراجگان' الور و جے پور کی فوجوں نے منڈاور' تجارہ' ٹپوکڑہ کے تمام علاقہ جات میں لوٹ مار' قتل و غارت گری مچا رکھی تھی اس وجہ سے ان علاقہ جات کی ساری مسلم آبادی فیروز پور جھرکا' تاؤڑو' اور ریواڑی میں آگئی۔ ریاستی فوجوں نے اس پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ کئی مقامات پر اندھا دھند فائرنگ کرکے ہزاروں مرد' عورت بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ اس سلسلہ کے دو واقعات بہت مشہور ہیں ایک گوندھان کی پہاڑی کی فائرنگ جہاں نہتے لوگوں پر گولیاں برسائی گئیں اور دوسرا فیروز پور جھرکا کے مقام پر عین پہاڑ کے دامن میں جہاں ہزاروں اجڑے ہوئے لوگ اپنے بال بچوں سمیت پناہ گزین تھے تحصیل پلول کے علاقہ حسن پور کے میو نگلے بھی تس نہس کردیئے گئے جہاں قتل اور اغواء کے بدترین واقعات رونما ہوئے۔ گھاسیڑہ اور ریواسن وغیرہ مواضعات کو جلا دیا گیا۔ تاکہ سارے علاقہ میں چاروں طرف بھگدڑ مچی رہے۔ ریاستی فوجوں اور ہندو غنڈوں کو یہی فکر دامن گیر تھی کہ میوات کو ہر قیمت پر پاکستان دھکیل دیا جائے۔ چنانچہ فرضی ملٹری کا سلسلہ چلایا گیا۔ غنڈہ اور فرقہ واریت عناصر کو فوجی لباس اور جیپیں فراہم کی گئیں تاکہ وہ لوگوں کو گھروں یا کیمپوں سے نکال دیں اس فرضی ملٹری نے متعدد مقامات پر شرانگیزیاں کیں اور ڈاکے ڈالے موضع ہمن نگر کا ڈاکہ مشہور واقع ہے ریاستی فوج نے موضع سدراوٹ میں جماعت پر گولیاں برسائیں اور دوہا گاؤں پر حملہ کیا۔ ان حالات سے پریشان ہو کر ریاست الور و بھرت پور کی میو آبادی قصبہ سہنہ کے کیمپ میں اور کچھ دلی کے کیمپوں جا مقیم ہوئی۔

اس ضمن میں یہ بات انتہائی قابل تعریف ہے کہ اس دوران اندرون میوات کسی بھی ہندو یا برہمن کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ ان کے مال و اسباب بالکل محفوظ رہے یہ لوگ آج بھی اس بات کو مانتے ہیں پولیس کا رویہ انتہائی مستبدانہ تھا لوگوں کے ساتھ مارپیٹ' لوٹ اور رشوت ستانی کے سنگین واقعات ہوئے اور ایک ایسا ماحول پیدا کیا گیا کہ لوگ انتہائی غلامانہ ذہنیت کے حامل بن کر رہیں یا تنگ آکر پاکستان چلے جائیں۔ ہندوؤں کی یہ پالیسی کامیاب رہی جس کے نتیجہ میں میوات کی بیشتر آبادی نے اپنے آبائی وطن میوات کو جہاں ہزارہا سال سے

آباد تھی بامر مجبوری خیرباد کہا اور پاکستان کا رخ کیا۔ مگر اس کے باوجود میوات میں اب بھی قریباً 7/8 لاکھ میو موجود ہیں جن کی اکثریت ضلع گوڑگانوہ کی تحصیل نوح اور فیروز پور جھرکا کے دیہات میں آباد ہے ریاست الور اور بھرت پور میں بھی میوؤں کی بستیاں ہیں مگر نسبتاً" بہت کم۔ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب" مرحوم کا تبلیغی مشن اسی علاقہ میں پوری لگن اور شدومد سے کام کر رہا ہے جس کی وجہ سے ہندوؤں کی وہ خواہش کہ ان لوگوں کو کسی مرحلہ میں ہندو مذہب میں شامل کرلیا جائے گا پوری نہ ہوسکی اور انشاءاللہ ہی آئندہ پوری ہوسکے گی۔ آمین ثم آمین

1947ء کے فسادات کے سلسلہ میں دو اہم واقعات جن کا علم ماسوائے چند افراد کے عام لوگوں کو نہیں ہے اس لئے عام لوگوں کی واقفیت کے لئے ان واقعات کا ذکر ضروری ہے۔ پہلے واقعہ کا تعلق گڑھ گنگا کے فسادات سے ہے اس یک طرفہ فساد میں ہندو بلوائیوں اور غنڈوں نے گڑھ گنگا کے صدر کانگریس جو کہ ایک مسلمان رئیس تھا صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے نہ صرف قتل کردیا تھا بلکہ اس کی ایک جوان العمر لڑکی کو بھی اٹھا کر لے گئے تھے اس واقعہ کے کچھ دن بعد مواضعات بیسرو' سنگار اور ان کے ملحقہ دیہات میں یہ خبر بڑی شدت سے گرم ہوئی کہ گڑھ گنگا کے رئیس کی اغواء شدہ لڑکی موضع بھین کے راوت جاٹوں کے پاس ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا جانے لگا کہ چونکہ راوت جاٹوں کے ساتھ بیسرو اور سنگار والوں کا بھائی چارہ ہے اس لئے بیسرو اور سنگار والے اپ بھائی چارہ کی بنیاد پر بھین کے راوت جاٹوں سے وہ لڑکی حاصل کریں جب اس خبر نے شدت اختیار کی تو اس سلسلہ میں بیسرو میں ایک پنچایت ہوئی جس میں بیسرو سنگار اور نوگانیوں کے چیدہ چیدہ لوگوں نے شمولیت کی اور پنچایت میں یہ طے پایا کہ اگلے روز پنچایت میں سے چند منتخب شدہ حضرات موضع بھین جا کر اس سلسلہ میں ان کے سربر آورگان سے گفت و شنید کریں۔ چنانچہ اسی دن بذریعہ خاص آدمی بھین والوں کو اطلاع دی گئی کہ وہ کل کے لئے اپنے سربرآوردگان کو مطلع کردیں کہ بیسرو اور سنگار کے چودھریان کسی ضروری معاملے کے سلسلہ میں آپ لوگوں سے ملنے آرہے ہیں۔

چنانچہ اگلے دن بیسرو اور سنگار والوں کا منتخب شدہ وفد چوہدری مہتاب خان صاحب ایم ایل اے کی سرکردگی میں بھین پہنچا۔ جہاں پر راوت جاٹوں کے سرکردہ لوگ جمع تھے انہوں نے چودھری مہتاب خان اور اس کے ہمراہیوں کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی۔ کچھ دیر تک متفرق باتیں ہوتیں رہیں اور کھانے کا وقت ہوگیا۔ چوہدری

رادھے لال ذیلدار نے چوہدری مہتاب خان اور ان کے ساتھیوں کو کھانا کھانے کے لئے کہا۔ اس پر چوہدری مہتاب خان صاحب نے کہا کہ کھانا بعد میں کھائیں گے جس مقصد کے لئے ہم آئے ہیں پہلے اس سلسلہ میں گفتگو کرلی جائے۔ کافی ردو کد کے بعد کھانا کھانے سے قبل بات چیت کا آغاز چوہدری مہتاب خان صاحب نے اس طرح کہا کہ کہ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ گڑھ گنگا کے فسادات کے دوران وہاں کے رئیس کی اغواء شدہ لڑکی آپ کے کسی گاؤں میں بتلائی جاتی ہے چونکہ ہماری اور آپ کی بھائی بندی ہے ہمارے اوپر میو برادری کا دباؤ ہے کہ ہم برادرانہ تعلقات کی بنا پر وہ لڑکی حاصل کریں۔ چوہدری رادھے لال ذیلدار نے پہلے تو ہنسی مذاق میں بات کو ٹالنے کی کوشش کی اور بعد میں لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس پر چوہدری مہتاب خان نے جواباً" کہا کہ اگر واقعی لڑکی آپ کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے علم میں ہے تو ایسی صورت میں قسم دھرم سے ہماری تسلی کی جائے۔ اس پر چوہدری رادھے لال نے پھر ہنسی مذاق کا پہلو اختیار کرتے ہوئے کہا کہ گڑھ گنگا کے رئیس کا آپ لوگوں کے ساتھ بظاہر کوئی تعلق نہیں ہے اس جواب پر چوہدری مہتاب خاں کے رویہ میں قدرے ترشی آگئی اور کہا کہ آپ بات کو ٹالنے کی کوشش نہ کریں۔ گڑھ گنگا کا رئیس تو ہمارے دیس کا ہے اگر افریقہ کے مسلمان کی بیٹی بھی ہوتی تو تب بھی وہ ہماری بیٹی ہے اس لئے آپ یا تو لڑکی ہمارے حوالہ کردیں بصورت دیگر قسم دے کر ہماری تسلی کردیں۔

چوہدری رادھے لال نے قسم دینے سے اجتناب کیا جس پر چوہدری مہتاب خان نے کہا کہ آپ لوگوں نے دیرینہ بھائی چارہ کی لاج نہیں رکھی اس لئے آج ہم بھی اس بھائی چارہ کو ختم کرتے ہیں یہ کہہ کر اپنے ہمراہیوں کو لے کر بیسرو واپس آگئے۔ جہاں پر باہمی صلاح و مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ اگلی صبح سویرے جاٹوں کے ملحقہ دیہات پر حملہ کیا جاوے اور ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ فلاں فلاں گاؤں' جاٹوں کے فلاں فلاں دیہات پر حملہ آور ہوں گے اور اس کے مطابق علاقہ کے متعلقہ گاؤں کو راتوں رات مطلع کردیا گیا۔ چنانچہ اگلی صبح پروگرام کے مطابق حملے شروع ہوگئے۔ برہمن آلی اور بھین کو تو اسی روز پسپا کر کے آگ لگا دی گئی۔ جبکہ دوسرے دن تانگل کو بھی جلا دیا گیا۔ اس طرح سے راوت جاٹوں کے دو بڑے گاؤں بھین اور تانگل اور برہمنوں کا گاؤں برہمن آلی جو کہ میوات سے متصل تھے اور جن کا بھائی چارہ بیسرو اور سنگار والوں سے تھا گڑھ گنگا کے رئیس کی بیٹی کی عدم واپسی کے بھینٹ چڑھ گئے۔ دوسرا اہم واقعہ

ریاست الور سے متعلق ہے جبکہ ریاستی فوج میوؤں اور دیگر مسلمانوں کے دیہات پر متواتر حملہ آور ہو رہی تھی اور نہتے لوگوں کا نہ صرف قتل عام کر رہی تھی بلکہ ان کے رہائشی مکانات کو بھی نذر آتش کیا جارہا تھا تو اسکے تدارک کے لئے چوہدری مہتاب خان ایم ایل اے' چوہدری محمد یونس خان وکیل اور چوہدری نور محمد عرف نتھی نگینوی راؤ گجراج سنگھ آہیر تحصیل ریواڑی صدر کانگریس ضلع گورگانوہ کی وساطت سے پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند سے ملے اور انہیں ریاست الور سے متعلق حالات سے آگاہ کیا۔ وزیر اعظم نے انہیں سردار ولبھ بھائی پٹیل جو کہ وزیر داخلہ تھے کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ یہ وفد پٹیل صاحب سے ملا جس نے پہلے تو ان کا تمسخر اڑایا مگر بالآخر ریاست الور کے کمانڈر انچیف ٹھاکر بھوانی سنگھ جس کی سرکردگی میں سب کچھ ہو رہا تھا کے نام ایک دستی خط اس وفد کو دے دیا۔ جس کو لے کر چوہدری مہتاب خان' چوہدری محمد یونس خان اور چوہدری نور محمد عرف نتھی چھپتے چھپاتے آگ کا دریا عبور کر کے ٹھاکر بھوانی سنگھ کمانڈر انچیف کی رہائش گاہ پر پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اور رات کو کسی وقت ٹھاکر صاحب کی اپنے مشن سے واپسی پر ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو ٹھاکر صاحب نے کہا کہ چوہدری صاحب دراصل ہم اور آپ لوگ سب ایک ہی ہیں ایک وقت ایسا آیا تھا کہ آپ لوگ ہم سے بچھڑ گئے۔ اب ہم سے پھر دوبارہ ملنے کا وقت آگیا ہے جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ آپ کی برادری اپنا مذہب تبدیل کر کے یہاں رہ سکتی ہے اس پر چوہدری مہتاب خان نے بلا کسی جھجک اور ڈر خوف کے برملا کہا کہ ٹھاکر صاحب جب آپ لوگوں نے اپنی لڑکیوں کے رشتے مغل بادشاہوں کو دیئے تھے اس وقت مسلمانوں میں کیا خوبیاں تھیں جو اپنی لڑکیاں تک ان کو دے دیں اور ہم نے مسلمان ہونے کے باوجود انہیں لڑکی کا کوئی رشتہ طلب و تقاضہ کے باوجود نہیں دیا آج آپ کو مسلمانوں سے اتنی نفرت کیوں ہوگئی؟

چوہدری مہتاب خان صاحب کے اس سوال کا کوئی جواب ٹھاکر سے نہ بن پڑا بلکہ آگ بگولا ہوگیا۔ اگر چوہدری صاحبان پٹیل صاحب کی طرف سے بھیجے ہوئے نہ ہوتے تو عین ممکن ہے کہ ہر سہ صاحبان کو فوری طور پر اسی جگہ پر ختم کردیا جاتا مگر قرائن سے پتہ چل رہا تھا کہ ہر سہ صاحبان ریاست الور کی حدود سے صحیح سلامت نہ جاسکیں گے۔ بہرکیف ہر سہ صاحبان چھپتے چھپاتے ریاست الور کی حدود سے باہر نکلنے میں تو کامیاب ہوگئے۔ البتہ تحصیل فیروز پور جھرکا کی حدود میں داخل ہونے کے فوری بعد ہر سہ صاحبان کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا اور پھر جیل

سے ہی پاکستان روانہ کیا گیا۔

مذکورہ ہر دو واقعات کو بیان کرنے سے میرا مقصد کسی کی بیجا تعریف و توصیف کرنا نہیں ہے بلکہ ہر دو واقعات مبنی بر حقائق ہیں جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے اندر نہ صرف قومی جذبہ بلکہ اسلامی جذبہ بھی کس شدت کے ساتھ موجود تھا حالانکہ یہ لوگ عالم دین یا مولوی وغیرہ بھی نہ تھے۔

سولھواں باب

تحریک آزادی ہند 1857ء میں میو قوم کا کردار

تحریک آزادی ہند 1857ء کی ابتدا مئی 1857ء میں میرٹھ سے ہوئی یہ تحریک میرٹھ سے جلد ہی دلی پہنچ گئی اور یہاں سے میوات کے علاقہ الور تک پھیل گئی۔ میو قوم نے انگریزی فوج' پولیس اور پٹھوؤں کا جس مردانگی و بہادری سے مقابلہ کیا وہ قومی تاریخ کی لازوال داستان ہے۔

میوات کے علاقہ کو انگریز اور اس کے پٹھوؤں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا مختلف شہروں' قصبات اور دیہات میں ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی۔ الور اور بھرت پور کے مہاراجگان انگریز کے زبردست مددگار بن گئے جس کی وجہ سے میو مجاہدین کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اندرون میوات بہت سے غداروں کے علاوہ میو قوم کا ایک گوت جو خان جادو سے خان زادہ بن گیا تھا اور صدیوں غیر ملکی حکمرانوں کے سہارے تسلسل اقتدار میں رہنے کی وجہ سے خود فریبی اور احساس برتری کا شکار تھا میو مجاہدین کے لئے پریشانی کا باعث بنا رہا۔ بدقسمتی سے ان لوگوں کی آبادیاں میوات کے قصبات میں تھیں تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے سرکاری ملازمتوں میں بھی تھے یہ لوگ میو مجاہدین کی کمزوریوں سے انگریز افسران کو باخبر رکھتے تھے ان کی ریشہ دوانیوں سے 1857ء کی جدوجہد آزادی کے دوران اور اس کے بعد بھی میو قوم کا بھاری جانی و مالی نقصان ہوا۔

میو مجاہدین آزادی نے جیسے ہی میوات کے علاقہ میں علم جہاد بلند کیا۔ قیام امن کے بہانے سے ایک طرف انگریزی فوج میوات میں داخل ہوگئی اور دوسری طرف ریاستوں کے فوجی دستے مجاہدین آزادی کو کچلنے لگے۔ لیکن اس کے باوجود حریت پسند میو دیس کے غداروں اور غیر ملکی طاقت کا مقابلہ کرتے رہے۔ انہوں نے ہزاروں فرنگی اور نوادی تہ تیغ کئے۔ الور' دلی' دیواڑی اور متھرا کے درمیانہ علاقہ کو برطانوی تسلط سے آزاد کرانے میں بھرپور قربانیاں دیں۔ مجاہدین آزادی کی مہمات میوات کے موضع رائینہ' ناؤڑو اور ان کے مضافات' [illegible] اور اس کے مضافات' نوح اور اس کے مضافات' کوٹ' اٹاوڑ' روپڑاکا' فیروز پور جھرکا' دوہا' راولی' [illegible]' الور اور ان کے مضافات' نگینہ' ٹیگواں' پونہانہ' ہوڈل' مسوں' [illegible]' [illegible] تک پھیل گئی تھیں۔ جہاں سرگرم معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ میو مجاہدین نے انگریزی فوج اور پولیس کا

مقابلہ کیا۔ بعض مقامات پر ان مجاہدین کو دو طرفہ لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ مثلاً" تاؤڑو کے مقام پر وہ ایک طرف تو مہا راجہ جے پور کے فوجی دستہ اور انگریزی فوج کا مقابلہ کر رہے تھے جبکہ دوسری طرف راؤ تلا رام نمائندہ شہنشاہ بہادر شاہ ظفر اپنے انتظام کی بحالی کے بہانے ان کی سرکوبی میں مصروف تھا۔

نوح کے مقام پر انگریزی فوج کے علاقہ مقامی خانزادے بھی انگریز کی طرف داری میں میو مجاہدین سے لڑنے آگئے۔ رائینہ کے مقام پر بھی آس پاس کے دیہات کے لوگوں نے انگریز کی حمایت کی۔ وہاں میں مہا راجہ الور کے فوجی دستے سے نبرد آزما ہوئے اور مہا راجہ الور کی فوج کو مار بھگایا۔ 1857ء کی ہنگامہ آرائی کے دوران رائینہ' سوہنہ اور نوح میو مجاہدین کے خصوصی مراکز تھے جہاں حصول آزادی کے لئے مجاہدین نے طویل جنگیں لڑیں اور بھاری قربانیاں دیں۔
رائینہ **دھنگل** میوؤں کی آبادی ہے سوہنہ اور بھونڈسی کے قریب راولی پربت کے دامن میں واقع ہے اس موضع کے اردگرد عام طور پر ہندو راجپوتوں کی آبادی ہے۔ ہنگامہ آرائی کے دوران انگریزی فوج کا ایک دستہ انگریز افسر مسٹر کلیفورڈ کی کمان میں قیام امن کے بہانے کچھ ٹوڈی اور انگریز پرست لوگوں کی شکایت پر یہاں پر آگیا تھا۔ رائینہ اور آس پاس کے دیہات کے میو مجاہدین ان کا مقابلہ کیا۔ اس مقابلہ میں مسٹر کلیفورڈ مارے گئے اور انگریزی فوج کے کافی گوروں کو قابو کرلیا گیا۔ ان گورے فوجیوں کو بیلوں کی طرح گھانے میں جوڑ کر باڑ گھوائی گئی۔ جونہی اس واقعہ کی اطلاع مسٹر فورڈ کلکٹر گوڑگانوہ کو پہنچی اس نے ایک بھاری سپاہ آس پاس کے ٹوڈیوں کے ہمراہ موضع رائینہ بھیج دی۔ جہاں گھمسان کی لڑائی میں میو مجاہدین کے ہزاروں مجاہد شہید ہوگئے۔

تاریخی روایات کے مطابق میوات کے علاقہ میں نوح مجاہدین آزادی کی مہمات کا زبردست مرکز تھا۔ یہاں کافی دنوں تک مجاہدین اور انگریزی فوج و پولیس کے درمیان جنگ جاری رہی۔ اس لڑائی میں نوح' اوبر' شاہ پور ننگلی کے میو مجاہدین نے حصہ لیا تھا۔ قصبہ نوح میں خانزادگان کی آبادی بھی تھی جو انگریز فوج کا زبردست ساتھ دے رہے تھے۔ نوح کے مقام پر ایک انگریز افسر جس کا نام لکسن تھا قتل ہوا اور انگریزی ڈاک رسانی کا نظام جو راجپوتانہ اور انگریز سرکار کے درمیان قائم تھا درہم برہم کردیا گیا۔ یہاں پر خان زادے بڑی تعداد میں مارے گئے۔ جبکہ میو مجاہدین کے کافی مجاہد بھی کام آئے۔ نوح کے علاوہ موضع روپڑاکا میں بھی میو

مجاہدین آزادی کی سرگرمیوں کا اہم مرکز تھا۔ آس پاس کے دیہات نے روپڑاکا میں مورچہ قائم کر کے بتھین پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تھا کیونکہ اس وقت بتھین میں انگریز پرست راجپوت آباد تھے۔

انگریز افسران کو جب میو مجاہدین کے اس منصوبہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوری طور پر بتھین اور ہلول کو مجاہدین کی دست برد سے بچانے کے لئے فوجی دستے روپڑاکا روانہ کر دیئے۔ جہاں پر میو مجاہدین اور انگریزی فوج کے درمیان خون ریز معرکہ ہوا اور طرفین کے کافی آدمی مارے گئے۔ بالاخر انگریزی فوج مواضعات پچانکا' گوہ پور' چلی' مالپوری' روپڑاکا' کوٹ' اناوڑ' بیٹھاکا' کھلوکا' گولا کسر اور جھانڈہ کو زیر کرنے میں کامیاب ہو گئی اور ان گاؤں کو جلا دیا گیا۔ اس لڑائی میں میو مجاہدین کی کافی تعداد ماری گئی۔ اس جدوجہد آزادی میں میو قوم کا ساتھ کسی دوسری قوم نے نہیں دیا۔ میو مجاہدین کے پاس لاٹھیاں' برچھیاں' تلواریں اور محدود تعداد میں توڑے دار بندوقیں تھیں جو زیادہ عرصہ تک جدید اسلحہ سے لیس انگریزی فوج کا مقابلہ نہ کر سکے۔ بالاخر انگریزی فوج امن و امان قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

امن قائم ہونے جانے پر انگریز سرکار نے مواضعات دوہا تحصیل فیروز پور جھرکا' رائسنہ' ہریا ہیڑہ' ہر متھلہ' بائی کی' سانپ کی' نگلی تحصیل گوڑگانوہ اور نوح کے میو مالکان اراضی کے ساکنان حقوق بحق سرکار انگلشیہ ضبط کر لئے اور مواضعات نوح' شاہ پور نگلی اور اڈبر کے باون میو مجاہدین کو پھانسی کی سزا دی۔ یہ سزا ایک شخص خیر اللہ عرف کھیرا خان زادہ کی شکایت اور نشاندہی پر دی گئی تھی اور نوح کا مقام پر ہی دی گئی تھی۔ پھانسی پانے والوں میں سے سمیان چودھری اوجاگر خاں' شہامت خاں' وزیر خاں' جواہر خاں' دھن سنگھ' دھیو کے علاوہ دیگران کے ناموں کا پتہ نہ چل سکا۔ البتہ پھانسی پانے والوں پر موضع اڈبر کے چار' شاہ پور نگلی کے بارہ اور باقی نوح کے باشندے تھے۔

نوح کے ساکنان کی ضبط شدہ اراضی' خانزادگان نوح کو انگریز سرکار کی جانی و مالی امداد کے عوض بطور انعام دے دی گئی۔ جبکہ مواضعات رائسنہ' ہریا ہیڑہ' ہر متھلہ' بائی کی' سانپ کی' نگلی اور دوہا کی ضبط شدہ اراضیات نیلام کر دی گئی۔ ہندوستان کی ریاستوں کے بیشتر رئیسوں نے آزادی کے پروانوں کو محض اس لئے انگریز سے کچلوایا کہ ان کی ریاستیں قائم رہیں۔ کیونکہ قومی حکومت ان کے اقتدار کے لئے یقیناً" خطرناک ثابت ہو سکتی تھی جبکہ انگریز حکومت نے اپنے دور

حکومت میں ان ریاستوں کو بدستور قائم رکھا اور عوام میں انگریز حمایتوں کی ایک معقول تعداد خان صاحب' رائے بہادر' خان بہادر اور سروں کی پیدا کردی جن کا تصور آزادی محض انگریز کا سہ لیسی تھی۔

1857ء کی جنگ آزادی میں میو قوم علاقہ میوات کی انگریز حکومت کے خلاف نمایاں جدوجہد کی بنا پر انگریز دور حکومت میں اس قوم سے اس حد تک انتقام لیا گیا کہ پورے علاقہ میوات میں کوئی سرکاری ہائی سکول قائم نہیں کیا گیا بلکہ مڈل سکولوں کی تعداد بھی نہایت ہی محدود تھی۔ جن خوش قسمت حضرات نے دلی یا علی گڑھ یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھیں ان میں سے کسی ایک کو بھی بی سی ایس کیڈر تو دور کی بات ہے تحصیلدار کے عہدہ کے لئے بھی منتخب نہیں کیا گیا۔ پورے علاقہ میوات میں صرف ایک پختہ سڑک تھی جو دلی کو الور سے ملاتی تھی۔

الور تحریک یا الور بارو

سال 1932ء میں مہا راجہ الور سوائی جے سنگھ نے اچانک مالگذاری کی شرح میں چار گنا اضافہ کردیا۔ مویشیوں پر چھپی دوائی ٹیکس نافذ کردیا گیا۔ ہاتھی ٹیکس' نوکر ٹیکس اور جبری بیگار کا سلسلہ پہلے سے نافذ تھا ریاست میں اسلامی مدرسہ کھولنے کی اجازت نہ تھی۔ بیشتر دیہات سکولوں سے محروم تھے۔ مہا راجہ کی نئی اصلاحات نے ریاست میں ہیجان برپا کردیا تھا۔ مہا راجہ کا شکار کا پروگرام انتہائی افسوس ناک اور جارحانہ ہوتا تھا وہ سور کا شکار کرنے کا شوقین تھا اس لئے جنگل میں بے انتہا سور پلا ہوا تھا جو کسانوں کی فصلات کو بھاری نقصان کے باعث تھے ان کو مارنے کی سخت ممانعت تھی حتیٰ کہ کسانوں کو اپنے کھیتوں کی وٹ اونچی کرنے کی بھی اجازت نہ تھی کیونکہ اونچی وٹ بندی سے حاملہ سوری کو آزادانہ گھومنے پھرنے میں دقت ہوتی تھی۔

اس صورت حال نے ریاست کی کسان آبادی کو اس بات پر مجبور کردیا کہ مہا راجہ کے طرز عمل کے خلاف بغاوت کریں۔ چنانچہ ابتداء میں بلا لحاظ مذہب و ملت کسانوں نے مالگذاری کی ادائیگی سے انکار کردیا۔ مہا راجہ نے ریاست کے سربر آوردگان کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ریاست کا کام مالگذاری کی شرح میں اضافہ کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس سلسلہ میں ریاست کے سربرآوردگان کی اچھی طرح خاطرمدارات بھی کی گئی لیکن اس دوران عوام کے غصہ

میں بے حد اضافہ ہو چکا تھا عوام مہا راجہ کے خلاف حرکت میں آچکے تھے یہ تحریک قطعی طور پر کسانوں کا مہاراجہ کے خلاف احتجاج تھا جس میں اولا" تمام برادریوں کے کسان بلا لحاظ مذہب و ملت شریک تھے مگر بعد میں اس تحریک کو فرقہ وارانہ تحریک کا رنگ دے دیا گیا کہ میو رعایا ایک راجپوت رئیس کو الگ کرنا چاہتی ہے۔

اس دوران اس واقعہ نے اس تحریک میں مزید جان ڈال دی۔ جبکہ الور شہر کے مسلمان کسی مسلم درویش کے مزار پر چادر چڑھانا چاہتے تھے مگر ریاستی حکام نے مزار پر چادر نہ چڑھانے دی اور تشدد بھی کیا۔ ریاستی حکام نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ملحقہ ہندو دیہات سے ہندوؤں کو بلا لیا جنھوں نے شہر میں ہنگامہ برپا کردیا۔

مسلمانان الور اس ہنگامہ کے رد عمل میں الور سے ہجرت کرکے دہلی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر جا خیمہ زن ہوئے۔ اس سے ان کا مقصد برطانوی حکومت کو ریاست کے غیر منصفانہ رویہ سے آگاہ کرنا تھا۔ مسلمانان الور نے ریاست کی میو رعایا سے امداد کی اپیل کی ریاست کی میو رعایا مہا راجہ سے پہلے ہی بدزن تھی اس واقعہ نے مزید جلتی پر تیل کا کام دیا جس سے نہ صرف ریاست میں بلکہ پوری میوات میں ایک زبردست تحریک اٹھ کھڑی ہوئی۔

ریاستی میوؤں کے دیہات نے مالیہ کی ادائیگی سے انکار کردیا۔ مالیہ وصول کرنے والی چوکیاں بند کردی گئیں۔ کئی مقامات پر ریاس حکام کی پٹائی بھی کی گئی۔ مہا راجہ نے تحریک کو روکنے کے لئے بہت سے جتن کئے مگر سب میں ناکامی ہوئی۔ اسی دوران موضع دھموکڑ میں ریاست کا ناظم اس کا عمل پولیس مالگذاری کی جبری وصولی کے لئے گئے جہاں انہوں نے گاؤں کے لوگوں سے زیادتی کرنی چاہی جس کے نتیجہ میں ناظم اور اس کے عملہ کی خوب پٹائی کی گئی جو بصد مشکل اپنی جانیں بچا کر بھاگے۔ ریاستی حکام نے غیر میو دیہات کے لوگوں کو میوؤں کے خلاف کافی بھڑکایا کہ وہ میو پر حملہ کریں مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ اس کے رد عمل میں میوؤں نے ایسے کئی دیہات کو جلا دیا۔

چوہدری محمد یاسین خان صاحب جو نہ صرف میو قوم کے لیڈر تھے بلکہ آل انڈیا میو پنچایت کے صدر بھی تھے نے اس معاملہ میں بڑی دلچسپی لی اور اس تحریک کے روح رواں بن گئے۔ اب یہ کسانوں کی تحریک نہ رہی تھی کیونکہ ہندو کسانوں نے اس تحریک سے علیحدگی اختیار کرلی تھی اب یہ تحریک خالصتا" میو تحریک ہوگئی تھی۔ چوہدری محمد یاسین خان صاحب نے آل انڈیا میو

پنچایت کے زیر اہتمام فیروز پور جھرکا میں ایک بھاری الور کانفرنس منعقد کرائی جس کی صدارت رحیم بخش آف کرنال نے فرمائی۔ کانفرنس میں سید غلام بھیک نیرنگ صاحب اور مولنا محمد داؤد غزنوی بھی شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر الور تحریک کو منظم کیا گیا اور الور سرکار سے مطالبات کیئے گیے۔ الور کانفرنس کے بعد تحریک کے کاموں میں کافی تیزی آگئی تھی ہندوستان کے اخبارات و پریس میں جلی عنوانات کے ساتھ خبریں آنے لگیں۔ رعایا کی بغاوت اور انگریزی سرکار کی ناراضگی کی بنا پر اگرچہ مہا راجہ کافی پریشان تھا لیکن اس کے باوجود عوام کے مطالبات ماننے کو تیار نہ تھا۔

مہا راجہ نے چوہدری محمد یاسین خان کو رازدارانہ طریقہ پر کثیر رقم و اعزازات کا وعدہ دے کر رضا مند کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ تحریک واپس لے لیں مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ مہا راجہ کی انتظامی مشکلات دن بدن بڑھتی جارہی تھیں کیونکہ مالیہ اور ٹیکس کی وصولی ختم ہوگئی تھی اور ریاست میں سخت بدنظمی اور انارکی پھیل چکی تھی مہا راجہ کے صلاح کار اور مشیر ایسے حالات میں بھی مہا راجہ کو درمیانی رویہ اپنانے کے تشدد کی طرف اکسا رہے تھے ایسے حالات میں تحریک کے کارکنان کا مہا راجہ سے نبرد آزما ہونا نہایت آسان ہوگیا۔ عوام کے مطالبات کو از سرنو ترتیب دے کر انگریزی سرکار کو بھیج دیا گیا۔ عام کی تکالیف اور مہا راجہ کا غیر منصفانہ رویہ اخبارات میں شائع ہو رہا تھا مگر مہا راجہ اپنی ضد پر بدستور قائم تھا۔

گوبند گندھ کے علاقہ میں میوؤں کی چندہ اگانے والی جماعت کا ریاستی فوجوں نے محاصرہ کرلیا اور مشین گنوں سے نہتے لوگوں پر اندھا دھند فائرنگ کرکے سینکڑوں آدمیوں کو شہید اور بے شمار کو زخمی کردیا گیا۔ اس واقعہ سے پورے ہندوستان میں سنسنی پیدا ہوگئی۔ انگریزی سرکار مہا راجہ کے رویہ سے پہلے ہی ناخوش تھی قتل و غارتگری کے اس واقعہ نے سرکار کو مجبور کردیا کہ وہ ریاست کے اندرونی معاملات میں۔فورا" دخل اندازی کرے۔ چنانچہ مرکزی سرکار نے فوری طور پر اپنے فوجی دستے الور پہنچائے۔ انہوں نے مہا راجہ کو تمام اختیارات سے محروم کردیا اور ریاست کا انتظام ایک انگریز سیکرٹری کو جو سنٹرل سیکرٹریٹ سے فوج کے ہمراہ آیا تھا نے حاصل کرلیا۔ مہا راجہ سوائی جے سنگھ دو سال کے لئے ملک بدر کردیئے گئے۔ جو جلا وطنی کے ایام میں فرانس میں فوت ہوگئے۔

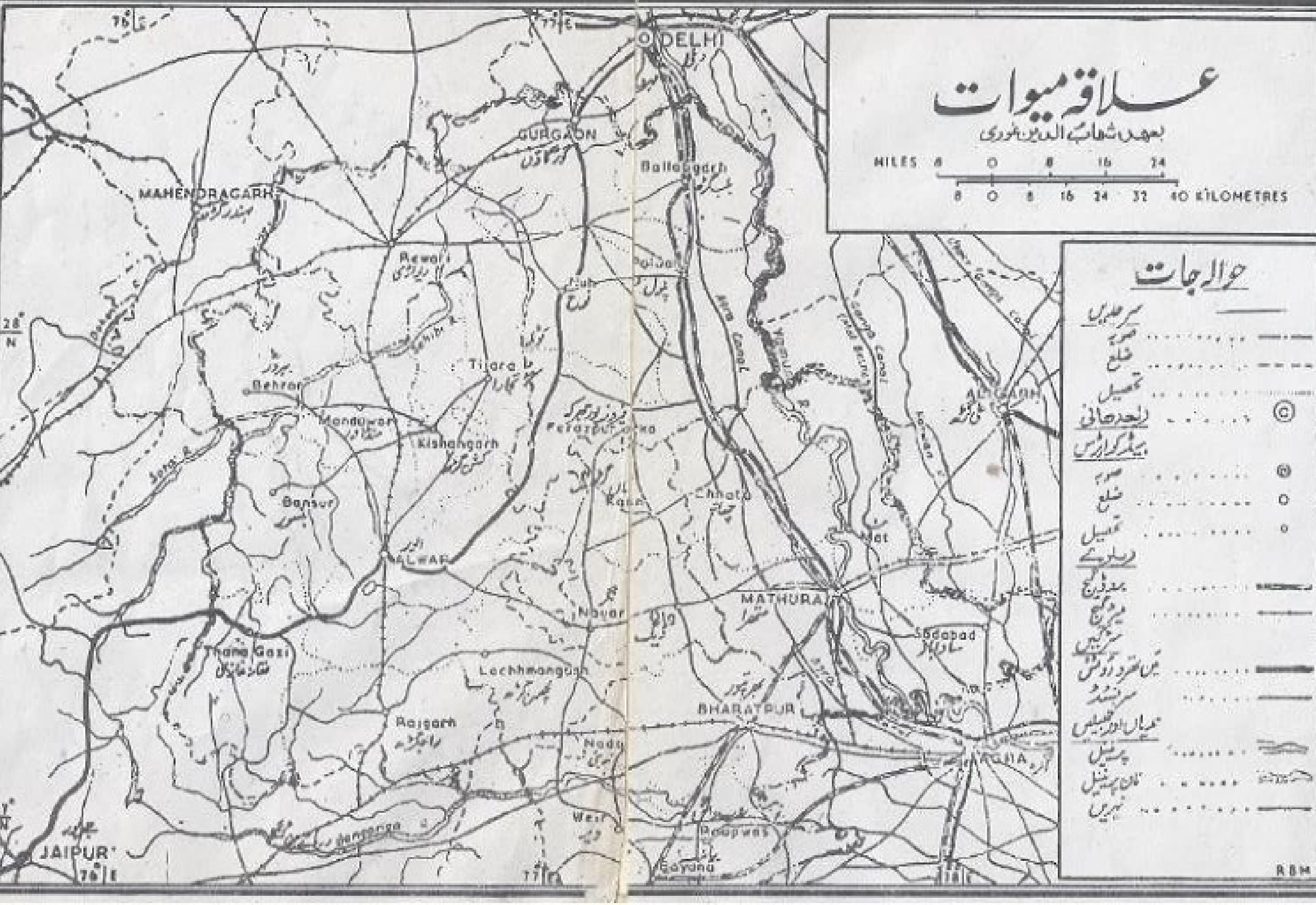
نئی حکومت نے گورگانوہ' الور کے ریٹائرڈ فوجی سرداروں کے تعاون سے ریاست میں امن

و امان بحال کیا۔ مالیہ کا چوتھائی حصہ کم کردیا گیا۔ غیر ضروری اور ناجائز ٹیکس ختم کردیئے گئے۔ بیگار بند کردی گئی جو سکول تحریک کے دوران قائم کیے گئے تھے انہیں سرکاری سرپرستی میں لے لیا گیا۔ بڑے بڑے دیہات میں سکول قائم کردیئے گئے۔ جو لوگ ریاست سے ہجرت کرکے دہلی یا دوسرے مقامات پر آباد ہوگئے تھے ان کو واپس بلا کر آباد کیا گیا۔ میوؤں کو ریاست کی ملازمتوں میں جگہ دی گئی۔ مرکزی سرکار کی ہدایت پر چوہدری محمد یاسین خان اور دیگر قائدین نے تحریک واپس لے لی اور اس طرح سے یہ ناخوشگوار واقعہ کئی سال بعد اختتام پذیر ہوا۔

ریاست میں قیام امن کے سلسلہ میں صوبیدار میجر (ریٹائرڈ) سردار محمد خان آف بیواں اور صوبیدار (ریٹائرڈ) محمود الحسن آف کھنچانان نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ کی بنا پر نہایت تن دہی اور شبانہ روز محنت کرکے بحالی امن میں اپنی بہترین کارکردگی کا ثبوت دیا جس کی بنا پر انگریزی سرکار نے صوبیدار میجر سردار محمد خان صاحب کو خان بہادر اور صوبیدار محمود الحسن صاحب کو خان صاحب کے خطابات سے نوازا۔

فہرست ماخذ

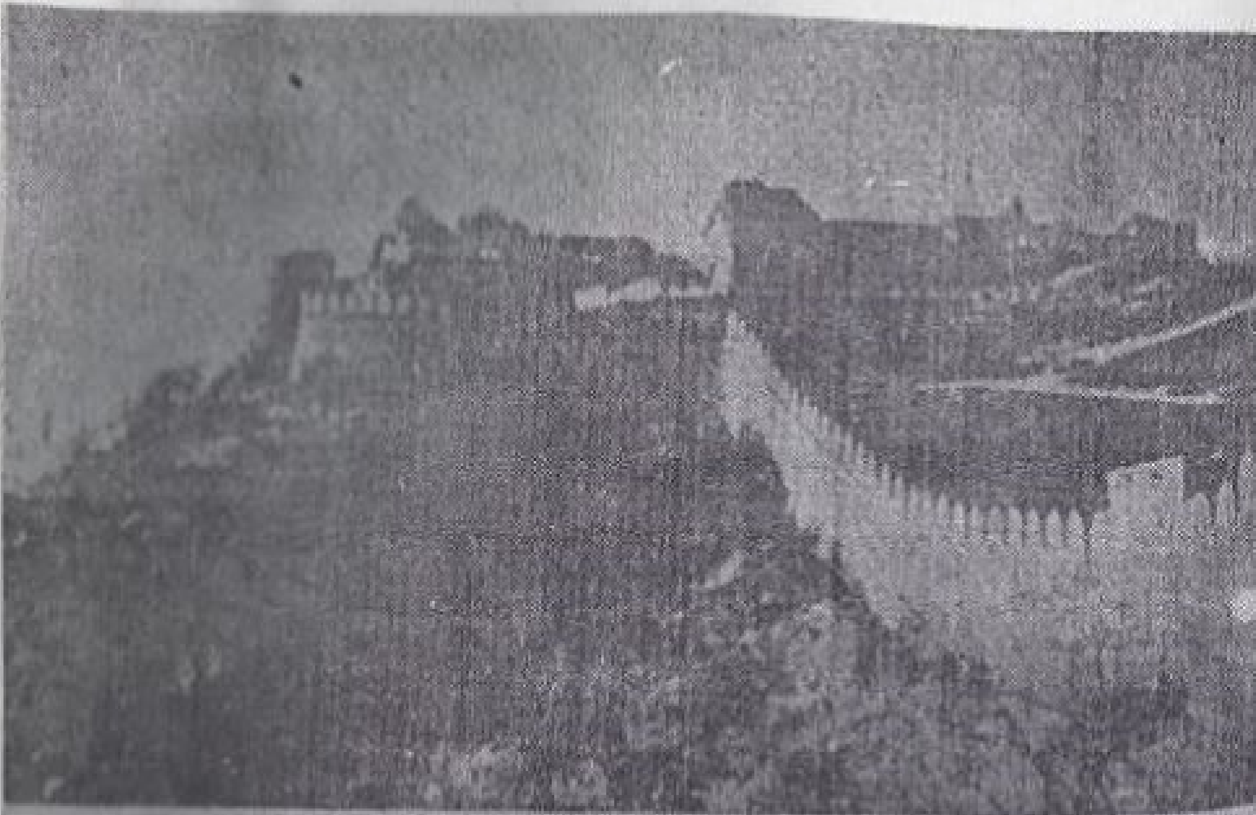
-1	تاریخ ارض القرآن	سید سلیمان ندوی
-2	تفہیم القرآن	سید ابو الاعلیٰ مودودی
-3	سفرنامہ ارض القرآن	سید ابو الاعلیٰ مودودی
-4	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن
-5	تفسیر ترجمان القرآن	مولانا ابوالکلام آزاد
-6	ٹاڈ راجستھان (اردو ترجمہ)	کرنل جمیز ٹاڈ
-7	تاریخ ابن خلدون (اردو ترجمہ)	علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون
-8	تاریخ فرشتہ (اردو ترجمہ)	محمد قاسم فرشتہ
-9	سیرت النبی (اردو ترجمہ)	مسٹر کونسٹن ورجیل جورجیو
-10	آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا	وی ابن سمتھ
-11	قدیم تاریخ ہندوستان انگریزی	لونگ مین
-12	تاریخ قدیم پاک و ہند	محمد احمد، احمد ریاض الہدیٰ
-13	تاریخ سندھ	اعجاز الحق قدوسی
-14	تاریخ جنوبی ہند	مولوی محمود خاں میسوری
-15	تاریخ ہند	سید عبدالقادر
-16	تاریخ چھتری میو	مولوی عبدالشکور
-17	تاریخ میو قوم اور میوات	چوہدری محمد اشرف ایم اے
-18	تذکرہ اولیائے میوات	مولانا حبیب اللہ خان میواتی



علاقہ میوات
MILES 8 0 8 16 24
8 0 8 16 24 32 40 KILOMETRES
حوالہ جات
DELHI
GURGAON
Ballabgarh
MAHENDRAGARH
Rewari
Nuh
Palwal
Tijara
Behror
Mandawar
Kishangarh
Ferozepur Jhirka
Bansur
Kama
Chhata
ALWAR
Nagar
MATHURA
Nat
ALIGARH
Sadabad
Thana Gazi
Lachhmangarh
BHARATPUR
Rajgarh
Nadbai
AGRA
Weir
Roopwas
Bayana
JAIPUR
Agra Canal
Yamuna
Ganga Canal
Sahibi R.
28°N
76°E
77°E
78°E
RBM



فخر میوات و بابائے قوم چودھری محمد یاسین خاں صاحب مرحوم و مغفور



اراولی پربت پر واقع الور کا مشہور قلعہ جہاں راجہ حسن خاں میواتی کی یادیں آج تک زندہ ہیں



برین میو ہائی سکول نوح



مولف